

العرفان

یعنی

مولفہ حضرت علیہ عصرۃ السالکین و العارفین و المتصوفین عالیجناب
مولانا سید شاہ محمد مدنی صاحب دستار الہی ایرایانی فتحپوری
حسب الحکم

حضرت مصنف عظام باہتمام عاجز و گنہگار ذیل نام خاکسار نے تصنیف فرمائی
زیر نگرانی

احقر الکونین موسیٰ صاحب دستار الہی فقیر ازلی تلمیذ حضرت علیہ السلام

محمد نعیم برہم واقع کوٹہ پٹوہ مطبوعہ گریڈ

کتاب الفرائض علیٰ مذهب ائمہ اربعہ

مؤلف: مولانا مفتی محمد رفیع الدین صاحب

—

کتاب

مفتی

مفتی محمد رفیع الدین صاحب

مفتی محمد رفیع الدین صاحب

کتاب سے پہلے یہ عرض ملاحظہ ہو

یہ ایک بے بہا تصنیف حضرت علامی شاہ فتح الہی صاحب قبلہ امت کا تم کی ہوا سکو پڑھ کر جو وحانی اور وجدانی فیوض کی پکوحاصل ہوں گے وہ عقیدت مندل کو متاثر اور سرشار کو جھکا دیں گے شاید کوئی ایسا ہی ل اور ایسی فطرت ہو جو اس کتاب کے مطالب مقاصد سے استفادہ نہ حاصل کر سکے۔ اس کے ان بے بہا اور روح کو تازگی بخشنے والے مضامین اور ملفوظات کی تفصیل و توضیح ہمارے لئے سہر نور جو ان تعلیم یافتہ جناب سید محمد کامل حسین صاحب ایم۔ اے۔ نے ایک بے مثل مقدمہ لکھ کر فرمادی ہے اس لیے ہمارے اس وقت تبصرے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہم ایسی قابلیت و ارادہ رکھتے ہیں کہ ایسے عرض اور اسرار و جدانیات پر قلم اٹھا سکیں۔ ہم جس عذر کو لیکر آپ کے سامنے حاضر ہوتے ہیں وہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے پہلا عذر تو یہ ہے کہ یہ کتاب چھ مہینے کی جگہ تین سال میں تیار ہوئی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ لکھنؤ کے کا تب منشی واجد علی صاحب نے ہلکے بہت پریشان کیا اور بیگی روپیہ لینے پر بھی انھوں نے دھائی سال میں کتاب کو پورا کیا۔ اجرت اپنی قوت بھر انھوں نے پوری لی اور کام اتنی دیر میں کیا کہ چار کتابیں لکھ جائیں۔ گو ہم اس معاملے میں مجبور تھے مگر حضرت مصنف علام دامت فیوضہم کے سامنے نہ امدت نہیں جاسکے۔ دوسرا عذر بھی قابل سماعت نہیں۔ یعنی

اس کتاب کے مقدمہ و رخصت کتاب تک کی کا بیان جناب کامل صاحب نے ملاحظہ فرمائیں اس کے مطابق ترمیم بنا کر کتاب چھپ گئی۔ مگر حجتاٰ رشدہ کتاب کے اجزا حضرت مصنف علام دامت افضا لکم کی خدمت میں گئے تو ایک بنا کر شیر غلطیوں کا نکل آیا۔ اس میں ہماری خطا یہ تھی کہ ہم نے جناب کامل صاحب کی صحت پر بھروسہ کیا۔ اور جناب کامل صاحب کی صحت ترمیم کا دار و مدار مصلح سنگ پر زیادہ تھا۔ مصلح سنگ کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ زشتی اعمال کی ایک نرہ یہ بھی ہو گئی ہے کہ ایک لاثانی اولاً جواب مصلح سنگ تو ملا مگر جس طرح وہ اپنے فن میں استاد ہیں اسی طرح کام خراب کر نہیں دیوٹی لکھتے ہیں ہم نے فوراً یہ انتظام کیا کہ جلد کتاب غلط ہو گئی ہے اسکی کا بیان پھر لکھ جائیں اور ہم تیار شدہ کتاب کو

روی کوین۔ خیال کر کے ہم لکھنؤ گئے اور منشی واجد علی صاحب کے حضرت مصنف قبلہ کی صحت کر ڈ
کتاب کی پیشگی اجرت بھی دیدی کہ آپ جلد لکھدین۔ مگر نہایت طلال کے ساتھ ہلکے لکھنا پڑتا ہے کہ
منشی صاحب نے آج تک ایک رق بھی نہیں بھیجا۔ آخر کار جناب قبلہ حضرت مصنف امت کا تم تشریف
لائے اور پتھک کر کتاب کھٹائی مین پڑ گئی ہے صحت مہ تیار کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

افسوس کہ ان سب کوتاہیوں اور غلطیوں کا کفار ہمارا وہ اہتمام بھی نہیں ہو سکتا جو ہم نے اس
کتاب کی تیاری اور چھاپنے میں کیا تھا۔ ہم نے بڑی محبت اور عقیدت سے یہ کام لیا تھا اور ہم سمجھے تھے
کہ ہماری فتح ہے اگر یہ کام ٹھیک اُتر گیا۔

خدا کا شکر ہے کہ محسن ظاہری کی انارش میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ مگر جو خط و خال ایک حسین لفظ
پر چہرے پر پیدا ہو گئے ہیں انکا رفع کرنا ہمارے ناممکن سے باہر ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ رنے زیبا پر خال
محسن میں چار چاند لگا دیتا ہے اور اسی وجہ سے کسی شاعر نے کہا تھا۔

خالِ رنج بار پرند ہوں اتنی سی بلا میں مبتلا ہوں

مگر خال کتابت نہیں ہی بلکہ جو خال حد سے بڑھا وہ مسہ ہوا۔ اگر منشی علی حسین صاحب لکھنؤ
نہ چلے جاتے جتنی نگارنی میں یہ کام شروع ہوا تھا تو شاید نیا گوارا حالت پیدا ہوتی۔

ہماری تمام ناظرین کرام سے یہ ہے کہ اس کتاب اور اسکے مقدمے کے پڑھنے سے پہلے
غلط نامے پر ایک نظر ڈال لیں۔ یہ غلط نامہ کیا ہے ایک فقر اور طومار ہے لیکن ایک بے بہا اور
نامدروں کا تصنیف کی شکر گزاری میں اگر تھوڑی تکلیف دیدہ و دل کو کرنا پڑے تو منت کشی کا با
ہمارے سر سے ہلکا ہو جائیگا۔ اس وقت ناظرین عالی تبار یہ سمجھ لیں کہ یہ تصنیف سزا پازیا میں
آراستہ ہے۔ اس لیے نظروں سے بچانے کے لیے کچھ عیب بھی ہونا چاہیے تھا۔

محضر و پانگی کردم تمام مہر رسوائی بہ عنوان سے زخم

خادم حکیم برہم مالک مطبع
گورکھ پور۔ ۲۰ اگست ۱۹۱۶ء

نقشہ تصحیح اغلاط مقدمہ الکتاب

صفحہ	غلط	صفحہ	صحیح	صفحہ	غلط	صفحہ	صحیح
۱	۸	۱۳	۱۷	۱۳	۱۷	۱۷	۱۷
۲	۱	۱۶	۸	۱۶	۸	۸	۸
۳	۷	۱۹	۷	۱۹	۷	۷	۷
۴	۱۵	۲۰	۱۷	۲۰	۱۷	۱۷	۱۷
۵	۱۳	۲۱	۲	۲۱	۲	۲	۲
۶	۱۲	۲۲	۱۷	۲۲	۱۷	۱۷	۱۷
۷	۱۰	۲۵	۱	۲۵	۱	۱	۱
۸	۱۳	۳۱	۳	۳۱	۳	۳	۳
۹	۱	۳۸	۱۷	۳۸	۱۷	۱۷	۱۷
۱۰	۲	۳۹	۱۷	۳۹	۱۷	۱۷	۱۷
۱۱	۵						

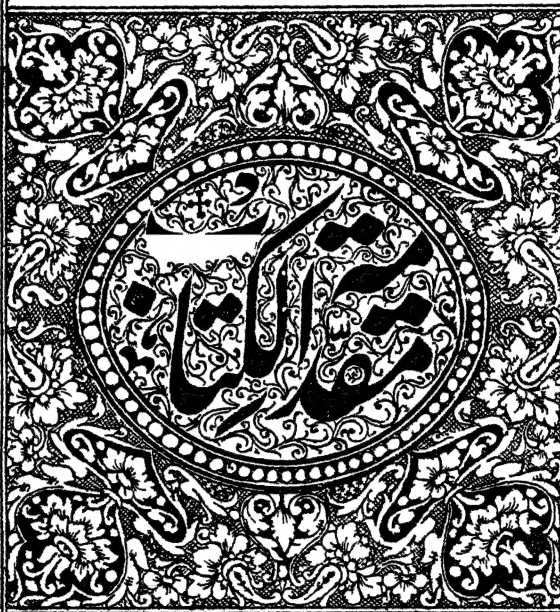
صفحہ ۱۷ پر غلطی سے لکھا گیا ہے
صفحہ ۱۷ پر غلطی سے لکھا گیا ہے
صفحہ ۱۷ پر غلطی سے لکھا گیا ہے

صفحہ	غلط	صفحہ	غلط	صفحہ	غلط
۴۲	ہر سجدہ	۶	ہر سجدہ	۴۲	ہر سجدہ
۴۳	نہیں قابل ہیں	۴	قابل نہیں ہیں	۴۳	نہیں قابل ہیں
۴۴	اس پر تصرفات	۱۴	اس پر اپنے تصرفات	۴۴	اس پر اپنے تصرفات
۴۵	نسق کا مادہ	۱۴	نسق کے مادے	۴۵	نسق کے مادے
۴۸	(نوٹ) البتہ اس علم کی ابتدا سے	۴	البتہ ابتدا سے	۴۸	(نوٹ) البتہ اس علم کی ابتدا سے
۵۰	دم نہیں مارتے	۵	دم نہیں مارتا	۵۰	دم نہیں مارتے
۵۴	بہتر ہستی ہیں	۱۱	بہتر ہستی میں	۵۴	بہتر ہستی ہیں
۶۰	مگر بیان پر ایک	۱	مگر بیان ایک	۶۰	مگر بیان پر ایک
۶۱	سبب ہے	۱	سبب ہے	۶۱	سبب ہے
۶۳	مگر اگر اسکی ہستی	۴	مگر اسکی ہستی میں	۶۳	مگر اگر اسکی ہستی
	میں کوئی		اگر کوئی		میں کوئی
۶۵	تیار ہیں	۸	تیار ہوں	۶۵	تیار ہیں
۶۷	شکار رہنا تھا ہی	۱۳	شکار رہنا نا ہی	۶۷	شکار رہنا تھا ہی
	چیزوں	۱۵	چیزوں		چیزوں
	میلے	۱۶	میلے		میلے
	گئی	۱۷ (نوٹ) گئی ہے	گئی		گئی
	کچھ تعجب	۱	کوئی تعجب		کچھ تعجب
	سمجھتا ہوں	۴	سمجھتا ہوں		سمجھتا
	کرتا ہوں	۵	کرتا ہوں		کرتا
	احسان ہے	۱۱	احسان ہے		احسان
	اگر پاک	۷	اگر پاک		اگر پاک
	پاک ہو اور نہ لطفہ	۱۰	پاک ہو اور نہ لطفہ		پاک اور نہ لطفہ
	نا پاک ہے تو		نا پاک ہے تو		نا پاک ہے نہ
	انسان ناپاک ہے		انسان ناپاک ہے		انسان ناپاک
	وابتہ ہے	۱۱	وابتہ ہے		وابتہ
	اجز ایسے ہیں	۲	اجز ایسے		اجز ایسے ہیں
	قالب ہے	۹	قالب ہے		قالب

دوسرا صفحہ بجائے ۸۰ کے ۸۱ ہونا چاہیے۔

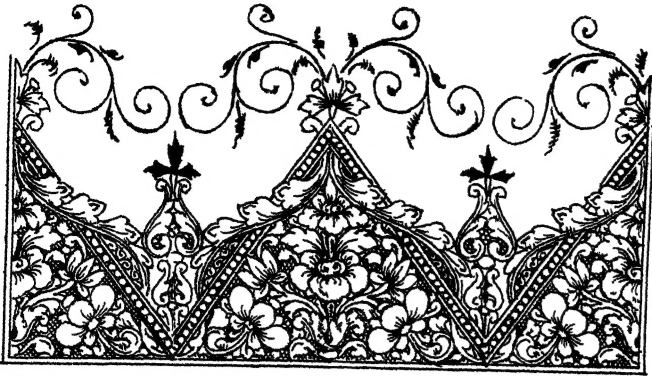
سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك العليم الحكيم

براهين معارف حقیقت طریقت یعنی فاسلہ کتاب فیض انتساب سہمی بہ



مصنفہ شرف مولاوی سید محمد کمال حسین صاحب بی۔ اے۔ کوٹھڑو

در مطبع حکیم برہم واقع شہر کوٹھڑو مطبوعہ کرد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّعُ عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

تحقیقات | تحقیقات کی خواہش انسان کی فطرت کا ایک جزو لاینفک ہے اور چونکہ
قادر مطلق کی غیر محدود و دراندیشی نے کوئی خواہش ایسی نہیں پیدا کی جسکی تکمیل
کا سامان مہیا نہ کر دیا ہو لہذا انسان نے اس خواہش میں بھی قابل قدر کامیابی
حاصل کی اور آئندہ کرتا ہے گا۔ مگر ہر تحقیق سے پہلے انسان کو خوب سمجھ لینا
چاہیے کہ حقیقت اور سچائی جس شے کا نام ہے وہ واقعات کی سطح پر نہیں ہوتی بلکہ
کسی شے کی حقیقت یا ماہیت دریافت کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اُسکی
گتہ دریافت کی جائے اور اُسکی تہ تک نظر دوڑا کر اُس کے اُس جزو کا پتہ چلایا جائے
جو اُس شے کی ہستی کا مرکز ہے۔ مگر اگر یہ بات ناممکن نہیں تو کم از کم نہایت دشوار ضرور
ہے۔ اور اکثر یہی دیکھا جاتا ہے کہ انسان کو سچائی بہت کم ہاتھ آتی ہے۔ زیادہ تر وہ کسی

سطحی بات کو دریافت کر کے مطمئن ہو جاتا ہے اور یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ حقیقت کا
 بیش بہا موتی میرے ہاتھ لگ گیا۔ اور یہ غلط فہمی وہ اپنی ذات تک محدود نہیں
 رکھتا بلکہ مشرق سے مغرب۔ شمال سے جنوب تک اُسکو سچائی کا دلفریب لباس
 پہنا کر شہرت دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب انسان کی فطرت میں
 تحقیقات کی خواہش قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی اور اسکی تکمیل کے ذرائع
 بھی عطا ہوئے ہیں تو انسان کو حقیقت کے دریافت کرنے میں زیادہ تر ناکامیابی
 کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں تو شک نہیں کہ تحقیقات کی خواہش
 اور اسکی قابلیت انسان میں خلقی طور پر موجود ہے مگر وقت یہ ہے کہ وہ تحقیقات کے تمام
 ذرائع کو کام میں نہیں لاتا۔ اُسے صرف ایک ذریعہ کو مضبوط پکڑ لیا ہے اور اُسکے
 خیال میں صرف وہی حقیقت کے دریافت کرنے کا آلہ ہے۔ اور وہ ذریعہ عقل ہے۔ وہ
 یہ سمجھتا ہے کہ محض عقل کے توسط سے کسی شے کی ماہیت دریافت ہو سکتی ہے۔ وہ نہیں
 جانتا کہ عقل کے علاوہ بھی وہ تحقیقات کا ایک بُر دست ذریعہ رکھتا ہے اور وہ قوت
 مدرکہ یا احساس باطنی ہے جو ہر فرد میں کم و بیش موجود ہے۔ عقل دماغ کی محض قوت
 فاعلی ہے جسکے ذریعہ سے وہ مختلف واقعات اور حالات سے کوئی خاص نتیجہ اخذ
 کرتا ہے اور اسکا تعلق محسوسات سے ہے۔ مگر اس قوت فاعلی کے علاوہ دماغ میں قوت
 کا مادہ بھی موجود ہے جو عقل کے نتائج کے علاوہ سچائیوں کو قبول کرتا رہتا اور عقل
 کی آزادانہ روش کا مقابلہ بھی کرتا ہے اور اسی کو قوت مدرکہ کہتے ہیں۔ یہ وہ قوت ہے

جو عقل سے بالاتر ہو اور اسکی پرواز ان مقامات منع تک ہر جہان پہنچتے ہوئے عقل کے پر جلتے ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ انسان اس کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور اسکو حقیر یا ہستی مہموم تصور کر کے پس پشت ڈال دیتا ہے اور محض عقل کو تحقیقات کے پر صعب اور پیچیدہ رستوں میں اپنا رہنما بناتا ہے۔ مگر تماشہ تو یہ ہے کہ بسا اوقات وہ عقل سے بھی کام لینا نہیں جانتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو خاک وہ اڑاتا ہے وہی اُٹے اُسکے چہرہ پر آکر پڑتی ہے۔ اور حقیقت کا آفتاب اُسکو اور بھی نظر نہیں آتا۔ خلاصہ یہ کہ جب انسان کسی مسئلہ کی تحقیق میں مصروف ہو تو اُسپر فرض ہے کہ عقل اور قوت مدد کہ دونوں سے کام لے۔ محض عقل کے زور بازو پر بھروسہ نہیں کیا جانی نہیں نصیب ہو سکتی۔ مگر کسی قاعدہ کلیہ کا ذکر کرتے ہوئے مجبوراً انسان کی فطرت کی پیچیدگیوں کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ فطرت انسانی کی عجیب خاصیت ہے کہ جب کوئی دقیق اور مشکل مسئلہ انسان کے دماغ کے سامنے آتا ہے تو سب سے پہلے عقل اسکی تحقیق کے لیے کھڑی ہوتی ہے۔ قوت مدد کہ مین بہت دیر کے بعد جنیش پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسکا روکنا انسان کی قدرت سے باہر ہے اور اگر روک سکتا ہے تو صرف اُن لوگوں سے جو اپنی قوت مدد کہ اور عقل دونوں پر پورے طور پر حاوی ہو چکے ہوں۔ مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ پس ہم کو یہاں پر یہ کہنا ضروری ہو گا کہ اگر قوت مدد کہ سے پہلے عقل تحقیق کے رستہ پر چل کھڑی ہو اور اُسکے روکنے پر انسان قادر نہ ہو تو اول تو اُسپر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے

مگر جب تک پورا قابو حاصل نہ ہو اس وقت تک اسکی اس آزادی و روش کی پروا بھی نہ کرنی چاہیے اور اسکو طوعاً و کرہاً روانہ کر دینا چاہیے مگر اس امر کا ضرور خیال ہے کہ جو کچھ وہ تحقیق کر کے لائے وہ من عن قوتِ مدبر کے روبرو پیش کر دیا جائے تاکہ وہ بھی اپنی رائے قائم کر سکے۔ بنابرین تحقیقات کی دو قسمیں ہیں ایک تحقیقاتِ عقلی اور دوسری تحقیقاتِ عملی مگر تحقیقات کی تقسیم محض اعتباری تقسیم ہے۔ کامل تحقیق وہی ہے جو دونوں کا مجموعہ ہو۔ اور ہمیشہ یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ محض عقل کی مدد سے جو بات دریافت ہوتی ہے اور جسکو عام طور پر لوگ سچائی کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ صرف ایک فرضی اور اعتباری سچائی ہوتی ہے۔ ایسے کہ عقلی تحقیقات کا معیار ہمیشہ متزلزل اور تغیر پذیر رہتا ہے۔ مگر جب عقل اور قوتِ مدبر کے ساتھ ساتھ تحقیقات میں مشغول ہوتے ہیں تو جو نتائج حاصل ہوتے ہیں وہ بدرجہا قوی اور مستحکم ہوتے ہیں اور حقیقت انسان پر آشکاف ہو جاتی ہے۔

مسئلہ تصوف کی تحقیقات | منجملہ اور مسئلوں کے جنکی تحقیق کے غلط اصول کے باعث مٹی پلید ہوئی ہے تصوف کا مسئلہ بھی ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق کی کوئی نئی بات نہیں ہے البتہ نئی بات یہ ہے کہ بقابلہ پیشتر کے موجودہ زمانے میں اسکی تحقیق کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔ اور آئندہ بھی انکی تعداد رو بہ ترقی رہے گی۔ اور اس کا سبب ہے

۱۔ واضح ہو کہ قوتِ مدبر کو کوچلے کرنے والی شے عمل ہے۔ اسی سبب ادراکی تحقیقات کو وسیع معنی

میں تحقیقاتِ عملی کہا گیا ہے ۱۲

کہ وسعت معلومات کی ترقی کے ساتھ ساتھ شکوک میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے چنانچہ دنیا کی ابتدائی حالت سے آج تک کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال کے اندر جبکہ شکوک ظاہر کیے گئے ہیں اتنے کبھی بھی نہیں ظاہر کیے گئے۔ اور انکی تعداد روز بروز بڑھتی ہی رہتی ہے۔ اور یہ انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے۔ نہ تو کبھی معلومات کی وسعت کا خاتمہ ہوگا اور نہ کبھی شکوک کے دائرہ کا محیط نظر آئے گا مختصر یہ کہ تصوف بھی شکوک کے اس عالمگیر حلہ سے مستثنیٰ نہیں رہا مگر سچائی کو ہمیشہ غلبہ حاصل رہتا ہے۔ جمالت اور شکوک کا تسلط مثل ایک کالی گھٹا کے ہے جو بہت جلد پھٹ جاتی ہے اور اُس کے بعد صداقت کا آفتاب اپنی روشنی آفتاب سے دنیا کی نظروں کو خیرہ کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ باوجود اسکے کہ تصوف کی حقیقت کی بابت بہت کچھ شکوک ظاہر کیے گئے اور کثیر التعداد لوگوں نے اسکی ہستی سے قطعی انکار کر دیا۔ مگر آخر کار انسان نے مجبور ہو کر اگر کسی شے کو قابلِ قدر خیال کیا تو وہ تصوف ہی ہے۔ جسکا نتیجہ آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں تصوف کی اشاعت کے لیے تھیوسوفی (Theosophy) یا اکلٹ ازم (Occultism) کے نام سے عظیم الشان سوسائٹیاں قائم ہو گئی ہیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ رہا یہ کہ ان سوسائٹیوں کے قائم کرنے والوں کو اصلی تصوف تک پہنچنے میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے تو اسکے متعلق صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان جب تاریکی سے نکل کر روشنی میں آتا ہے تو فوراً اسکو چیزیں صفائی کے ساتھ

نظر نہیں آتیں۔ پہلے نگاہوں میں چکا چوند پیدا ہوتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد قوت
 باصرہ میں یہ قابلیت آتی ہے کہ وہ چیزوں کو صفائی اور آسانی کے ساتھ دیکھ سکے۔
 علیٰ ہذا القیاس جو لوگ آجکل تصوف کے دلدادہ ہو رہے ہیں وہ ابھی محض اسکے
 ادنیٰ نیلے پر ہیں اور اسکے بلند ترین ذیہ تک پہنچنے کے لیے زمانہ درکار ہے۔
 فی الحال وہ تصوف کو سائنٹیفک اصول پر مبنی کرنے کی کوشش میں مصروف
 ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ ایک حد تک اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہو
 مگر ابھی تک اُنکی اُس ذیہ تک سانی نہیں ہوئی جہاں سے ذوق اور شوق اور
 روحانی کیفیتوں کا آغاز ہوتا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کا تصوف
 جو اصلی اور حقیقی تصوف ہے کس مہر سی کے عالم میں پڑا ہوا ہے اور کوئی بندہ خدا اسکی
 اشاعت پر کمر ہمت باندھ کر مرد میدان بننا نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کا ایک بہت
 بڑا تعلیم یافتہ گروہ تصوف کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے سچین ہو رہا ہے مگر کسی
 خدا رسیدہ بزرگ کی اُن پر توجہ نہیں ہوتی اور کوئی شخص اس امر کی کوشش کرتا ہوا
 نہیں معلوم ہوتا کہ ان متلاشیان حقیقت کی پیاس کو بجھائے۔ اور اُن کو سمجھائے
 کہ تصوف کیا چیز ہے اور اسکی تحصیل کیونکر ممکن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زمانہ سلف کے
 بزرگوں نے تصوف پر نہایت بسوط کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بعض نہایت
 مدلل اور منقولات و معقولات سے مرصع ہیں۔ مگر یہ کتابیں زیادہ تر عربی زبان میں
 ہیں جنکو عام طور پر مہندوستان کے نئے تعلیم یافتہ سمجھ نہیں سکتے اور بعض نسخے

تو ایسے ہیں کہ آجکل کے لوگوں کو ان کے نام تک نہیں معلوم۔ دوسری زبانوں میں جو کتابیں ہیں وہ صرف منقولات اور ملفوظات سے لبریز ہیں کوئی کتاب ایسی نظر نہیں آتی جس میں منقولات اور معقولات دونوں چیزیں مجتمع ہوں۔ اور اگر کوئی کتاب ایسی ہو تو اسکی بھی لوگوں کو خبر نہیں۔ ہم منقولات اور ملفوظات کو بے وقعتی کی نظر نہیں دیکھتے بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ بغیر عمل کے کسی مسئلہ کی ہستی کا راز منکشف ہو ہی نہیں سکتا اور منقولات وغیرہ وہ چیزیں ہیں جسکا تعلق عمل سے ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی کمنا پڑتا ہے کہ عام طور پر عمل تحقیقات کا آخری ذیہ ہوا کرتا ہے پہلا ذیہ عقل ہے بغیر اس ذیہ کو طرکیہ ہوئے آخری ذیہ تک پہنچنا محال ہے۔ انسان کی فطرت کا تقاضہ یہی ہے کہ جب تک کوئی بات سمجھ میں نہ آجائے اسوقت تک اس پر عمل کرنے کے لیے وہ تیار نہیں ہوتا۔ الغرض کوئی ذریعہ ایسا نہیں نظر آتا جو نئے تعلیم تعلیم یافتہ حضرات کی تشکیل کر سکے۔ مگر یہ حضرات بھی ایک حد تک الزام سے بری نہیں ہیں۔ وہ یہ کہ ان لوگوں نے محض عقل کو تصوف جیسے دقیق اور روحانی مسئلہ کی تحقیق کا ذریعہ قرار دے رکھا ہے۔ اس سے ایک اچھہ بھی آگے بڑھنے کے لیے وہ تیار نہیں ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تصوف کی ماہیت اور وہ کیفیت جو عمل کے بعد پیدا ہوتی ہے محض دلائل عقلی سے ان پر عیاں ہو جائے۔ یہ بہت سخت غلطی ہے اور جب تک وہ اس غلطی کے شکار رہیں گے اسوقت تک وہ تصوف کی ماہیت کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ ایسے کہ اسکی ماہیت ایک کیفیت ہے جسکا تعلق ادراک سے ہے۔

اور قوتِ مدد کہ کو بجلی کرنے والی چیز عمل ہی عقل سے صرف تصوف کے اصول معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ پتہ چل سکتا ہے کہ آیا یہ اصول بنفسہ لپچھے ہیں یا نئے۔ قابلِ عمل ہیں یا محض لغو۔ آیا ان پر کاربند ہونے سے نفع کی توقع ہو سکتی ہے یا ضرر کی اس زیادہ کا کھوج لگانا عقل کے احاطہ امکان سے باہر ہے۔ لیکن اگر واقعات پر نگاہ ڈالی جائے تو ان لوگوں کو وہ باتیں بھی نہیں معلوم ہوتیں جو محض عقل کے توسل سے دریافت کی جاسکتی ہیں۔ اسلئے کہ اسلاف کی تصانیف سے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے ان کو کوئی مدد نہیں ملتی۔ ہے وہ خدا رسیدہ بزرگ جو آجکل موجود ہیں وہ اس جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتے۔ انجام کار تمام لوگ تصوف کی حقیقت تک پہنچنے سے مایوس ہو رہے ہیں اور امید قوی ہے کہ اگر یہی حالت قائم رہی تو انکی مایوسی میں روز بروز ترقی ہوتی رہے گی اور اگر ان کی سود را ز صوفی نا حضرت کی جو اس زمانے میں حشرات الارض کے طور پر نمودار ہوتے چلے جاتے ہیں پیداوار یوں ہی جاری رہی اور ان کی فصل کو ہمیشہ بہا رہی نصیب رہی تو وہ دن بہت جلد آجائے گا جبکہ لوگ تصوف کو ایک بازاری اور مہل شے سمجھ کر اس کی جانب سے منہ موڑ لیں گے اور اس مسئلہ پر گفتگو کرنا بھی ایک فعلِ عبث خیال کرنے لگیں گے ان لوگوں نے تصوف کو فرمیں کا راز بنا رکھا ہے اور اسکو اپنی زلفِ پیچا میں ایسا اُبجھا رکھا ہے کہ اس گتھی کا سلجھانا بھی طلسمِ موشِ ربا کی فتح سے کم نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ میرے یہ الفاظ نہایت دل آزار خیال کیے جائیں گے مگر جو لوگ

حقیقت شناس اور حق پسند ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ حق بیانی کو ہمیشہ دل آزاری کا نفرت انگیز جامہ نصیب ہوتا ہے۔ تاہم میرے ان الفاظ سے یہ نہ تصور کرنا چاہیے کہ میں تمام گیسو دراز صوفی صورت حضرات کو اس خرابی کا ذمہ دار قرار دیتا ہوں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس بیان میں استثنے کی بھی گنجائش ہے۔ اور ان حضرات میں ایسے بزرگ بھی گزرے اور اب بھی موجود ہیں جنھوں نے ایسے مدارج طریقہ کے ہماری فہم و ادراک کی رسائی وہاں تک ناممکن ہے۔

العرفان ایسی ناگفتہ بہ حالت میں مخدومی و مکرری جناب لانا محمد زید رحمان فتح الہی کی کتاب **العرفان** کا شائع ہونا عین ہماری خوش نصیبی ہے اور یہ محض امداد غیبی ہے کہ مولانا صاحب موصوف کو اس بے بسی کی حالت میں ہماری ہنوائی اور ہدایت کا خیال ہوا۔ اور ایک ایسی جامع و مانع کتاب جو تصوف کو اس کی اصلی صورت میں پہلک کی مشتاق نگاہوں کے سامنے پیش کرے عالم وجود میں آئی اور ہمارے لیے چراغ ہدایت ہوئی۔ کتاب مذکور جناب مولانا صاحب موصوف کی مختلف تحریرات کا مجموعہ ہے اور آپ کے تجرُّدِ قادر البیانی اور تقدس کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ ہر خیال بحر حقیقت کا ایک بے بہا موتی ہے اور ہر نقطہ شاہد عرفان کے خدِ لربا کا جانتانِ خال ہے۔ یہ تحریریں نہیں ہیں بلکہ معرفتِ الہی کا گلزار ہے جسکی سیر کرنے سے ایک عجیب کیفیت و محویت پیدا ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ خود شناسی خدا شناسی کے خوش رنگ اور سد بہار پھولوں سے اگر کوئی شخص اپنا دامن پر کرنا چاہے

تو وہ اس چمن کی ضرور سیر کرے اور اس گلشن کے عندلیبوں کے نغمہ اے ولسو
کو گوبوش دل سنے۔ تصوف کے اہم اور نازک مسئلے جس وضاحت اور خوبی کے ساتھ
ان تحریروں میں بیان کیے گئے ہیں انھیں دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے اور سمجھ میں
نہیں آتا کہ وہ امور جبکا تعلق روحانی کیفیتوں سے ہے اور وہ باریک باتیں جو روح
انسانی کی حقیقت سے تعلق رکھتی ہیں اس قدر صفائی کے ساتھ احاطہ تحریر میں کیونکر
آسکیں۔ اور اُس پر طرہ یہ کہ کوئی نکتہ۔ کوئی بات چھوٹی نہیں اور جبکا ذکر کیا گیا اُن میں سے
کوئی نکتہ ایسا نہیں کوئی بات ایسی نہیں جو فلسفہ۔ سائنس۔ اور تمام قدیم و جدید
علوم کی روشنی سے منور نہ ہو۔ اور بڑی خوبی تو یہ ہے کہ ہر تحریر کلام پاک کی کسی ایک
آیت سے شروع ہوئی اور کسی دوسری آیت پر ختم ہوئی ہے۔ اور بجائے اسکے کہ کلامِ محمد
کی آیتوں کو فلسفہ و سائنس کے اصول پر منطبق کیا جائے ان تحریرات میں فلسفہ و
سائنس کے اصول کو کلامِ الہی کی آیتوں پر چسپان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور
نہایت حسن خوبی کے ساتھ کی گئی ہے۔ جو لوگ جو ہر شناس ہیں وہ خوب جانتے ہیں
کہ انسان کی قابلیت اور تجربہ کا یہ ایک بُر دست ثبوت ہے کہ وہ مذہب کو معیار قرار دے
اور دوسری چیزوں کی اُس معیار کے ساتھ تطبیق کرے نہ کہ دوسری چیزوں کو مذہب
کے پرکھنے کی کسوٹی قرار دے۔ جو لوگ صاحبِ درایت ہیں اور مذہب کی حقیقت کو
جانتے ہیں اُن سے کبھی بھی ایسی لغزش ظہور پذیر نہیں ہوتی۔

خلاصہ کتاب جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جو

مختلف اوقات میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور گو کہ ان کے عنوان مختلف ہیں مگر سب کا موضوع ایک ہی ہے یعنی تصوف اور اس مسئلہ پر مختلف پیرایوں میں روشنی ڈالی گئی اور تصوف کے ہر پہلو پر نہایت مدلل بحث کی گئی ہے۔ اس مجموعہ کے دو حصے ہیں ایک نثر دوسرا نظم حصہ نثر آٹھ مضامین پر مشتمل ہے جنکی سرخیان حسب ذیل ہیں۔

(۱) الموت (۲) ہدیہ مرغوب (۳) حب وطن (۴) نور دل (۵) تحفہ درویش (۶) ذکر رسول (۷) نجات السکوت (۸) نور عشق۔

”الموت“ کا موضوع یا د موت ہے۔ اکثر لوگوں کا قول ہے کہ موت کی یاد زندگی کے کاروبار میں رخنہ انداز ہوتی ہے۔ اور ایام زندگی کا لطف جاتا رہتا ہے۔ موت کا خیال دل میں شگفتگی۔ فرخ حوصلگی اور آزادی نہیں پیدا ہونے دیتا۔ اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ نہ تو موت کی یاد میں منہمک ہونا چاہیے اور نہ اس سے غافل بلکہ اسکی یاد کو حالت اعتدال پر رکھنا چاہیے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ نہ تو زندگی کی لذتوں میں بہکنا چاہیے اور نہ یاد موت میں۔ دونوں چیزوں کو اعتدالی حالت پر قائم رکھنا چاہیے جب ہی ہم اپنی زندگی کے مقصد کو پورے طور پر انجام دے سکتے ہیں۔ مگر زندگی کا اصل مقصد اسوقت تک انجام نہیں پاسکتا جب تک کہ انسان کو خداوند تعالیٰ کے وجود اور اپنی آئندہ زندگی کا پختہ یقین نہ ہو اور اسی کو ایمان کہتے ہیں۔ اور اس یقین کے سبب اُس کے دل میں خوف ورجا کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ پس ایمان کا ہونا نہایت ضروری ہے اور جس قدر

خوف ورجا کی حالت تازہ رہے گی اتنا ہی ایمان کو استحکام ہوگا اور اس حالت کو تازہ رکھنے والی شے یہی ہو کہ ہم موت کی یاد اور لذائذ دنیا کے خیال کو اعتدالی حالت پر رہیں۔ ”ہدیہ مرغوب“ اس مضمون کا مرکز توبہ ہے۔ اول اسمین عقل کی قسمین بیان کی گئی ہیں اور انکی تشریح کی گئی ہے۔ اسکے بعد عقل کے فرائض کا نہایت فصاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا اور یہ دکھایا گیا ہے کہ عقل کا اصلی فرض یہ ہے کہ خالق - مخلوق - باقی و فانی - قوی و مجبور اور مبدع و معاد سے آگاہی حاصل ہو۔ اور جب ان امور سے آگاہی ہو جائے گی اسوقت لازمی طور پر قوی و باقی و خالق کی برتری ہم پر روشن ہو جائے گی اور اسکے بعد ہم اس امر کی تحقیق میں کوشاں ہوں گے کہ جس نے ہم کو پیدا کیا اُس نے ہماری پیدائش کا اصل مقصد کیا قرار دیا ہے یعنی ہمارے فرائض کیا ہیں اور جب ہم کو اپنے فرائض معلوم ہو جائیں گے اسوقت اگر ہم سے کوئی فعل خالق کے منشاء کے خلاف سرزد ہو تو ہم کو اپنی گذشتہ حرکت سے شرمندگی ہوگی اور ہم معافی کے خواستگار ہو کر آئندہ ایسے فعل سے بچنے کا تہیہ کریں گے اور اس تہیہ کا نہایت بہت طریقہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ہم اس امر کا وعدہ کر لیں کہ آئندہ ایسے فعل کے مرتکب نہ ہوں گے اور اسی کو توبہ کہتے ہیں۔ اسکے بعد توبہ کے مدارج تصوفانہ نقطہ خیال سے نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

”حب وطن“ اس مضمون میں تصوف کے مرکزی مسئلوں پر بحث

کی گئی ہے جو دشنامی خدا شناسی - اپنی موجودہ ہستی اور اپنے اصلی مستقبل جاننے پر

یہ نہایت ہی مدلل اور کیفیت پیدا کرنے والا مضمون ہے۔

”نور دل“۔ اس مضمون میں آیت امانت کی وضاحت کی گئی ہے اور

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج علیا نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

”تحفہ درویش“۔ اس معرکہ الآرا مضمون کے تین حصے ہیں حصہ

اول میں صرف ارباب تصوف سے خطاب کیا گیا ہے اور انکی اصلاح و نظر رکھی گئی ہے

گویا یوں کہنا چاہیے کہ اس حصے میں اپنے گھر کے لوگوں اور خویش و اقارب سے باتیں

کی گئی ہیں۔ اس میں ہندوؤں کا یوگ و دیا (علم باطنی)، اور اسکی صہطلاحات بیان کی گئی

ہیں۔ تصوف کے مدارج اور اسکی حقیقت پر نہایت زبردست بحث کی گئی ہے اور یہ بھی

بتایا گیا ہے کہ لفظ ولی کا اطلاق کس پر ہو سکتا ہے۔ اس حصے میں منقولات اور شریخیالات

سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ حصہ دوم میں ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو تصوف

کے دائرہ سے باہر ہیں اور اُس پر کتہ چینی کی نظر ڈالتے ہیں۔ گویا اس حصے میں

غیروں سے باتیں کی گئی ہیں۔ یہ حصہ حیرت انگیز معقولات سے مصع و لمبریز ہے

اس حصے کی خوبی احاطہ بیان سے باہر ہے۔ حصہ سوم میں وجود واجب۔ توحید۔

عالم آخرت۔ ابدیت روح۔ خیر و شر۔ قضا و قدر کے مسئلوں پر بحث کی گئی ہے اور

یہ بحث عجیب و غریب اور قیامت خیز دلائل سے پُر ہے۔ مادہ کی بھی نہایت مدلل

طور پر تردید کی گئی ہے۔

ذکر رسولؐ۔ اس میں اول مذہب کی صداقت اور ضرورت دکھائی گئی
 ہے۔ اسکے بعد نبوت کی حقیقت اور اسکی ضرورت پر بحث کی گئی ہے۔ بعد ازاں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کے حالات زندگی بالتفصیل اور
 بالتوضیح بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں خاص قابل قدر بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ
 کے تمام حالات صحیح احادیث سے اخذ کیے گئے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے
 زیادہ مستند آپ کی کوئی سوانح عمری نہیں ہو سکتی۔ اسلئے کہ آپ کے صحیح حالات
 کا مخرج سوائے احادیث کے کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں
 نے علم الرجال کا ایسا عجیب و غریب علم ایجاد کیا ہے کہ احادیث کی صحت کا
 اندازہ کرنے میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی اور یہ علم مسلمانوں کی خاص ملکیت ہے
 جس میں کسی غیر قوم کا حصہ نہیں ہے اور نہ دنیا کے پرے میں کہیں یہ علم ہے۔
 اسکی وجہ سے دنیا کے اور اہل علم پر مسلمانوں کو ایک مخصوص فوقیت حاصل ہے
 جو ان کا خاص حق ہے۔ پس مولانا صاحب نے اس معاملے میں خاص جدت
 سے کام لیا ہے اور یہی وہ لاجواب خوبیاں ہیں جنھوں نے آپ کی تحریروں میں
 جادو کا اثر پیدا کر رکھا ہے جو حضرات محفل میلاد منعقد کرتے ہیں ان کے لیے اس
 کتاب کا یہ حصہ ایک نہایت ہی نادر تحفہ ہے جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا اخلاقی پہلو دکھایا گیا ہے وہاں پر راست بازی اور استقلال پر خصوصیت
 کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ اور اگر غور کر کے دیکھا جائے تو فی الحقیقت یہی دو چیزیں

انسانی زندگی کا مرکز ہوتی ہیں۔

”نجات السکوت“ اس مضمون میں وحدت وجود۔ بے ثباتی دنیا اور دنیا و دین کے مسائل پر بحث کی گئی ہے اور یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ آیا ظاہر و باطن میں مغایرت ہے یا نہیں۔

”نور عشق“ اس مضمون میں مسئلہ وحدت وجود کی تحقیق کی گئی ہے۔ اور عشق و عاشقی کے مابین علیا بیان کیے گئے ہیں۔ انسان کامل کی جامعیت و قربت پر بحث کی گئی ہے مشائخ کے بعض اقوال کی تشریح کی گئی ہے شیخ کامل کی شناخت بتائی گئی ہے۔ انکی متابعت کی ترغیب و تحریص کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے۔ اس مضمون میں ۴۲ مستند و مبسوط کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

حصہ نظم بھی مختلف سرخیوں میں منقسم ہے مگر سب کا موضوع تصوف ہی خصوصاً

۱۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اس مجموعہ کا موضوع تصوف ہے۔ لہذا یہاں اس بات کی توضیح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تصوف کی جامع تھی اور آپ ہی تصوف کے آفتاب تھے۔ علاوہ ازیں ارباب تصوف کے لیے آپ کی محبت جزو لاینفک ہے۔ بغیر محبت رسولؐ معراج تصوف حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسے کہ ہمارے اور ہمارے خالق کے درمیان اگر کوئی زبردست رشتہ ہے تو وہ آپ ہی کی ذات بابرکات ہے۔ پس جو شخص عرفان کے پُر صعب رستے میں قدم رکھنا چاہتا ہو اسکو چاہیے کہ وہ پہلے فنا فی الرسول ہو۔ جہی فنا فی اللہ ہونے کی اسکو اُمید ہو سکتی ہے۔ ایسے آپ کی محبت نہایت ضروری ہے اور آپ سے محبت پیدا کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے کہ آپ کا اتباع کیا جائے اور آپ کے حالات زندگی سے روشنی لیکر ہم اپنی زندگی کو سدھار لیں۔ اور جو شخص آپ کی زندگی کی تقلید کرے گا اگر اسکو تصوف کا حیا ل بھی نہ ہو جب بھی وہ اپنے کو تصوف کے بلند ترین نیشے پر پائے گا۔ آپ کی زندگی کے حالات میں شے بے شے اسرا پر نہاں ہیں اور آپ کی زندگی بجا سہ خود ایک بہت بڑا فلسفہ ہے بلکہ تمام علوم اور فلسفوں کا مغز اور لب لباب ہے ۱۲

وہ کوائف جبکا تعلق حال اور عرفان سے ہے۔

یہ کتاب بحیثیت ظاہری تو محض کاغذ اور روشنائی کی ایک اجتماعی صورت ہے مگر حقیقتہً سچائی اور عرفان کا ایک دریا ہے جو بہتا چلا جا رہا ہے۔ اسکے پڑھنے سے ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جو لوگ درحقیقت کے متلاشی ہیں انکو چاہیے کہ اس دریا میں غوطہ لگائیں اور اپنے دامن مقصود کو سچائی کے بیش بہا موتی سے پر کریں

طرز بیان ہر تحریر کا طرز بیان نرالا اور ایک دوسرے سے جداگانہ ہوتا ہے۔ مثلاً جو کتب تاریخ کا طرز بیان ہوتا ہے وہ کتب یا ضی کا نہیں ہوتا۔ جو کتب ادبیہ کا طرز بیان ہوتا ہے وہ کتب طبیہ کا نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس ان تحریرات کا بھی جبکا موضوع انسان کی باطنی اور روحانی کیفیتیں ہوتی ہیں ایک مخصوص اور نرالا انداز ہوتا ہے مگر اس خصوصیت کو خال خال لوگوں نے مد نظر رکھا ہے اور بہت کم لوگوں نے اسکی وقعت اور اہمیت کو سمجھا ہے۔ لہذا جن حضرات کو ایسی کتابوں کے مطالعہ کا تجربہ ہو گا جن کا موضوع انسانی دماغ یا روح یا دقیق مسائل کی تحقیق رہی ہو وہ مولانا صاحب کی اس جدت کی داد دینے بغیر نہیں رہ سکتے جو ان کے طرز بیان کی ایک نمایان خصوصیت ہے۔ جن مضامین کا کتاب ہذا مجموعہ ہے ان کا تعلق نہایت دقیق۔ نازک اور پیچیدہ مسئلوں سے ہے اور ایسے مضامین کے طرز بیان کا نقص تقریباً ہر مصنف کی تحریر میں پایا جاتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی۔ مشرقی ہو یا مغربی اور جو لوگ اس عالمگیر نقص سے مستثنیٰ ہیں انکی تعداد ایک ہزار میں ایک یا دو سے

زیادہ نہیں ہے۔ عام طور پر مصنفوں کا اصول ہے کہ جب وہ لسی ایسے مضمون پر تسلیم اٹھاتے ہیں جس کا تعلق دماغی یا روحانی حالت سے ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ باریک اور دقیق باتوں کا ذکر کرتے ہیں جبکہ ہکوبراہ راست احساس یا علم نہیں ہوتا بعد ازاں وہ رفتہ رفتہ اُن کیفیتوں کے بیان تک پہنچتے ہیں جو اول الذکر کیفیتوں کے مجموعہ کا نتیجہ ہوتی ہیں اور جبکہ ہکوبراہ راست علم ہوتا ہے یا جبکہ احساس کو کسی امتیازی کیفیت یا خصوصیت کی وجہ سے ہم دوسرے احساس سے مختلف سمجھتے ہیں اور اس اختلاف کو بھی ہم جانتے ہیں۔ یا بہ الفاظ دیگر یوں سمجھنا چاہیے کہ مذکورہ بالا مصنف پہلے کسی کیفیت کے دقیق اور باریک اجزاء کو بیان کرتے ہیں اسکے بعد بتدریج اُس مسلم کیفیت کو بیان کرتے ہیں اِس طرز تحریر سے سخت خرابیاں اور دقیقین پیدا ہوتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں ناظرین کی سمجھ میں نہیں آتیں اور جو آتی ہیں وہ بھی بدقت تمام۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کی فطرت نہایت ہی پیچیدہ و گہری واقع ہوئی ہے اور اسکے اندر بیشمار باتیں ایسی ہیں جبکہ ہکوبراہ احساس اور علم نہیں ہوتا البتہ ہم کو جو کچھ علم یا احساس ہوتا ہے وہ ہماری فطرت کی مجموعی حیثیت کا ہوتا ہے۔ یہ نہایت ہی قابل غور مسئلہ ہے اور امید ہے کہ ناظرین خود اپنی مختلف حالتوں اور کیفیتوں پر غور فرما کر اس بیان کی تصدیق فرمائیں گے۔ اور اگر وہ ہماری اس استدعا پر توجہ فرمائیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ خواہ محبت ہو یا نفرت۔ غصہ ہو یا رحم۔ رنج ہو یا خوشی تکلیف ہو یا آرام۔ ان تمام کیفیتوں کی محض مجموعی حیثیت کو ہم محسوس کرتے ہیں

ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کے اجزاء کا ابتداء سے انتہا تک ہر کو مطلق احساس ہی نہیں ہوتا۔
 ضرور ہوتا ہے۔ اگر ان اجزاء کا احساس نہ ہو تو مجموعی حیثیت کو بھی ہم محسوس نہیں کر سکتے
 ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ان اجزاء کا احساس ہر کو فرداً فرداً متوجہ نہیں کرتا اور نہ ہم
 اُس کو اپنے دماغ کے سامنے لا سکتے ہیں۔ ہر کو محض اُنکی مجموعی کیفیت متوجہ کرتی ہے اور
 اُسی کی صورت ہمارے دماغ کے روبرو آسکتی ہے۔ پس جب مسلمات کا ذکر ہمارے
 سامنے پہلے کیا جاتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ کہنے والا کہہ کیا رہا ہے اور اگر اسکے بعد وہ
 اُن کے اجزاء کا بیان کرتا ہے تو ہمارا دماغ اسکے بیان کے ہر قدم کے ساتھ رہتا ہے
 اور آخر تک ساتھ دیتا چلا جاتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا جاتا ہے ہم بھی سمجھتے جاتے ہیں۔
 چنانچہ مولانا صاحب کے طرز بیان کی بھی یہی خوبی ہے اور جو انداز تحریر انھوں نے
 اختیار کیا ہے وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت مرغوب اور موزون ہے۔ چنانچہ
 ہر تحریر میں سب سے پہلے انھوں نے موٹی۔ عام فہم اور نمایان باتیں بیان کی ہیں
 اور جن روحانی کیفیتوں کا ذکر کیا ہے سب سے پہلے اُنکی مجموعی حالت کو ناظرین
 کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسکے بعد اُنکے اجزاء اور دقیق و باریک باتوں سے بحث
 کی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مولانا صاحب نے اس معاملہ میں کمال جدت کا اظہار فرمایا ہے
 اور اُنکی یہ جدت نہایت قابل قدر ہے۔

مقدمہ ہذا کی علت غائی [اس قدر لکھنے کے بعد یہ واضح کر دینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے]
 کہ اس مقدمہ کے لکھنے کا اصل مقصد یہ نہیں ہے کہ کتاب ہذا کا خلاصہ درج کیا جائے

اور اُسکے نکات کی تشریح اور تفسیر کی جائے بلکہ جو خلاصہ اوپر دیا گیا ہے وہ بھی ناکافی ہے اور محض ضمننا درج مقدمہ کیا گیا ہے۔ اس مقدمہ کی علت غائی صرف یہ بتانا ہے کہ اس مجموعہ کو ضرور پڑھنا چاہیے اور نہایت خوض و انماک کے ساتھ پڑھنا چاہیے اس لیے کہ تصوف کا جاننا محض دائرہ معلومات کا وسیع کرنا نہیں ہے بلکہ ضروریات زندگی میں سے ہے اور اسی پر مقصد زندگی کے انجام کا دار مدار ہے و نیز اس کا حاصل کرنا انسان کی عین فطرت کا تقاضہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ اس مقدمے میں اُن حضرات سے خصوصیت کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے جو تصوف کو محققانہ نظر سے دیکھنا اور اسکی حقیقت کی جانچ پڑتال کرنا چاہتے ہیں

تصوف کی ضرورت

انسان کی ہستی تصوف کی ضرورت اُسوقت تک نہیں معلوم ہو سکتی جب تک کہ انسان کو اپنی زندگی کا مقصد نہ معلوم ہو جائے۔ مگر انسانی زندگی کے مقصد کا اُس وقت علم ہو سکتا ہے جب انسان اپنی ہستی پر ایک عمیق نگاہ ڈالے۔ پس سب سے پہلے ہم کو یہ بیان کرنا ہے کہ انسان ہے کیا چیز۔ انسان کی ہستی دو حصوں میں منقسم ہے ایک کو وجود ظاہری کہتے ہیں اور دوسرے کو وجود باطنی۔ وجود ظاہری کو جسم کہتے ہیں وجود باطنی کو روح۔ جسم کے بھی دو حصے ہیں ایک بیرونی اور دوسرا اندرونی بیرونی یا سطحی تو وہ ہے جسکو انسان دیکھ یا چھو سکتا ہے مثلاً ہاتھ۔ پانوں۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ

اندر ونی وہ ہر جسکو وہ دیکھ سکتا ہو اور نہ چھو سکتا ہو مثلاً دل گردہ یا گوشت کے اندر کی رگیں۔ ہڈیاں وغیرہ۔ اسی طور پر روح یا وجود باطنی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کو روح حیوانی یا قوت بہیمی کہتے ہیں۔ دوسری کو روح انسانی۔ دماغ یا قوت ملکوتی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ روح حیوانی جذبات و خواہشات کا منبع ہے اور محض ترکیب جسمانی کا نتیجہ۔ روح انسانی وہ قوت ہے جو ترکیب جسمانی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ جسم کے ترکیب پانے کے بعد اسکے اندر داخل ہوئی ہے۔ روح انسانی یا قوت ملکوتی ایک خارجی اور بالاشیہ جو جسم مادی کو اپنا مسکن بناتی ہے۔ اسکے تصرفات جسم پر جاری ہیں اور جسم کے اعضاء و جوارح کے ذریعہ سے اپنی ہستی کا اظہار کرتی ہے۔ اسکے قیام و دوام کا انحصار اس مادی جسم کے قیام پر نہیں ہے۔ یہ اس جسم کی محتاج نہیں بلکہ آزاد ہے اور اس سے علیحدہ رہ کر بھی قائم رہ سکتی ہے۔ رہا یہ کہ یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ روح انسانی ایک بالائی اور خارجی ہستی ہے۔ اور جسم عنصری سے علیحدہ ہو کر قائم رہ سکتی ہے تو اسکا بیان آگے آئے گا۔ مگر یہ سوال کہ اسکو جسم کے اندر آنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور کیوں جسم کے ذریعہ سے اپنی ہستی کا اظہار کرتی ہے تو یہ سوال اس موقع پر بے محل ہے اسلئے کہ تصوف کا تعلق محض ہماری موجودہ حالت اور اسکے آئندہ تغیرات سے ہے۔ اور ہماری موجودہ حالت یہ ہے کہ ہمارے جسم کے اندر روح انسانی موجود ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اگر انکار کرے تو اسکا انکار خود روح کے موجود ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انکار خیال کی ایک قسم ہے اور خیال کرنا

صرف روح انسانی کا فعل ہے۔ پس اس مقدمہ میں متذکرہ بالا بحث کی مطلق گنجائش نہیں۔ ہاں تو روح انسانی نہ تو جسم کا نتیجہ ہے اور نہ قوت بہمی کا۔ یہ ان دونوں سے بالاتر ہے۔ اور ارادہ کرنا۔ غور و فکر کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ معلوم کرنا۔ نتیجہ اخذ کرنا۔ مختلف معلومات اور محسوسات میں تمیز کرنا۔ رحم و عدل کرنا۔ ترتیب و نظام پیدا کرنا یہ سب اسی کے مختلف افعال کے نام ہیں۔ یہی وہ قوت ہے جسکو شخصیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہی وہ ہستی ہے جسکو انسان حقیقی کہتے ہیں۔ اسکی کیفیتیں اور خاصیتیں لامتناہی ہیں اور جس جسم سے اسکا تعلق ہوتا ہے اس کے اندر یہ محدود نہیں ہوتی بلکہ جسم سے اسکا تعلق مثل راکب اور مرکب کے ہوتا ہے۔ اور گو کہ جسمانی ذرائع سے اس کے افعال کا اظہار ہوتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ان ذرائع کی محتاج بھی ہے۔ بلکہ جسم سے علیحدہ اور جسمانی ذرائع کے بغیر بھی وہ کام کر سکتی ہے اور کرتی ہے۔ منجملہ ان افعال کے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روح کا دوسری روح سے تصادم ہوتا رہتا ہے۔ اور اس تصادم کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دو انسان ایک دوسرے کے قریب موجود ہوں بلکہ سیکڑوں کو س کے فاصلہ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ ایسے موقعوں پر روح جسمانی ذرائع کی پروا نہیں کرتی بلکہ جسمانی ذرائع خود عاجز اور قاصر رہتے ہیں جو لوگ اخباروں اور رسالوں میں وزائے ٹیلی فون

ان اوقات کو دیکھ کر حیرت کر کے بیٹے بیٹے مادہ پرستوں اور فلسفیوں کے بھی چھکے چھوٹ گئے ہیں اور مجبوراً

اب انھیں یہ کہنا پڑا ہے کہ دماغ کا فعل دماغ ہی جان سکتا ہے اور ضرور جان سکتا ہے ۱۲

(TelePathy) کے واقعات پڑھتے رہتے ہیں وہ اسکی بخوبی تصدیق کر سکتے ہیں۔ علاوہ اسکے خود جسم کے ذریعہ سے اسکے جو افعال صادر ہوتے ہیں انکی بھی کوئی حد و غایت نہیں۔ کبھی تو جسم پر حکومت کرتی ہے۔ کبھی خاموشی کے ساتھ سیر کرتی ہے اور اعضا و جوارح جو کام اپنی مرضی سے کرتے ہیں انکا تماشہ دیکھتی ہے۔ مگر جب ان سے کوئی گستاخی سرزد ہوتی ہے یا وہ کسی ایسے فعل کے مرتکب ہوتے ہیں جو اسکی مرضی کے خلاف ہوتا ہے فوراً انکو سزا دیتی ہے اور تا حکم ثانی انکو آئندہ کے لیے ایسے حرکات سے روک دیتی ہے کبھی تو اپنے مادی خدام کی ہمت اسقدر بلند کر دیتی ہے کہ مشکل سے مشکل اور خطرناک سے خطرناک کام کو وہ انجام دیدیتے ہیں کبھی انکی ہمت کو اس درجہ بہت کر دیتی ہے کہ ادنیٰ کام سے بھی وہ جان چڑانے لگتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہماری زندگی کا لحوہ لحوہ اسکی نیرنگیوں کی شہادت دینے کے لیے تیار ہے۔

تحقیقات ہستی کی انتہا متذکرہ بالا امور کے بیان کرنے سے غرض یہ تھی کہ انسان کی ہستی معلوم ہو جائے اسلئے کہ کسی شے کا مقصد دریافت کرنے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ پہلے اسکی حقیقت اور ہستی معلوم کی جائے ورنہ اس کے مقصد کی یہ نہایت چل سکتا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کسی شے کی ہستی یا اسکی حقیقت کس تک یافت ہو سکتی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حقیقت یا ماہیت کی دو قسمیں ہیں ایک تو ماہیت اعتباری اور دوسری ماہیت حقیقی کسی شے کی ماہیت حقیقی اسکی مرکزی قوت کا نام ہے۔ جو اس شے کے اندر موجود ہوتی ہے اور ان تمام خواص اور اجزا کو مجتمع کیے رہتی ہے جو

بحیثیت مجموعی شے یا چیز کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ یہ قوت احاطہ بیان میں نہیں آسکتی۔ مگر شکل تو یہ ہے کہ اگر اس ماہیت کو مد نظر رکھ کر ہم تحقیقات کرتے ہیں تو پھر موجودات میں کوئی تفریق نہیں باقی رہ جاتی اور بلحاظ ماہیت حقیقی تمام اشیا اور تمام موجودات ایک نظر آتے ہیں۔ اسلئے کہ جس قوت کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ تمام موجودات میں ایک ہی ہے۔ خواہ وہ آفتاب میں ہو یا مانتاب میں۔ خشکی میں ہو یا تری میں۔ گرمی میں ہو یا سردی میں۔ سختی میں ہو یا نرمی میں۔ سب میں ایک ہی Or ganizing principle ہے۔ مثلاً آفتاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی قوت ہے جو روشنی۔ گولائی۔ گرمی۔ بلندی اور ان سب کے افعال و تاثرات وغیرہ وغیرہ کو مجتمع کیے ہوئے ہے اور انہیں ایک انتظام پیدا کیے ہوئے ہے۔ مانتاب خشکی۔ تری وغیرہ میں بھی ہم کو یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ لہذا لامحالہ ہکومتا پر تا ہے کہ جو قوت آفتاب میں ہے وہی مانتاب میں بھی ہے اور وہی خشکی۔ تری۔ سردی۔ گرمی۔ نباتات۔ جادات حیوانات میں بھی۔ اور یہی وہ قوت ہے جسکو ہم قانون قدرت کہتے ہیں مگر قانون قدرت بھی فعل ہے ایک دوسری قوت کا جو اس سے بدرجہا زبردست ہے بلکہ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ قانون قدرت اس قوت کا صرف ایک کرشمہ ہے پس ہر شے کی ماہیت حقیقی قانون قدرت ہے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انسان حقیقی کی ماہیت حقیقی قانون قدرت نہیں ہے بلکہ قانون قدرت جس قدرت کا فعل ہے وہی قوت انسان حقیقی کی ماہیت حقیقی ہے۔ اسلئے کہ انسان میں نقل و ارادہ وغیرہ کی قوتیں

موجود ہیں اور قانون قدرت میں یہ قوتیں نہیں موجود ہیں بلکہ وہ خود کسی دوسری قوت کا ارادہ ہے اور یہ وہی قوت ہے جسکو ہم خدا کہتے ہیں اور چونکہ انسان میں تعقل ارادہ وغیرہ ای قوتیں محدود اور مجبور ہیں لہذا انسان حقیقی اور اسکی ماہیت حقیقی میں سایا و جسم کا تعلق ہے اسلیے کہ روح انسانی اپنی ماہیت حقیقی کے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔

اب رہی ماہیت اعتباری تو یہ کسی شے کے خواص و اجزاء کے مجموعہ کا نام ہے۔ مگر عجیب مجموعہ ہے۔ یہ ایک اثر ہے جسکا مرکز ہر جگہ ہے مگر محیط کہیں بھی نہیں اور یہی حالت ادنیٰ سے ادنیٰ اثر سے بڑی سے بڑی شے میں یکساں طور پر موجود ہے۔ نہ تو اس مجموعہ کی کہیں حد ہے اور نہ اسکے اجزاء کی انتہا۔ آپ ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز اٹھا لیجیے اور اسکے متعلق سوالات کرنے شروع کیجیے۔ ایک ذرہ جو آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے اسی پر تجربہ کیجیے اور دریافت کیجیے کہ یہ کیا ہے۔ اسکی چمک کیا ہے۔ اسکی چوڑائی کیا ہے۔ اسکا طول کیا ہے۔ اسکا وزن کیا ہے۔ آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس حقیر سی شے کے متعلق بے انتہا کیا پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور آپ خود عاجز و کجائیں گے مگر کیا کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ جب دیگر اشیاء کے خواص اور اجزاء کے دریافت کرنے میں ہم اسقدر قاصر ہیں تو انسان کی ماہیت اعتباری کو بحیثیت کلی دریافت کرنا تو بالکل ہی ایک خیال خام ہے۔ پس انسان کی ماہیت اعتباری کی جو چند باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں وہ ایک بحرِ خفا کے چند قطروں سے زیادہ نہیں ہیں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا کہ چونکہ ہم کسی شے کی ماہیت حقیقی کو بیان نہیں کر سکتے اور ماہیت اعتباری پر

حاوی نہیں ہو سکتے لہذا ہم کسی شے کی حقیقت جاننے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ یہ خیال سراسر غلط ہے بلکہ جس شخص نے سو گز لابی رسی کو پکڑ لیا تو گو کہ اُس کے ہاتھ میں چند انچ سے زیادہ رسی نہیں ہو مگر اُسکی بابت یہی کہا جائے گا کہ اُسنے اُس رسی کو پکڑ لیا اور اُس سے واقف ہو گیا۔ لہذا جو کچھ مشتے نمونہ از خروائے او پر بیان کیا گیا ہے وہ انسان کی ہستی کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ اور اس سے ہم یہ پتہ چلا سکتے ہیں کہ اس ہستی کا مقصد کیا ہے۔

مقصد دریافت کرنے کا طریقہ اس موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی شے کی ہستی دریافت کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اُسکا صحیح مقصد بھی دریافت کر لیں۔ یہ اعتراض نہایت درست ہے مگر میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ کسی شے کی ہستی یا حقیقت جان لینے سے ہم ضرور اُسکا اصلی مقصد بھی دریافت کر لیں گے۔ ہمارے سامنے ایک پھول پڑا ہوا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی پتیاں نہایت ملائم ہیں اور انکا مزہ تلخ ہے۔ اور اگر ان کو میسکر کوئی شخص پی لے تو کوئی خاص مرض بھی دفع ہو سکتا ہے۔ اسکی صورت نہایت دلفریب ہے۔ خوشبو نہایت خوشگوار ہے۔ مگر ان باتوں کے دریافت کرنے سے یہ صحیح طور پر نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس کے کھلنے کا اصلی مقصد کیا تھا اور ہمارے سامنے کس مقصد سے پڑا ہوا ہے۔ لہذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی شے کی ہستی یا حقیقت سے واقف ہو جانے کے بعد ہم اُسکا مقصد دریافت کر سکتے ہیں تو اسکا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ اُس شے کے متعلق جب قدر مقاصد انسان کے ذہن میں آسکیں اُن سب سے وہ غور

و فکر کرے اور اُنکا ایک دوسرے سے مقابلہ و موازنہ کرے اور جو مقصد بہترین اور حسن
 و فضل معلوم ہو اُسکو اس شے کی ہستی پر چسپان کرے اور دیکھے کہ اُسکے مطابق ہوا نہیں آیا
 اُس کے انجام دینے کی اُس شے میں قابلیت موجود ہے یا نہیں۔ صرف مطابقت اور اُس شے
 کی قابلیت کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ مگر مطابقت کے بھی ہر پہلو پر غور کر لینا چاہیے یعنی مقصد و حیثیت
 شے کی ہستی کی قابلیت کے لحاظ سے جامع اور مانع ہونا چاہیے۔ نہ تو اسکی حیثیت یا استعداد سے کم ہو
 اور نہ زیادہ۔ مثلاً ایک انجن جس میں اسٹیم بھرا ہوا ہو اور ہم نہیں جانتے کہ اس اسٹیم کی مقدار
 میں کتنی دور جانے کی قابلیت ہے۔ مگر ہم خیال کر لیں کہ یہ اسٹیم انجن کو پانچ میل تک
 لیجا سکتا ہو اور اُس انجن کو ہم چلا لیں۔ پس اگر پانچ میل طے کرنے کے بعد اسٹیم باقی رہ جائے
 تو جان لینا چاہیے کہ اس میں پانچ میل تک جانے کی قابلیت تو ضرور موجود تھی مگر محض
 پانچ میل کا سفر اسکی قابلیت اور حیثیت سے کم ہے۔ لہذا اُسکو چاہیے کہ اُس انجن کو اور
 آگے بڑھائیں لیکن اگر اس موقع پر ہم نے یہ خیال کیا کہ اسے اسٹیم میں بارہ میل تک
 لیجانے کی قابلیت ہو اور اس خیال سے ہم نے انجن کو آگے بڑھایا مگر اٹھویں میل پر
 اسٹیم ختم ہو گیا تو بارہ میل کا جو خیال تھا وہ اسکی قابلیت اور استعداد سے بدرجہا زیادہ تھا۔
 اس میں شک نہیں کہ جامع اور مانع مقصد کا دریافت کرنا بار بار کے تجربے پر منحصر
 ہو مگر سیکھو چاہیے کہ ہم کو مشق کریں اور سیکھو اس تجربے کی محنت سے گریز نہیں کرنا چاہیے
 علاوہ اسکے دنیا کو پیدا ہوئے بہت نام نہ ہو گیا اور اس اتنا میں جب قدر تجربے ہوئے
 اُنکی حد و شمار نہیں ہے۔ اور ہمارے غور و فکر کے لیے نہایت قابل قدر مواد تیار ہے۔

اب کسی مستحکم نتیجہ تک پہنچنا اس قدر دشوار نہیں رہا جیسا ابتدائی زمانہ میں تھا۔ علیٰ اقلیک
انسانی زندگی کا مقصد دریافت کرنے میں بھی بہت کچھ سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ تاریخ
کے صفحات انسانی زندگی کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں۔ فلسفہ۔ ادب۔
ریاضی۔ مہیت۔ سائنس۔ آہیات وغیرہ وغیرہ تمام علوم و فنون میں انسان اپنا
جو ہر دکھا چکا ہو اور اپنی ہستی و قابلیت پر خود بہت کچھ روشنی ڈال چکا ہو۔ طح
کی چیزیں ایجاد کر کے اور اپنی اختراعی قوت کا اظہار کر کے اُس نے اپنی استعداد و وحیثیت
کا اظہار من الشمس ثبوت دیا ہے اور انکی نوعیت کو روز روشن کے مانند ظاہر کر دیا ہے
مزید برآں آسانی کتابیں علی الاطلاق اس امر کا اظہار کر رہی ہیں کہ انسان میں کس قسم
کی قابلیت ہو اور باور بلند انسانی زندگی کے اصلی مقصد کا پتہ لے رہی ہیں۔ یہ تمام
باتیں انسانی زندگی کے بہترین اور صحیح مقصد کے دریافت کرنے میں ہماری بہت کچھ
امداد کر سکتی ہیں۔ پس ہم کو ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ انسان کی زندگی کے مقصد کی
تحقیقات میں اور اُس کے نصب العین کے کھوج میں پڑنا ایک فعل عبث اور سعی لاحاصل ہے۔
انسانی زندگی کا مقصد دنیا کے واقعات پر اور موجودات کی حالت پر جو قوت ہم حقیقت کی

۱۔ یہاں لفظ آسانی پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مدعا صرف یہ ہے کہ جن کتابوں کو ہم آسانی کہتے ہیں وہ جو کچھ
کہتی ہیں اُس پر ہم کو غور کرنا چاہیے اور جب ہم غور کر کے اُن کے مطالب پر عبور حاصل کر لیں گے اس وقت ہم کو معلوم ہو گا کہ انکا
ہر لفظ ایک حاصل سمیت رکھتا ہے اور انکا ہر فقرہ سچائی سے بھرا ہوا ہے۔ اس سے بحث نہیں کر ہم اُنھیں آسانی کہنا سب سمجھ کر
اُن کا مطالعہ کریں یا غیر آسانی خیال کر کے جب ہم اُن کے رموز تک پہنچ جائیں گے اور اُن کے مطالب کو حل کر لیں گے
اس وقت انکا آسانی یا غیر آسانی ہونے کا راز خود بخود منکشف ہو جائے گا ۱۲

عینک لگا کر نظر ڈالتے ہیں اور آفتاب کی تمازت۔ پانی کی روانی۔ سردی کی سختی۔ گرمی کی تیزی۔ سختی کی زبردستی۔ نرمی کی زیر دستی۔ حسن کی دلربائی۔ عاشق کی محویت۔ معشوق کی جفا شعاری وغیرہ پر غور کرتے ہیں تو ایک حیرت انگیز تماشہ نظر آتا ہے اور عجیب فتنہ انگیز حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ عقل بیکار ہو جاتی ہے۔ زبان کی گویائی جاتی رہتی ہے۔ قلم کی رفتار ہوا ہو جاتی ہے۔ دم گھٹنے لگتا ہے۔ طائر روح ہفت حیرت ہو کر قفس جسم میں مرغ بسمل کے مانند چپٹے لگتا ہے۔ رویان رویان صانع حقیقی کی صنعت اور قادر مطلق کی قدرت کی شناختی میں محو ہو جاتا ہے۔ پس کسی مجال ہے جو کہ سکے کباغ عالم کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اُس باغبان حقیقی کی حمد و صفت میں طب اللسان نہیں۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ہر کہ و مہ چرند و پرند۔ انسان و حیوان۔ برگ و گل۔ شجر و حجر جو حیرت ہو کر سرسبز و نہین ہیں عجیب کثرت ہے اور عجیب وحدت ہے۔ اور وحدت بھی ایسی جو کثرت پر حاوی اور کثرت بھی ایسی جو وحدت میں جذب و مختصر ہے کہ جس طرح تمام ہستیوں کی ماہیت حقیقی ایک ہے اسی طور پر تمام ہستیوں کا مقصد بھی ایک ہے۔ مگر جس طور پر تمام اشیاء کی ماہیت اعتباری مختلف اور متضاد ہیں اسی طور پر اُن کے مقاصد کے انجام پانے کی صورتیں بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ ذرا وہ لوگ جو اجتماع ضدین کے قائل نہیں ہیں انکھیں کھول کر دیکھیں! و منطق کی کُھنڈی

اس منطق کا مسئلہ ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔ مثلاً ہم کہیں کہ ہم نے ایک کپڑا دیکھا ہے جو سفید بھی ہے اور غیر سفید بھی تو یہ غلط ہوگا۔ یا تو وہ کپڑا سفید ہوگا یا غیر سفید۔ اس مسئلہ کے اصل معنی یہ ہیں کہ ایک ہی ہستی یا شے دو ایسی صورتیں نہیں اختیار کر سکتی جو ایک دوسری ضد ہوں۔ مثلاً وہ کپڑا دو متضاد رنگوں کو ہرگز نہیں اختیار کر سکتا یعنی سفید شی (دقیقہ صفحہ ۲۰)

عینک کو پھینک کر حقیقت پر وہی کا سرمہ لگائیں۔ آئینہ دل کو قابل کسب نور بنائیں اور حقیقت کا تماشہ دیکھیں۔ ہاں تو کہنا یہ ہو کہ عالم موجودات بحیثیت کلی جزئی ایک ہی مقصد کے انجام دہی میں مصروف ہو۔ اور وہ واحد مقصد یہ ہو کہ چونکہ ہر شے کی ماہیت حقیقی قوت ہے جو سب میں ایک ہے اور قوت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کا اظہار کرتی رہتی ہے اور اپنے قیام اور دوسروں پر غالب آنے کی کوشش کیا کرتی ہے اور یہی اس کا مقصد ہے لہذا تمام عالم کا اور اس کے تمام اجزاء کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے قیام و ترقی کی کوشش کریں اور اپنی ہستی کو ایک نہ بردست ہستی سمجھ کر اپنی پوری قوت کے ساتھ ظاہر کریں۔ نظام عالم کا شیرازہ اسی ایک زبردست زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ انسان اس اصول عامہ سے مستثنیٰ نہیں۔ اور گو کہ اس کی ماہیت حقیقی دیگر موجودات کی ماہیت حقیقی سے جدا گانہ ہے تاہم چونکہ وہ اس عالم میں ہے لہذا اس کی ہستی کا مقصد اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کے اس عالم میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) غیر سفیدی نہیں ہو سکتی نہ سفیدی غیر سفیدی کہ یہ اگر سکتی ہو مگر اس کے معنی ہرگز نہیں ہو سکتے اگر کسی ہستی کو دو تضاد و اشیا ہستیوں پر قابو حاصل ہو تو وہ ان دونوں کو مجتمع نہیں کر سکتی۔ یہ غوم غلط اور بدہیات کے خلاف ہے۔ ایک کوئی بشر اس اقد سے انکار کر سکتا ہے کہ ایک ہی شخص سفیدی اور غیر سفیدی دونوں کو دیکھ سکتا ہے۔ سردی کو بھی محسوس کرنا ہر آدمی کو بھی۔ تاہم یہ دیکھتا ہے اور روشنی بھی۔ اور ان تضاد ہستیوں کی تصویریں اس کے ذہن میں قائم رہتی ہیں۔ مگر اس کا ذہن ایک ہی ہے۔ یہاں پر نکتہ یہ ہے کہ ذہن خود نہیں ان صورتوں کو اختیار کرتا بلکہ ان کو اس طور پر جمع کرتا ہے جیسے دنیا میں اشیا اور تصاویر جمع کرنے والے طرح کے کاشا مپ اور تصاویر جمع کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام موجودات کی ماہیت حقیقی ایک ہی اور یہی مختلف تضاد و صورتوں کو مختلف تضاد و اشیا کی ہستیوں میں جمع کیے ہوئے ہے۔ یعنی ایک تضاد و صورت خود و دوسری تضاد و صورت نہیں اختیار کر سکتی اور نہ اس کو یہ دیکھنا کہ وہ دونوں کو ایک تیسری قوت مجتمع کیے ہوئے ہے۔ یہاں تک جو تضاد و صورتیں اس کے اعتراض سے قطع نظر ہیں

ہونے کے خیال سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو وہ متذکرہ بالا اصول کے خلاف نہیں چل سکتا اور اگر یہ نکتہ سمجھ میں نہ آتا ہو تو ہم اسکی تشریح بھی کیے دیتے ہیں۔ ہم نے اوپر یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی ہستی دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک کو ہم نے انسان حقیقی کہا ہے اور دوسرے کو اب انسان غیر حقیقی کہتے ہیں۔ انسان غیر حقیقی اسکا جسم اور اسکی قوت ہی ہیں اور انسان حقیقی اسکی روح انسانی۔ قوت ملکوتی یا دماغ ہے۔ پس چونکہ انسان غیر حقیقی کی ماہیت حقیقی وہی قوت ہے جو سب میں پنہان ہے اسلئے اسپر فرض ہے کہ وہ اس کا اتباع کرے۔ رہا انسان حقیقی تو اسکو اپنی ماہیت حقیقی کا اتباع کرنا فرض ہے۔ مگر اسکی ماہیت حقیقی بھی اپنی ہستی کا اظہار ضرور کرتی ہے پس انسان حقیقی فطرتاً اپنی ہستی کا اظہار کرنے کے لیے مجبور ہے اور یہ اسکا فرض ہے۔ لیکن چونکہ روح انسانی بمقابلہ اپنی ماہیت حقیقی کے کمزور اور مجبور ہے۔ اسلئے اسکے حق میں یہ اظہار اسکی ترقی کا باعث ہے۔ کیونکہ کمزور چیزوں کا اپنی ہستی کا اظہار کرنا انکی ترقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پس انسان خواہ کوئی رستہ اختیار کرے مگر لامحالہ اسی اصول عامہ کے دائرے میں قدم رکھے گا جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

الغرض انسان کی زندگی کا تقاضہ اور مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کی صحت

لے اور پھر بھی جہاں کیا ہے کہ قوت اپنی ہستی کا اظہار کرتی ہے اور اپنے قیام۔ ترقی اور دوسروں پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے۔ قیام ترقی اور غالب کے الفاظ کو زیادہ سمجھنا چاہیے اسلئے کہ محض اظہار کے ایک فعل میں یہ تمام مرحلے ظہور جاتے ہیں۔ مثلاً جب ہم یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی خورد و خوراک کی قوت کو ترقی دینا چاہیے تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس قوت کا استعمال کریں اور اسکا اظہار کریں۔ مگر عام طور پر یہ راجح سمجھ میں نہیں آسکتا اسلئے ترقی وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور یہاں بھی انکا استعمال کیا گیا ہے۔

اور ترقی کی کوشش کرے یعنی اپنی پوری استعداد کے مطابق اپنی ہستی کا اظہار کرے اور اسکو Assert کرے۔ اپنی ہستی کے ہر جزو کی جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے محافظت اور پرورش کرے اور قوت ملکوتی کو ترقی کے معراج پر پہنچائے۔ مگر چونکہ اُسکے وجود کے تمام حصے یکساں حیثیت نہیں رکھتے اسلئے ہر حصے کو اُسکی حیثیت کے مطابق ترقی دینی چاہیے اور ہر جزو کی اُسکی اہمیت کے مطابق پرورش کرنی چاہیے۔ چنانچہ موجودہ جسمانی ساخت مٹ جانے والی شے ہے اور جو قوت اُسکی اہمیت حقیقی ہے وہ دائمی طور پر اسکو نہیں سنبھالے رہ سکتی بلکہ دوسری قوتوں سے دب کر اسکو کبھی نہ کبھی چھوڑے گی اور جسم برباد ہو جائے گا اور اسکی بربادی کے ساتھ جسمانی خواص یعنی قوت بھی بھی نابود ہو جائے گی لہذا اُسکی پرورش اور محافظت تو ضرور کرنی چاہیے مگر اعتدال کے ساتھ اگر افراط کے ساتھ کجا لگی

۱۲۔ یہ لفظ نہایت ہی معنی خیز ہے ۱۲

۱۳۔ اعتدال کسی مجموعی حالت یا استعداد کی مطابقت کو کہتے ہیں۔ اعتدال سے نہیں کہتے کہ مجموعی استعداد یا حالت میں کوئی خاص مقدار منتخب کر لیا جائے اور اُسکے مطابق عمل کیا جائے۔ مثلاً اگر کم کمین کہ طمان مزدور پر جو رکھنے میں اعتدال سے کام لے اور تو اسکے صرف یہ معنی ہوں گے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ آٹا بار رکھو جبکہ وہ آسانی برداشت کر سکے اور اس سے کم مت رکھو۔ اکثر لوگ یہ خیال ہے کہ اعتدال مجموعی حالت یا استعداد کی حد وسط یا مقدار وسط کو کہتے ہیں اور اس سے مراد کسی خاص مقدار سے لیتے ہیں جو مجموعی حالت سے منتخب کر لی جائے۔ پس اُن کے نقطہ خیال سے موجودہ مثال میں پوری استعداد برداشت کے مطابق بار زمین رکھنا چاہیے بلکہ وسط استعداد کے مطابق۔ بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ اعتدال مجموعی استعداد کی مطابقت کو تو ضرور کہتے ہیں مگر جیسا کہ موجودہ مثال میں کہا گیا ہے کہ اس سے کم مت رکھو، یہ ضروری نہیں ہے میرے خیال میں دونوں فرق غلطی پر ہیں۔ بلکہ جیسا کہ موجودہ مثال میں کہا گیا ہے کہ پوری استعداد برداشت کے مطابق بار رکھو جبکہ وہ مزدور آسانی سے برداشت کر لے اور اس سے کم نہ رکھو یہی صحیح ہے۔ اسلئے کہ اعتدال ایک نہایت ہی معنی خیز لفظ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عادات ایک نہایت بڑی قوت ہے اور جب کسی شخص کی پوری استعداد سے ذرا برابر بھی کم کام لیا جائے گا تو وہ اُسکا عادی ہو جائے گا اور عادت کی بنیادوں پر بار پڑ جائے گی (اس امر کی تصدیق کے لیے Psychology-chapter-habit ملاحظہ ہو) تقریباً ۱۲

تو جو زائد کوشش اسکی پرورش اور ترقی میں صرف ہوگی وہ محض بیکار ضائع جائے گی اور مال کا رضر ثابت ہوگی۔ اسلئے کہ جو قوت اسکو سنبھالے ہوئے ہو اسکی استعداد محدود ہو اور وہ بہت زیادہ ترقی کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ برعکس اسکے اگر اسکی طبیعت اور ترقی میں تفریط سے کام لیا جائے گا تو یہ جسم قبل از وقت بیکار ہو جائے گا اور اسکے خواص قوی میں انخطاط پیدا ہو جائے گا اور یہ حالت یہیں تک محدود نہیں رہے گی بلکہ یہ جسم اس بادی دنیا کی دوسری قوتوں کا مقابلہ کرنے سے مجبور ہو کر بہت جلد برباد ہو جائے گا اور ہم پر فرض ہو کہ دیدہ و دانستہ اسکو برباد نہ ہونے دین کیونکہ ہماری ہستی کا یہ بھی ایک جزو ہے خواہ چند روزہ ہی کیوں نہ ہو۔

رہی قوت ملکوتی تو اسکی ترقی پرورش اور پرداخت میں جہانتک اہتمام اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) اور اگر یہی قوت جاری رہی تو اسکی اصلی اور پوری قوت قابلیت برابھٹتی جائے گی۔ اور ایسا کرنا نظام عالم اور تقاضائے فطرت کے خلاف ہو اور اس طرح عمل سے اعتدال کو اسکی بہت بڑے جوہر (خصوصاً اخلاقی) سے عاری کرنا ہو۔ علاوہ اسکے اگر کسی شے کی قوت کو بڑھا نہیں سکتے تو اسے گھٹانے کا سہو کیا حق حاصل ہو اگر یہ کہا جائے کہ اس اصول کے مطابق جسم اور جسمانی خواص کو ترقی دینے سے انکو بہت قوت حاصل ہو جائے گی اور ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ تو ہم اس اعتراض کو تسلیم کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی عرض کر کے چل کر ہم نے قوت ملکوتی کی ترقی پر بھی بہت زور دیا جو اور چھتہ کہا ہو اسکی اتنی لاپرواہی نہ ہو۔ پس جب یہ قوت بھی ترقی پاتی رہے گی تو جسمانی قوت خود بخود ترقی رہے گی اور ہماری ہستی مثل ایک بزدل سلطنت کے ہو جائے گی جسکا بادشاہ بھی نہایت زبردست ہوگا اور اسکی فوجیں بھی دلیر بہادر ورشہ زور مند ہوں گی اور بادشاہ کے حکم کے مطابق اس شجاعت دینے لگیں پس اگر زبردست سیاح کا مکمل نظریہ بادشاہ اُن سے زیادہ زبردست ہو تو یہ عین یہودی کا اعتراف ہو اور یہ ممکن نہیں ہے۔ لہذا روح انسانی کی قدرت جسمانی قوتوں پر غالب آجائے گی اور یہ خیال کرنا چاہیے کہ روح انسانی یا قوت ملکوتی اس امر کی حاجت مند ہے کہ جب جسمانی قوتیں ایک محدود حالت تک ترقی پائیں جب ہی وہ اُن پر قابو حاصل کر سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ دونوں کو ترقی دیکھے۔ پھر تاشہ دیکھے۔ ہماری تہیو دی اور دوسروں کی تہیو دی میں صرف یہ فرق ہو کہ روح انسانی کے متعلق ہمارے خیالات اُن کے خیالات سے زیادہ بلند ہیں۔

شفقت پیدا کیا جائے کم ہے۔ اسکی استعداد اور صلاحیت کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ ایسے
 کہ یہ ایک ایسی اور غیر فانی شے ہے۔ اس جسم مادی سے علیحدہ ہو کر بھی قائم رہے گی
 اور علیحدگی جسم کے بعد سے صرف یہی ہماری ہستی ہوگی۔ پس اسکی ترقی و تہذیب
 میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھنا چاہیے۔ اس عالم کی تمام چیزیں ہم سے جدا ہو جائیں گی
 مگر یہی قائم رہ جائے گی اور جس حالت میں یہ جسم سے جدا ہوگی اُسی حالت میں
 رہے گی لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ عالم اجسام اور عالم ارواح دونوں میں ہم عزت و افتخار
 کے ساتھ زندگی بسر کریں تو ہماری تمام کوششیں اُسکو بچلے اور مرصع کرنے میں صرف
 ہونی چاہئیں۔ اور جو وقت ہمارے ہاتھ میں ہو غنیمت ہو جس روز جسم اور روح میں
 جدائی ہو جائے گی اسکے بعد پھر اس میں کوئی نئی بات نہیں پیدا ہو سکتی۔ اس عالم میں
 ہم جو چاہیں اسکے ساتھ کر سکتے ہیں۔ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد سولے کف افسوس
 ملنے کے کچھ نہ رہ جائے گا۔ صرف ہماری اس زندگی کے ایام اسکو مزین و مہذب بنانے
 کے ایام ہیں اور یہی وہ راز ہے جسکی بنیاد پر ہم نے یہ کہا ہے کہ دیدہ و دانستہ اس جسم مادی
 کو برباد نہیں ہونے دینا چاہیے جو دم ملتا ہو غنیمت ہے۔ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ
 اگر انا یہ ہے ہم اپنے ہاتھوں سے خود کیوں اس عالم سے اپنا رشتہ تعلق توڑیں۔ اگر ہم
 عقل مند ہیں اور اپنی ہستی کا مقصد جانتے ہیں تو ہم کو جتنا ہی زیادہ وقت ملتا ہو اُتنا ہی
 زیادہ اپنی آئندہ زندگی کے لیے تیار ہو سکیں گے۔ یہ زندگی بال اُن کو تاہ اندیشوں
 کے لیے ہے جو اپنی موجودہ اور آئندہ زندگی کے رموز سے ناواقف ہیں۔ اور اگر

واقعہ بھی ہین تو آنے والی حالت کے لیے تیار ہونے سے پہلو تہی کرتے ہین مگر
 خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قوت ملکی یا روح انسانی ایک نہایت ہی زبردست اور صاحب
 قدرت ہستی ہے۔ نہ تو اسکو کسی دوسری ہستی کا خوف ہو سکتا ہے اور نہ کسی کا ڈر۔ نہ تو یہ کسی سے
 دب سکتی ہے اور نہ کسی کی حقیقت کو خاطر میں لاسکتی ہے۔ اگر کسی ہستی سے یہ دب سکتی ہے
 اور کسی ہستی کا اسکو خوف ہو سکتا ہے تو وہ وہی ہستی ہے جسے اسکو پیدا کیا ہے۔ اور جو اسکی
 قوت کا منبع و مخرج ہے۔ پس اسکو جذب بنانے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ اپنے
 خالق کا خوف اور اسکی یاد ہمیشہ ہر وقت ہمارے دل میں تازہ رہے۔ غرض ہکو اپنی
 قوت ملکوتی پر تمام و کمال توجہ کرنی چاہیے اور اس مدعا کے حاصل کرنے کے لیے
 ہکو جانتا چاہیے کہ اس عالم میں ہمیں کیا کیا کام کرنے ہین۔ اور ان کاموں کی اجالی
 تفصیل یوں ہو سکتی ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد تین قسم کے کاموں میں منقسم ہے۔
 ایک تو وہ کام جسکا تعلق محض ہماری ذات سے ہے یعنی جسم کا رکھ رکھاؤ اور
 ساتھ ہی ساتھ روح انسانی کی پرورش و تہذیب اور آئندہ زندگی کے لیے اسکو پورے
 طور پر تیار کرنا۔

دوسرا وہ کام جسکا تعلق کچھ تو ہماری ذات سے ہے اور کچھ اپنا بے جنس کی ذات
 کے ساتھ۔ یعنی چونکہ ہم فطرتاً ہی لطیف واقع ہوئے ہین لہذا ہکو سوسائٹی کے تعلقات
 سے ضرور ملوث ہونا پڑیگا۔ پس ہکو اخلاق صحیحہ اور اخلاق حسنہ کسب کرنا چاہیے۔
 تیسرا وہ کام جسکا تعلق ہمارے پیدا کرنے والے کی ذات سے ہے یعنی ہکو چاہیے

کہ خداوند تعالیٰ کی یاد سے ہم کبھی غافل نہ ہوں۔ اور اُصلی سطوت اور اُلوہیت کا خیال کبھی دل سے محو نہ ہو۔ مگر تقسیم محض اعتباری ہے ورنہ قسم اول ہی سب کچھ ہے اور دوسری دوسری و تیسری قسموں کے کاموں کا مرکز ہے۔

ہصل انسانی زندگی کا مقصد بیان کرنے کے بعد یہ عرض کرنا ہے کہ یہ مقصد صرف تصوف کے جاننے اور اسکے اصول پر کاربند ہونے سے انجام کو پہنچ سکتا ہے۔ اور یہ مندرجہ بالا اسطور کا حاصل ہے۔ بغیر تصوف کی روشنی کے ہم اپنی منزل مقصود تک نہ گزرنہیں پہنچ سکتے۔ اور اُصلی تصوف جس شے کا نام ہے وہ وہی ہے جو انسان کو مذکورہ بالا مقصد زندگی کی تکمیل کے لیے صرف قابل ہی نہ بنائے بلکہ اُس سے تکمیل کرائے۔ اب یہاں پر ایک نہایت معرکہ الآرا بحث پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ انسان کی زندگی کا مقصد بیان کرنے میں سب سے زیادہ اہمیت اور برتری روح انسانی یا قوت ملکوتی کی ترقی اور تہذیب کو دی گئی ہے۔ اور یہ اہمیت و فوقیت اس سبب سے دی گئی ہے کہ قوت ملکوتی دائمی اور غیر فانی قرار دی گئی ہے اور اسکی بابت یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جسم مادی کی بربادی کے بعد بھی یہ قائم رہے گی۔ پس مسئلہ نہایت اہم ہے اور تصوف کی جان یہی ہے۔ لہذا ہر شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس دعوے کی دلیل پیش کرنی چاہیے ورنہ یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے اور تصوف کوئی قابل وقت شے نہیں ہے اور اسکا اکتساب محض تحصیل لا حاصل ہے۔ پس حامیان تصوف پر فرض ہے کہ اس مسئلہ پر مدلل بحث کر کے ثابت کریں کہ فی الحقیقت روح انسانی غیر فانی تسلیم کیجا سکتی ہے۔

روح انسانی کو فنا نہیں ہو

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ روح انسانی۔ قوت ملکوتی یا دماغ باقی اور غیر فانی ہو مگر چونکہ یہ مسئلہ نہایت نازک اور دقیق ہے اس لیے انسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوے کا ثبوت اُن لوگوں کے اعتراضات کے جواب کی صورت میں پیش کیا جائے جو اس عقیدے کے قائل نہیں ہیں۔ اعتراضات کا ذکر کیے بغیر بھی اسکا ثبوت دیا جاسکتا ہے مگر یہ طرز مرغوب اور تشفی بخش نہ ہوگا۔ لہذا ناظرین والا تکلیف سے استدعا ہے کہ ذیل کے سطور کو نہایت غور و توجہ کے ساتھ پڑھیں۔

اعتراض اول بعض اہل سائنس کا لوجی (psychology) کا قول ہے

کہ روح انسانی یا دماغ اُن احساس کے مجموعہ کا نام ہے جو حواس خمسہ کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس جب جسم مادی برباد ہو جائے گا اور اُسکے ساتھ حواس خمسہ بھی نابود ہو جائیں گے۔ اُسوقت روح انسانی یا دماغ زائل ہو جائے گا۔

جواب دماغ یا روح انسانی کو احساس کا مجموعہ سائنس کا لوجسٹس (psychologists)

مانتے ہیں جو ایسوسی ایشن ازم (Associationism) کے قائل ہیں۔ ہم کو تو پہلے ان کے اسی عقیدہ پر اعتراض ہے باقی رہا دماغ کا جسم کے بعد قائم رہنا

۱۔ سائنس کا لوجی یا علم النفس وہ علم ہے جو دماغی کیفیتوں (مثلاً احساس۔ خواہش۔ جذبات۔ تعلّم۔ نقل و حمل۔ فیصلہ۔

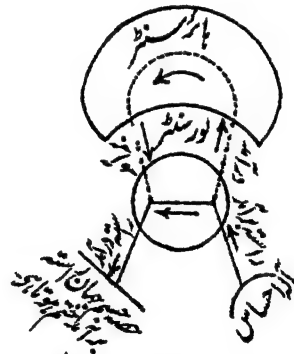
ارادہ وغیرہ) کی تشریح توضیح اور توجیہ کرتا ہے ۱۲

یاد رہنا یہ مسئلہ بعد کو لے گا۔ پہلے یہ سمجھنا ہے کہ یہ حضرات کس بنیاد پر دماغ کو احساس کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ احساس کا سائنکولوجیکل (Psychological) اصول یہ ہے کہ جسم ہی کے ذریعہ سے انسان کو خارجی اشیا کی خبر ہوتی ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جسم کی باہری سطح کے مختلف حصے مختلف آکون کا کام دیتے ہیں جن میں سے کان سامعہ کا آلہ ہے۔ آنکھ باصرہ کا آلہ ہے۔ ناک شامہ کا۔ زبان ذائقہ کا۔ ہاتھ پانوں وغیرہ سطحی حصے لامسہ کے آلہ ہیں۔ ان آکون سے ملی ہوئی نہایت باریک باریک (بعض سوچ جیسی اور بعض بلبل جیسی تیلی) ایک یقین اور سیال مادہ سے بھری ہوئی نینیں جسم کے تمام اندرونی حصوں میں مثل جال کے پھیلی ہوئی ہیں اور جسم کے ہر حصے سے آکر ایک جگہ جمع ہوتی ہیں جسکو انکا سنٹر یا مرکز کہتے ہیں۔ اگر ان کے مرکز دو ہیں ایک کا نام لوئر سنٹر (Lower centre) ہے اور دوسرے کا نام ہائیئر سنٹر (higher centre) ہائیئر سنٹر وہ ہے جسکو ہم مغز یا بھیجا کہتے ہیں (یعنی وہ نرم اور پمیلی شے جو کاسہ سر کے اندر ہے اور لوئر سنٹر اس سے نیچے واقع ہے۔ پس جبوقت کسی خارجی حرکت کا اثر متذکرہ بالا آکون میں سے کسی پر پڑتا ہے تو اس اثر سے وہ نینیں متاثر ہوتی ہیں جو اُس آلہ سے تعلق رکھتی ہیں اور فوراً اُس اثر کو اپنے سیال مادہ کے ذریعہ سے مرکز تک پہنچا دیتی ہیں مگر حسب طرح نینیں درآمد کے سہ سے ہیں اسی طرح انھیں نسون کے متوازی دوسری نینیں باریکین ہیں جو ذرائع سے موٹی ہوتی ہیں یہ برآمد کے سہ سے ہیں اور دونوں مرکزوں سے

۱۔ محسوسات کا ہر فرق حرکتوں کا مجموعہ ہے۔ عالم موجودات مثل ایک سمندر کے ہیں جن میں ہر لمحہ لہرین پیدا ہوتی رہتی ہیں اور ان

لہرین ہائے جسمانی آکون پر اپنا اثر ڈالتی ہیں ۱۲

محل کر جسم کے تمام حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لہذا جس وقت درآمد کے رستے خارجی اثر کو مرکز پر پہنچا دیتے ہیں اسی وقت فوراً ہی یہ اثر مرکز سے گذرتا ہوا درآمد کے رستے پر اگر خیال ہو جاتا ہے یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جو درآمد کے رستے سے سنٹر تک پہنچتا ہے پہلے وہ لوئر سنٹر پر آتا ہے یا ہائر سنٹر پر اور اگر پہلے لوئر سنٹر پر آتا ہے تو وہیں سے درآمد کا رستہ اختیار کر لیتا ہے یا ہائر سنٹر پر آنے کے بعد اس کا جواب یہ ہے کہ ہائر سنٹر پہلے لوئر سنٹر پر آتا ہے۔ اور اگر خیال دو داشت یا غور و فکر کا اسپر اثر نہ ہوا تب تو یہ اثر لوئر سنٹر ہی کے درآمد کے رستے پر آتا ہے اور اگر خیال غیرہ کا اسپر اثر ہو اور کچھ غور و خوض کی ضرورت پیش آئی تو یہ اثر لوئر سنٹر سے فوراً ہائر سنٹر کو چلا جاتا ہے اور اس کے بعد درآمد کا رستہ اختیار کرتا ہے اس لیے کہ درآمد کے رستے دونوں مرکزوں سے نکلے ہیں۔ مگر ہائر سنٹر سے جو درآمد کا رستہ نکلتا ہے وہ کچھ دور چل کر اُس درآمد کے رستے سے مل جاتا ہے جو لوئر سنٹر سے نکلتا ہے۔ ذیل کے نقشے سے یہ واقعات صاف طور پر سمجھ میں آجائیں گے۔



اگر مزید وضاحت درکار ہو تو یوں سمجھنا چاہیے کہ خارجی اثر کو جذب کرنے والا آلہ اور جسم کا وہ حصہ جہاں داخل شدہ اثر کی خارج کرنے والی رگ دیئے وہ درآمد کا رستہ جو سنٹر سے

جاری ہوتا ہی ختم ہوتی ہو گویا دوسری سٹیشن ہیں۔ مگر پہلا تو وہ سٹیشن ہی جہاں سے گاڑی روانہ ہوا کرتی ہے (وہاں گاڑی آتی نہیں) اور دوسرا ایسا سٹیشن ہی جہاں سے گاڑی کبھی روانہ نہیں ہوتی بلکہ صرف آتی ہے۔ اور دونوں سنٹر گویا جنکشن ہیں۔ یہیں اثر کو اندر لانے والی تسین (درآمد کے رستے) اور اسکو خارج کرنے والی رگین (برآمد کے رستے) ان کو ریل کی پٹریاں سمجھ لینا چاہیے۔ اور ان کے سیال ماٹے گویا ریل گاڑیاں ہیں اور اثر کو مسافر فرض کر لینا چاہیے۔ پس جبوقت کسی خارجی اثر کو کسی اکہ نے جذب کر لیا اُسی وقت گاڑی چھوٹ گئی اور پہلے لوہ جنکشن پر آئی اگر اسکے تمام مسافر بائیر جنکشن سے ہو کر جانے والے ہیں تب تو سب یہیں اتر جائیں گے اور دوسری گاڑی پر جو پہلے سے تیار رکھی ہے سو لوہ کر بائیر جنکشن کو چلے جائیں گے اور وہاں سے ہو کر دوسرے سٹیشن کو روانہ ہو جائیں گے (یعنی اس مقام کو جہاں برآمد کا رستہ ختم ہوتا ہے) اور اگر تمام مسافر بائیر جنکشن سے جانے والے نہیں ہیں تو کچھ تو اثر کر بائیر جنکشن والی گاڑی پر بیٹھ کر اُدھر چلے جائیں گے اور باقی اسی گاڑی پر بیٹھے ہوئے لوہ جنکشن سے دوسرے سٹیشن کو روانہ ہو جائیں گے اور اگر بائیر جنکشن کا جانے والا کوئی مسافر نہ ہوا تو سب کے سب لوہ جنکشن ہی سے دوسرے سٹیشن کو چلے جائیں گے۔

اب ایک بات کہنی اور رہ گئی ہے وہ یہ کہ جبوقت کسی خارجی حرکت کا اثر لوہ کر بائیر سنٹر پر پہنچتا ہے اسوقت انسان ایک خاص اثر یا کیفیت محسوس کرتا ہے (خواہ یہ کیفیت ایک درخت کی صورت ہی کیوں نہ ہو) اور جبوقت یہ اثر سنٹر سے گزر کر باہر لیجانے والی

رگون میں خارج ہوتا ہے اسوقت بھی ایک اثر محسوس ہوتا ہے جو اول الذکر سے مختلف ہوتا ہے
 پس انھیں کو احساس کہتے ہیں۔ اور جب خارج ہونے والا اثر اُس مقام پر پہنچتا ہے
 جہاں باہر لیجانے والی رگیں ختم ہوتی ہیں تو اس حصہ جسم میں حرکت پیدا ہوتی ہے اب
 وہ سائیکا لو جیسٹس جو ایسوسی ایشن ازم کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ چونکہ انسان میں ہر لمحہ
 احساس پیدا ہوتے رہتے ہیں اسلئے انھیں کے مجموعہ کا نام روح یا دماغ ہے۔ لیکن اُن کے
 اس کہنے کا منشا یہ ہے کہ اس مجموعہ میں ہر حس فرداً فرداً اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے
 اور بہت سے احساس کے مجتمع ہونے سے کوئی نئی کیفیت نہیں پیدا ہوتی۔ یعنی
 اس اجتماع سے مجموعہ کے اجزاء میں کسی قسم کی تبدیلی ذرہ برابر نہیں پیدا ہوتی ہے۔ اور
 اس مجموعہ کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بہت سے اوراقِ دل کہ ایک کتاب بناتے
 ہیں جسمیں ہر ورق اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے۔ ان حضرات کا یہ عقیدہ سراسر غلط
 اور بے بنیاد ہے۔ زمانہ حال کے سائیکا لو جیسٹس نے اس خیال کی خوب بھیانک اپنی
 ہیں اور اب یہ خیال ایک طفلانہ خیال سمجھا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دماغ ایک کییمیائی صفت
 رکھتا ہے جسکو منٹل کیمسٹری Mental chemistry کہتے ہیں اور جب احساس
 اکٹھا ہوتے ہیں یا ایک کے بعد دوسرا حس پیدا ہوتا ہے تو یہی خاصیت اُن میں سے
 ہر ایک کی اصلی حالت کو بدل دیتی ہے اور ایک نئی مجموعی کیفیت پیدا کر دیتی ہے جسمیں
 اجزاء موجود و ضرور رہتے ہیں مگر اُنکی حالت بدلی ہوئی ہوتی ہے مثلاً شربت میں پانی اور
 شکر دونوں موجود و ضرور ہیں مگر اُنکے اجتماع سے ایک نیا اور خاص مزہ پیدا ہو گیا ہے

جس میں ایک حد تک مزہ دونوں کا موجود ہے مگر نہ تو پانی کا اصلی مزہ ہو اور نہ شکر کا اور نہ مجموعی کیفیت اس قابل ہے کہ اُس کے حصے ہو سکیں یا اُس کے اجزاء کے متعلق اصول ریاضی سے کام لیا جاسکے۔ علیٰ ہذا القیاس اگرچاس احساس ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے پیدا ہوں تو اُن سب کی اجتماع سے کیا دونوں احساس پیدا ہو جائے گا جس میں وہ پچاس بھی موجود ہوں گے مگر ہر ایک بہ حالت مبدل ہوگا۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے ہر سمجھدار شخص تصدیق کر سکتا ہے۔

متذکرہ بالا امور کے بیان سے صرف اُن لوگوں کی تردید مقصود تھی جو اس عقیدہ کے قائل ہیں کہ مجموعہ احساس میں ہر حس اپنی اصلی حالت میں قائم رہتا ہے اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دوسری تہیوری جو میں نے بیان کی ہے اور جو صحیح ہے، اُس کے مطابق میں روح کو وہ نئی کیفیت یا حس مانتا ہوں جو احساس کی اجتماع سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جب مجھے اس سے انکار ہو تو اس پر خیال کا کیا ذکر ہے جس کی تردید کی گئی ہے۔ اور جب معترضین کی روح یا دماغ کی تہیوری ہی غلط نکلی تو جسم کی بربادی کے بعد روح یا دماغ کے قیام کی بحث بھی جاتی رہی۔

اعترض دوم سائنس کا لوجی جاننے والوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ روح انسانی یا دماغ احساس کی مجموعی کیفیت کا نام ہے جیسے کہ گذشتہ مثال میں پانی اور شکر کی مجموعی کیفیت کا نام شربت ہے۔ مگر چونکہ کیفیت جسمانی ترکیب اور اُس کے اندرونی نظام کے فعل کا نتیجہ ہے لہذا یہ محض جسم کے قیام تک قائم رہ سکتی ہے۔

جواب | یہ قول اُن حضرات کا ہے جو یا تو سائنس کا لوجی کا محض سطحی علم رکھتے ہیں یا مادہ پرست سائنس کا جو جسٹس کے خیالات سے متاثر ہو گئے ہیں جو لوگ سائنس کا لوجی کی حقیقت سے واقف ہیں اور جن کو اسکی تحقیقات پر پورا عبور حاصل ہے اور جنہوں نے خود اسکے نکات پر غور و خوض کیا ہے وہ اس خیال کے نہیں قائل ہیں کہ مذکورہ بالا مجموعی کیفیت روح ہے اور چونکہ یہ جسم کا نتیجہ ہے اسی لیے جسم کی بربادی کے ساتھ یہ بھی برباد ہو جائے گی۔ علاوہ اسکے جو مادہ پرست اپنی اس خام رسلے کو سائنس کا لوجی مین نہ بردستی ٹھونستے ہیں انکی دوسری ماہر ان سائنس کا لوجی نے کافی طور پر تردید کر دی ہے۔ اب ہم اس قول کی تردید تشریح کے ساتھ کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ جس مجموعی کیفیت کا ذکر کیا گیا ہے اسکی ہستی سے تو کوئی انکار نہیں سکتا اور نہ کوئی بشر یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ جسمانی ترکیب اور اس کے اندرونی نظام کے فعل کا نتیجہ نہیں ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ کہنا کہ اسی مجموعی کیفیت کا نام روح انسانی یا بلند ہے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ روح انسانی اس مجموعی کیفیت کا نام ہرگز نہیں ہے بلکہ ایک اور شے ہے جو اس سے بالاتر ہے اسکا تماشہ دیکھنے والی ہے۔ اسکو معلوم اور محسوس کرنے والی ہے۔ اس سے واقفیت رکھنے والی ہے۔ اس پر تصرفات جاری رکھنے والی ہے بلکہ اسکی پیدا کرنے والی ہے اور اگر وہ نہ موجود ہوتی تو احساس کی یہ مجموعی کیفیت بھی نہ پیدا ہوتی اور بیشک یہی اس مجموعی کیفیت کے اجزا کی حالت میں تغیر پیدا کرتی ہے اور یہی وہ شے ہے جسکو لوگ ”مین“ کہتے ہیں۔ جو نہ قوت سلمہ سے پیدا ہوتی ہے۔

نقوت باصرہ سے۔ نقوت شامہ سے اور نقوت لامہ سے۔ اور علم سائیکالوجی خود اس قول کا شاہد ہے۔ احساس کے پیدا ہونے کا طریقہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور اس بات کی بھی بخوبی تشریح کر دی گئی ہے کہ احساس کی مجموعی کیفیت کے کیا معنی ہیں۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ روح یا دماغ اس مجموعی کیفیت کے علاوہ کوئی شے ہے جو اس جسم کا نتیجہ نہیں ہے۔ اس امر کی وضاحت کے لیے سب سے پہلے ہم کو یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ سائیکالوجی کے مطابق اس خارجی اثر کے اسباب کیا ہیں جو احساس پیدا کرتے ہیں۔ لیکن جو چیزیں اس دائرہ کے اندر داخل ہیں اگر کوئی شخص انکا شمار کرنا چاہے تو اسکی زندگی ختم ہو جائے گی مگر ان اشیاء کی تعداد نہیں ختم ہو سکتی۔ لہذا ہم بالاجمال اور بالاختصار بیان کرتے ہیں تاکہ چند جملوں میں مفہوم ظاہر ہو جائے۔

حس ایک نامی کیفیت کا نام ہے جسکو ہر شخص جانتا ہے اور الفاظ کے ذریعہ سے بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک جس تو وہ ہے جسکا سبب کوئی مادی یا خارجی شے ہوتی ہے مثلاً سختی۔ نرمی۔ آواز۔ دھٹکا۔ رنگ۔ صورت۔ نرمی۔ گرمی۔ مزہ۔ روشنی۔ تاریکی وغیرہ وغیرہ۔ اس جس کی بنیاد انھیں بہتوں پر منحصر ہے مگر حسیات ان اشیاء کا احساس پیدا ہوتا ہے تو یہ کیفیت ایک لمحہ کے بعد جاتی رہتی ہے اور اُسکے بجائے دماغ میں اسکی ایک تصویر رہ جاتی ہے جو خود بھی ایک خاص کیفیت ہے یہ تصویریں وقتاً فوقتاً دماغ کی نظروں کے سامنے آیا کرتی ہیں اور انکی محاذ و دماغی

قوت ہو جسکو ہم ”یادداشت“ کہتے ہیں۔ اور خواہ کسی کیفیتیں ہوں یا انکی مصورہ کیفیتیں انھیں کو خیالات کہتے ہیں۔ انسان کی تمام حسی زندگی جسکا تعلق خارجی اشیا سے ہو انھیں دو حالتوں پر ختم ہے۔

مگر اسکو خوب سمجھ لینا چاہیے اور یہ سائیکالوجی کا بہت اہم مسئلہ ہے کہ ایک حس یا ایک دماغی تصویر کوئی دوسرا حس یا دماغی تصویر نہیں پیدا کر سکتی۔ یعنی کسی حس میں یہ قابلیت یا مادہ نہیں ہے کہ وہ بذات خود کسی دوسرے حس کا سبب ہو اور وہ دوسرا حس اُسکا نتیجہ ہو۔ جس طرح کہ آگ جلا دینے کا سبب ہوتی ہے اور جل جانا اُسکا نتیجہ چوبوت ہم درخت کو دیکھتے یا چھوتے ہیں اُسوقت جو حس پیدا ہوتا ہے وہ کوئی دوسرا حس خود کبھی نہیں پیدا کر سکتا۔ اُسوقت اگر کسی آدمی یا کسی دوسری شے کا حس پیدا ہوا ہو تو وہ حس اپنا سبب آپ ہی ہوگا۔ کوئی دوسرا حس اُسکا سبب نہیں ہو سکتا۔ اور یہی کیفیت احساس کی دماغی تصویروں کی بھی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ درخت کے دیکھتے ہی کسی آدمی یا جانور کا خیال آجائے یعنی اُسکی دماغی تصویر دماغ کے سامنے آجائے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہ ہوں گے کہ درخت کے موجودہ خیال نے اُس آدمی کے خیال کو پیدا کیا ہے بلکہ اس کے صرف یہ معنی ہوں گے کہ ممکن ہے کہ اس سے پہلے ہمنے کسی درخت کو دیکھا ہو

۱۔ خیال اور خیال کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ خیال محض حسی یا حس کی تصویر کی کیفیت کا نام ہے جس کو دماغ جانتا ہے۔ مگر خیال کرنا دماغ کا وہ فعل ہے جو ان خیالات کے متعلق ظہور پذیر ہوتا ہے۔ خیال کرنا خیال سے بالکل

ایک جدا اور نئی چیز ہے ۱۲

۲۔ سبب اور نتیجہ کے درمیان ایک رشتہ لائن شک ہوتا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہیے ۱۳

اور اُسکے پاس کسی آدمی کو بھی دیکھا ہو یا کسی درخت اور آدمی کا کوئی واقعہ مشاہدہ اور اُن کی تصویریں دماغ میں قائم ہوں پس موجودہ حالت میں جب ہم نے درخت کو دیکھا تو مشابہت کی وجہ سے اُن تصویروں پر سے پردہ اٹھ گیا۔ پس جب کبھی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو اسکا سبب محض کوئی ربط یا تشبیہ ہوتی ہے۔ مثلاً ایک لڑکا جسکو (الف) سے (ے) تک کے تمام حروف یاد ہیں جب (الف) کو دیکھے گا یا اسکی پہلی تصویر دماغ کے سامنے آئے گی اسوقت وہ (الف) سے (ے) تک کے تمام حروف کے نام لے جائے گا یا (الف) سے (ے) تک کے تمام حروف کی تمام تصویریں یکے بعد دیگرے دماغ کے سامنے آجائیں گی۔ اب کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ خود (الف) کے جس میں یا اسکی دماغی تصویر میں یعنی خود (الف) کی ذات میں یہ مادہ موجود ہے جو (ب) وغیرہ کو پیدا کر سکے۔ ہرگز نہیں۔ ایک طفل مکتب بھی ایسا نہیں کہہ سکتا وہ صرف یہی کہہ سکتا کہ (الف) نے اپنی ذات سے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ چونکہ (الف) کے بعد (ب) اسکے بعد (ت) ضرور آتے ہیں اور اس سلسلے کے دیکھنے یا سننے کا میں عادی ہوں

۱۲ مشابہت و علیحدہ چیزوں میں ہوتی ہے برعکس اسکے نتیجہ سبب میں پہچان ہوتا ہے ۱۲
یہاں پر خوب غور کرنا چاہیے کہ الف کی علیحدہ ذات نے یہ عادت نہیں پیدا کی بلکہ تمام حروف نے علیحدہ علیحدہ اپنے کو اس سلسلے میں پیش کر کے یہ عادت پیدا کی ہے۔ اور اگر آپ دیا دہ عین نگاہ سے دیکھیں تو نہ تو الف کی علیحدہ ذات نے یہ عادت پیدا کی ہے اور نہ تمام حروف نے بحیثیت مجموعی اور اُن کے سلسلے نے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دماغ نے خود اپنے کو اس سلسلہ کا عادی بنالیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس سلسلہ کو توڑ سکتا ہے اور (د) کے بعد (س) اسکے بعد (ل) اور اسی طور پر تمام حروف کے نام لے سکتا ہے۔ پس اگر (الف) کی ذات میں یہ قابلیت ہوتی کہ وہ (ب) کے خیال کو پیدا کر سکتا اور (ب) کے خیال کی ہستی (الف) کی ذات پر منحصر ہوتی تو سلسلہ کا یہ تغیر و تبدل ناممکن ہو جاتا ۱۳

ہو گیا ہوں لہذا میں نے (الف) کو دیکھتے ہی یا اسکی تصویر دماغ میں آتے ہی تمام حروف کے نام سلسلہ وار لے دیے یا تمام تصویریں سلسلہ وار ذہن میں آگئیں دوسری مثال تشبیہ کی بھیجیے۔ جب ہم ماہ کامل کو دیکھتے ہیں تو گیند یاد آجاتا ہے۔ یا جب ماہ نو کو دیکھتے ہیں تو اسلامی جھنڈے کا نشان یاد آجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا چائیکے حس میں یہ مادہ موجود ہے کہ وہ گیند یا ہلال اسلام کے خیال کو پیدا کرے۔ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ چائیکے بھی گول ہے اور گیند بھی گول ہوتی ہے جسکو ہم پہلے دیکھ چکے ہیں لہذا اس مشابہت نے گیند کی صورت یاد دلادی اور یہی حالت ماہ نو اور ہلال اسلام کی بھی ہے۔ قسم دوم کے حس وہ ہیں جو جسم کے اندرونی اعضا مثلاً قلب اور پیٹ اور وغیرہ کی حرکتوں سے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ پس اس قسم کے حس کے اسباب بادی تو ضرور ہیں مگر جسم کے اندر موجود ہیں خارجی نہیں ہیں۔ مگر ان میں بھی یہ قابلیت نہیں ہے کہ کوئی دوسرا حس۔ یا خیال یا تصویر پیدا کر سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ انسان کی زندگی اور اسکی اندرونی کیفیتیں انھیں دو قسموں کے حصوں اور کیفیتوں پر ختم ہیں یا انکے علاوہ کچھ اور بھی باقی رہ جاتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ان کے علاوہ بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے اور وہ نہایت ہی اہم کیفیتیں ہیں جو ہماری زندگی کی روح رواں ہیں اور ہمارے اندرونی کیفیتوں کی ستراج اور بادشاہ ہیں۔ اور وہ کیفیتیں ارادہ۔ غور و خوض۔ تمیز۔ یقین۔ ثقل۔ فیصلہ۔ حکم۔ محبت۔ عرفان۔ رنج۔ خوشی۔ نظم و نسق کا مادہ ہیں۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا کیفیتیں بھی

جسمانی نظام کے توسط اور جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہیں جیسے کہ وہ کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں جہاں ذکر اوپر کیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ان کا مادی سبب جسم کے باہر یا اسکے اندر کہاں ہے اور کس نوعیت کا ہے؟ اور جسمانی نظام کے توسط سے یہ کس طور پر پیدا ہوتی ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ کیفیتیں ہرگز جسمانی ذرائع سے نہیں پیدا ہوتیں اور نہ جسم کا نتیجہ ہیں نہ ان کا کوئی مادی سبب ہے۔ اور نہ کوئی سائیکا لوجسٹ ان کے اندرونی یا خارجی مادی سبب کا پتہ و نشان دینے کا دعویٰ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ جو لوگ انکو مادی سبب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں ان کا دعویٰ بھی محض زبان تک محدود ہے اور انھوں نے کبھی اسکے ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اور وہ خود بھی اپنے اس دعویٰ کو محض قیاس پر مبنی کرتے ہیں۔ مگر ناواقفوں نے اس دعویٰ کو عرشِ معلیٰ پر چڑھا دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ فعل سر کے بھیجے کا ہے تو سوال یہ ہے کہ بھیجے کے کس حصہ کا یہ فعل ہے اور کس نے اس حصے کو دریافت کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر سائیکا لوجسٹ اور فیزیالوجسٹ کی زبان اس معاملہ میں بند ہے۔ البتہ فریڈلوجسٹس ضرور اپنی ڈھائی چاول کی کھچڑی علیحدہ پکانے میں مصروف ہیں۔ ان لوگوں نے دماغ کو سائیکس حصوں میں منقسم کیا ہے اور ہر حصے کو سر کے گوشے یا بھیجے کے کسی حصہ میں قائم کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ان کی تھیوریوں کی اس طور پر دھجیان اڑانی گئی ہے کہ ان کے خیالی قلعوں کو پہلوئے

Phrenology کو محققین کا ایک بہت بڑا گروہ محض ایک بے بنیاد علم خیال کرتا ہے اور اب تو یہ محض ایک قصہ پارینہ سمجھا جاتا ہے۔ اسکی بحث طول طویل ہے اور اس مقدمہ میں اسکی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اس علم کی ابتدا سے آج تک جو بحثیں اس پر ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں انکا کتب الباب چند جلدوں میں بیان کر دیا گیا ہے ۱۲

مسما کر لیا گیا ہو کہ اب اگر کوئی شخص ان سے خیالات کو پیش کرتا ہو تو وہ تو ہم پرست خیال کیا جاتا ہو اور جن لوگوں کو فن تحقیقات میں یدِ طولی حاصل ہو وہ ایسے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی گفتگو کو سنا فعلِ عبث خیال کر سکتے ہیں۔ اور لطیف تو یہ ہو کہ خود وہ لوگ جو روح یا دماغ کو جسم کا نتیجہ مانتے ہیں ان خیالات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بعض حضرات یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو جس جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتے ہیں وہی ان کیفیتوں کو بھی پیدا کرتے ہیں۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے اور اسی کی تردید کے لیے ہم نے نہایت مشرح طور پر اوپر بیان کیا ہے کہ ایک جس دوسرے جس کو نہیں پیدا کر سکتا اور ایک حسی تصویر دوسری تصویر کو نہیں پیدا کر سکتی اور جب ایک جس دوسرے جس کو نہیں پیدا کر سکتا تو وہ ایسی کیفیتوں کو کیونکر پیدا کر سکتا ہے۔ جو بلحاظ اپنی صورت۔ اثر۔ رنگ و روپ کے حسی کیفیتوں سے بالکل جداگانہ ہوتی ہیں۔ اور جن میں جس کا پر تو بھی نہیں پایا جاتا مزید برآں جو جس حواسِ خمسہ کے ذریعہ سے یا جسم کے اندرونی اعضاء (دل و پھیپھڑے وغیرہ) کی حرکتوں سے پیدا ہوتا ہو وہ Passive ہوتا ہے۔ برعکس اسکے ارادہ۔ غور و فکر۔ تمیز فیصلہ وغیرہ میں Activity یا قاعدیت کی خاصیت ہوتی ہے اور ان میں ایک خاص قوت اور زندگی ہوتی ہے اور ان کو متذکرہ بالا کیفیتوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس واقعہ کو ہر شخص غور کر کے سمجھ سکتا ہے۔ آپ صرف ایک ارادی کیفیت کو لے لیجیے۔ اور اسکی

حقیقت پر غور کیجیے۔ جس وقت انسان ارادہ کرتا ہے اس وقت وہ متعدد خیالات میں سے ایک کو منتخب کرتا ہے اور اسکے مطابق عمل کرتا ہے باقی خیالات کو مسترد کر دیتا ہے۔ جن خیالات کو وہ مسترد کرتا ہے وہ خاموشی اور ادب کے ساتھ اُسکے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے انہیں سے ہر ایک حتی المقدور اپنے انتخاب کی کوشش کرتا ہے۔ مگر جب انتخاب ہو جاتا ہے اُسکے بعد وہ دم نہیں مارتے۔ یہ بدیہی واقعات ہیں۔ اور ہر شخص غور کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ ہم میں جو شعور ارادہ کرتی ہے وہ بمقابلہ ان خیالات کے جو اُسکے سامنے ہوتے ہیں اور جو جسم کے نتائج ہیں کس قدر زبردست اور صاحب قدرت ہے۔ جب یہ بدیہی واقعات ہیں تو یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ کیفیتیں جو جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہیں اپنے سے ایک زبردست شو کو پیدا کر سکتی ہیں۔ مگر یہاں پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ رستی زبردست ہے یا وہ دھاگے جو ملکر رستی بناتے ہیں؟ لامحالہ یہی جواب دینا پڑیگا کہ رستی زبردست ہوتی ہے۔ تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسی طور پر وہ حتی کیفیتیں جو جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہیں بل کر اپنے سے ایک زبردست کیفیت کو پیدا کر سکتی ہیں۔ لیکن یہ دلیل بالکل غلط ہوگی اسلئے کہ دونوں واقعات کی حالتیں جدا گانہ ہیں۔ چنانچہ اگر وہ تمام دھاگے جو ملکر رستی بناتے ہیں علیحدہ کر دیے جائیں تو رستی کی ہستی معدوم ہو جائے گی۔ یعنی جس شو کو ہم رستی کہتے ہیں وہ اُن دھاگوں کے مجموعہ سے علیحدہ کوئی شو نہیں ہے۔ برعکس اسکے جو قوت غور کرتی ہے۔ ارادہ کرتی ہے۔ فیصلہ کرتی ہے۔ تیز کرتی ہے وہ اُن حتی کیفیتوں سے

جنگو جسم پیدا کرتا ہو ایک علیحدہ ہستی ہو۔ فرض کیجیے کل ہم نے اپنے کسی دوست
 کے کمرے میں میز دیکھا جس پر کچھ کتابیں۔ ایک تاش کی گڈی ایک گھڑی اور ایک
 ٹوپنی رکھی ہوئی تھی۔ اور اُس میز کی شکل گول پالش کی ہوئی تھی۔ اور اسکے چار پائے
 تھے۔ اب یہاں پر مختلف خیالات جمع ہیں اور ان میں سے ایک خیال دوسرے
 کو پیدا نہیں کر سکتا اور نہ ایک خیال دوسرے خیال کو جان سکتا ہے۔ یعنی کتاب کا
 خیال ٹوپنی کے خیال کو نہیں جان سکتا۔ میز کی گولائی کا خیال تاش کی گڈی کے
 خیال کو نہیں جان سکتا۔ مگر پھر بھی ہم ان تمام خیالات کو ایک و۔ ایک سکند۔
 ایک دم میں اور ایک ساتھ جان لیتے ہیں۔ اور تمام خیالات ایک آن اور ایک
 دماغی جنبش میں سامنے آتے ہیں۔ آخر یہ خیالات کس کے سامنے آتے ہیں اور کون
 ان کا جاننے والا ہوتا اور کون ایک آن میں ان سب پر اپنی نظر دوڑا لیتا ہے۔ بیشک
 یہ جاننے والی شے ان خیالات کے مجموعہ یا انکی مجموعی کیفیت سے ایک علیحدہ ہستی ہو
 جو اس مجموعی کیفیت کو معلوم کرتی ہو۔ جس طرح پر کہ شربت کو شربت نہیں پی سکتا بلکہ کوئی
 ایسی شے پیتی ہو جو شکر اور پانی کی مجموعی حالت سے علیحدہ ہو۔ پس رستی کی مثال غلط
 ہے۔ علاوہ برین دنیا میں کس شخص نے یا کس چیز نے اپنے سے زیادہ کوئی ایسی شے
 شہید کیا ہے جو ارادہ۔ یا غور یا فکر یا تمیز یا فیصلہ کر سکے۔ اور اگر دنیا میں کوئی ایسی
 مثال نہیں ملتی تو غلط مثال پیش کرنے سے فائدہ کیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جب کوئی
 شے اپنے سے زبردست شے کو پیدا کرتی ہو۔ تو اس زبردست شے کی زبردستی بھی اُسکے

سبب کے مطابق ہوتی ہے پس جو زبردست شو کہ جس کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے اسکی زبردستی بھی اس کے سبب کے مطابق ہے۔ لہذا اگر دوسری اشیا کی پیدا کردہ زبردست چیز میں ارادہ وغیرہ نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس ایسی شو کو پیدا نہیں کر سکتی ہم اس بحث کو تسلیم کرتے ہیں مگر پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ جب آپ خود اس امر کے قائل ہیں کہ جس کے مانند دوسری اشیا نہیں ہیں تو آپ دوسری اشیا کی مثال کیوں دیتے ہیں یہاں پر بحث جس اور ارادی کیفیت وغیرہ کی ہے لہذا جب دنیا میں کوئی چیز انکی مشابہ نہیں ہے تو اس بحث کو اس کے موضوع تک محدود رہنا چاہیے۔ اس میں مثال کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز حسی کیفیتیں مجبور محض ہوتی ہیں اور ان میں Passivity ہوتی ہے جب ہم آنکھ کھول کر دیکھتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ایسا حس ضرور پیدا ہوگا جس کا تعلق قوت باصرہ سے ہے اور وہ جس خود اپنے کو روک نہیں سکتا مگر ارادہ وغیرہ مجبور نہیں ہیں۔ یہ کوئی لازمی امر نہیں ہے کہ جب ہم کوئی شو دیکھیں یا سنیں یا چکھیں یا چھوئیں تو خواہ مخواہ اُن کے متعلق کوئی ارادہ بھی پیدا ہو جائے بلکہ اُس کو خود اپنے اوپر قابو حاصل ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ جس قوت کا یہ فعل ہے وہ مجبور نہیں ہے کہ کسی جس کی موجودگی کے سبب خواہ مخواہ ارادہ کر بیٹھے۔ پس یہ نہایت کھلی ہوئی بات ہے کہ ایک Passive اور مجبور شو ایک Active اور قادر چیز کو کیوں پیدا کر سکتی ہے خلاصہ یہ کہ یہ Activity و فعالیت و قدرت و آزادی ایک ایسی ہستی اور قوت کا بین پتہ دیتی ہیں جو جس کی مجموعی کیفیت سے بالاتر ہے اور ارادہ وغیرہ اسی زبردست قوت کے افعال کا نام ہے۔

اور اسی قوت کو روح انسانی۔ دماغ یا قوت ملکوتی کہتے ہیں۔ اور نہ تو کوئی
 سائیکالوجسٹ (خواہ وہ کتنا ہی زبردست مادہ پرست کیوں نہ رہا ہو) اسکو جسم کا
 نتیجہ ثابت کر سکا ہو اور نہ آئندہ ثابت کر سکے گا۔ اسکی پیدائش ایک از سرسبتہ ہو
 اور ایک معنہ لائیل ہو پس جب اس قوت یا ہستی کا نتیجہ جسم ہونا ثابت نہیں
 ہوتا تو ایسی صورت میں روح انسانی کو خواہ مخواہ جسم کا نتیجہ ماننا بالکل بے معنی اور
 خام خیالی ہو۔ اور یہ خام خیالی اُس وقت بے حالت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جب
 اسکو یقین کا مرتبہ دیکر اسکی بنیاد پر ہم اعتراضات کرنا شروع کر دیں۔ یہ قوت اُن حسی
 کیفیتوں سے جو جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہیں بالاتر اور بدرجہا قوی ہو۔ اُنکایہ
 تماشہ دیکھتی ہو۔ اُن پر حکومت کرتی ہو۔ اُنمین ترتیب و نظام پیدا کرتی ہو۔ اُن پر غور و
 خوض کرتی ہو۔ اُن کے درمیان تمیز کرتی ہو۔ نتیجہ نکالتی ہو۔ تدابیر سوچتی ہو۔
 اور فیصلہ کرتی ہو۔

مزید برآں اگر انسان کبھی کبھی اپنی اندرونی حالتوں پر غائر نگاہ ڈالا کرے
 تو اسکو معلوم ہوتا ہے گا کہ اکثر اوقات وہ اپنی روحانی ہستی اور جسمانی ہستی میں
 دوئی پاتا ہو اور محسوس کرتا ہو کہ ”دین“ اور ہون میرا جسم اور یہ ”دین“ جسم کا
 تابع نہیں ہے نیز اگر وہ غور و انماک کے ساتھ اپنے بچپن کے زمانے سے موجود نہانے
 تک کی اندرونی حالت میں مقابلہ و موازنہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ گوکہ اسکے جسم میں
 بہت کچھ تغیرات پیدا ہو گئے ہیں اُسکی روح و دماغ کی حالتیں کچھ اور کی اور ہو گئی ہیں

تاہم اُسکی وہ روحانی حالت جو اُسکی شخصیت کا مرکز ہے بچپن سے اس وقت تک ایک ہے۔ اور اُس پر جسمانی تغیرات کا کوئی تصرف نہیں رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح انسانی نہ تو جسم کے تابع ہے اور نہ اُس کا نتیجہ ہے ورنہ اُسکے تغیرات سے ضرور متاثر ہوتی۔

اگر تمام متذکرہ بالا خیالات مسترد بھی کر دیے جائیں جب بھی اسکا کیا جواب ہو کہ ارباب سائنس و مادی حضرات مادہ کو بسیط مانتے ہیں اور دماغ یا روح غیر بسیط ہے اور بسیط و غیر بسیط ایک دوسرے کی ضد ہیں تو خود انھیں کے اصول کے مطابق بسیط شے غیر بسیط کو کیونکر پیدا کر سکتی ہے؟ یا یون کہنا چاہیے کہ ایک مادی شے غیر مادی شے کو کیونکر پیدا کر سکتی ہے؟۔ ایسے کہ جسم چونکہ مادی ہے لہذا بسیط ہے اور روح یا دماغ چونکہ غیر بسیط ہے ایسے غیر مادی ہے۔ آخر معترض حضرات کا مفہوم کیا ہے؟ یا تو وہ خود اپنے مفہوم کو نہیں سمجھتے اور اگر اُنکا کوئی مفہوم ہے تو محض مہل مہلے بنیاد ہے۔ اور اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے ہم یہ کہیں کہ روشنی سے تاریکی پیدا ہو سکتی ہے اور تاریکی سے روشنی سردی سے گرمی اور گرمی سے سردی۔ پس خود مادی حضرات کے اصول کے مطابق اُنکا یہ خیال غلط ہے کہ روح جسم کا نتیجہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ دماغ یا روح انسانی جسم کا نتیجہ نہیں ہے اور جب یہ جسم کا نتیجہ نہیں ہے تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ جسم کی بربادی کے بعد روح انسانی یا دماغ قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اب تو زمانہ حال کے سائیکا لو جیسٹس بھی مادہ پرستوں کی اس تہیور سے گریز کرنے لگے ہیں

اور کھلے الفاظ میں کہنے لگے ہیں کہ دماغ بھیجے کا نتیجہ نہیں ہے یعنی روح انسانی جسم کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ دماغ کا تعلق بھیجے سے ایسا ہی ہے جیسا کہ روشنی کا تعلق شیشے سے ہوتا ہے۔ جس طرح شیشے سے چھنک کرے کے اندر روشنی آتی ہے اسی طور پر دماغ بھیجے یا مغز سر کے ذریعے سے کام کرتا ہے۔ پس اگر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ شیشے کے ٹوٹ جانے کے بعد روشنی کی ہستی ہی جاتی تو یہ قول بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ بھیجے کی بربادی کے بعد دماغ بھی معدوم ہو جائے گا یا جسم کی خرابی کے بعد روح انسانی بھی زائل ہو جائے گی۔

اعتراض سویم عالم کی وسعت اور قدامت کی کوئی انتہا نہیں اور انسان اسکے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم ہے۔ اس کی ہستی صفحہ عالم کی لامحدود وسعت پر ایک حقیر نشان کے برابر ہے اور اسکی تاریخ صفحہ روزگار پر مثل ایک نقطہ کے ہے پس یہ کہنا کہ انسان کی اصلی ہستی یعنی اسکی شخصیت یا روح انسانی غیر فانی ہے، چھوٹا مسمیہ بڑی بات، کا مقصد اق بننا ہے۔ جس طرح قانون قدرت کے مطابق تمام چیزیں نمودار پذیر ہوتی رہتی ہیں اور ایک حد معینہ تک قائم رہ کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں اسی طور پر انسان بھی

Stout's manual of Psychology; James

wards naturalism and agnosticism; Prof: ladd's

Physiological Psychology; ملاحظہ

ان کے علاوہ پروفیسر سیکل ڈوگل کی تصنیفات ملاحظہ ہوں (یہ ایک جگہ آگسٹورڈ ٹیوٹورسٹس میں فلسفہ کے پروفیسر ہیں) پروفیسر جیمس پہلے تو مذہب تھے مگر نے سے کچھ روز قبل انھوں نے اپنی تقریر میں مذہب پرستوں کی تیوری سے صاف طور پر انکار کیا ہے۔ ان کے انتقال کو دو تین سال ہوئے ہیں ۱۲

پیدا ہوا ہے اور اسکی ہستی بھی مٹ جائے گی۔

جواب یہ خیال اُن حضرات کا ہے جو نیچری لقب سے یاد کیے جاتے ہیں انکا یہ خیال انکی ایک بہت بڑی غلطی کا انکشاف ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ دنیا کی ایک نہایت ہی اہم سچائی سے ناواقف ہیں۔ اور وہ سچائی یہ ہے کہ سائنس کا یہ ایک تحقیق شدہ مسئلہ ہے کہ کسی شے کی ہستی کو فنا نہیں ہے یعنی ہم کسی ہستی کے بابت یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک وقت اسکے لیے ایسا آئے گا جبکہ یہ قطعاً معدوم ہو جائے گی۔ بلکہ اصلیت یہ ہے کہ موجودات کی ہستی میں محض تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ ہستی کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ یعنی اُسکے وجود کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ کسی شے کی موجودہ ہستی بھی کسی گذشتہ ہستی کی ایک متغیر صورت ہے۔ اور آئندہ بھی کسی متغیر صورت میں قائم رہے گی۔ مثلاً جو درخت ہمارے سامنے ہے یہ کسی گذشتہ ہستی کی ایک صورت ہے۔ اگر اس درخت کو ہم کاٹ ڈالیں تو اسکی موجودہ ہستی لکڑی کے تختون کی صورت اختیار کر لیگی۔ اگر ان تختون کی ہم کریسیاں بنوالین تو اب اُس درخت کی ہستی کریسی کی صورت میں آجائے گی۔ اگر یہ کریسی جل جائے تو وہی درخت راکھ کی صورت اختیار کر لیگا۔ اگر یہ راکھ ہوا سے اُڑ جائے تو وہ درخت راکھ کے اُڑتے ہوئے ذروں کی شکل میں ہوگا۔ اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اور یہی کیفیت ہر ہستی کی ہے۔ اگر سائنس نے اس مسئلہ کی تحقیق نہ بھی کی ہوتی جب بھی کسی ہستی کو فانی قرار دینے کا ہمیں کوئی حق نہیں حاصل تھا اس لیے کہ نہ تو ہم کسی شے کی ابتدا جانتے ہیں اور نہ اُسکی انتہا۔ مثلاً چونکہ آپ کے

سامنے پڑا ہوا ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اسکی ابتدا کیا ہے اور اسکی انتہا کیا ہے؟ ہرگز نہیں اگر اس تنکے کو ہوا اڑا لیجائے اور آپ کی نگاہ سے غائب ہو جائے تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس تنکے کی ہستی معدوم ہو گئی؟ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ محض آپ کی نگاہ سے غائب ہو گیا ہے۔ اگر یہ تمکا آپ کے سامنے جل جائے اور جل کر راکھ ہو جاوے اور اُس راکھ کو ہوا اڑا لیجائے تو کیا آپ کی عقل آپ کو اس بات کی اجازت دے سکتی ہے کہ آپ اس تنکے کو فانی قرار دیدیں۔ ہرگز نہیں۔ واقعہ صرف یہ ہے کہ تنکے کی پہلی صورت آگ کی قوت سے مغلوب ہو کر آگ کے اثر کے مطابق راکھ کی شکل میں مبدل ہو گئی اور اُسکی متغیر صورت پر ہوا غالب آئی اور اُسے اسکے ذروں کو منتشر کر دیا۔ نکال مچوڑ ہے مگر تغیر عظیم کے ساتھ۔ کیا اسی کو فنا کہتے ہیں؟ تو بے کیجیے۔ فنا تو ہستی محض کو کہتے ہیں۔ مگر کسکی ہستی محض کو آپ نے دریافت کیا ہے؟

اس موقع پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا تمام ہستیاں ہمیشہ اپنے سے بہتر ہستی میں متغیر ہوتی رہتی ہیں یا بدترین۔ اگر تمام ہستیاں ہمیشہ بدتر ہی میں متغیر ہوتی ہیں تو پھر ہم اپنی آئندہ زندگی کے متعلق کوئی دل خوش کُن خیال نہیں قائم کر سکتے۔ لہذا اگر روح انسانی کو فنا ہوتی تو زیادہ اچھا تھا بمقابلہ اس بقا کے۔ اور اگر بعض ہستیاں بہتر ہستی میں متغیر ہوتی ہیں اور بعض بدترین جب بھی آئندہ زندگی کا خیال ہمارے لیے وبال ہے اور یہ بقا ہماری اس زندگی کو بھی تلخ کر دے گی ایسے کہ نہیں معلوم کہ یہ بہتر ہئیت اختیار کرے گی یا بدتر ہستی میں متغیر ہوگی۔ اسکا جواب یہ ہے

کہ بہتر یا بدتر حقیقت کوئی شے نہیں ہے۔ یہاں ساحتہ الفاظ میں فطرت اور حقیقت کے لغت میں ان الفاظ کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ اور نہ اُنھکا کوئی مترادف ہے۔ فطرت نہ تو کوئی شے بہتر ہو اور نہ بدتر ہے۔ نہ کوئی چیز بُری ہے نہ بھلی۔ یہ عالم موجودات ایک بدست اور اُٹل نظام ہے اور موجودات کا ہر فرد اس عظیم الشان نظام کا ایک عضو و لاینفک ہے۔ پس یہ تمام افراد نظام عالم کے مقصد کے مطابق ہیں اور اُسی مقصد کے مطابق کام کرتے ہیں۔ نظام عالم مثل ایک مشین کے ہے اور موجودات اس مشین کے پُرنے ہیں لہذا جس طرح مشین کے تمام پُرنے اُسکے مقصد کے مطابق ٹھہرتے ہیں اور جب تک کوئی بے ترتیبی اُنہیں نہیں پیدا ہوتی اُسی مقصد کے مطابق کام کرتے رہتے ہیں اسی طور پر نظام عالم کے اجزا بھی اپنا اپنا فرض انجام دیتے ہیں۔ اور اُسی مقصد کے مطابق بنے ہوئے ہیں جسکی انجام دہی میں عظیم الشان مشین مصروف ہے۔ اور جس طرح مشین کے پُرنے میں نہ کوئی پُرنہ بھلا ہے نہ بُرا۔ بدتر ہے نہ بہتر۔ اسیلئے کہ سب ایک ہی مقصد کو حیثیت مجموعی انجام دیتے ہیں۔ اگر ایک بھی نکل جائے تو مقصد کی انجام دہی میں خلل پڑ جائے گا پس سب کی ایک حیثیت ہے۔ اسی طور پر اس عالم میں موجودات کا کوئی فرد نہ بُرا ہے نہ بھلا۔ بہتر ہے نہ بدتر۔ کیونکہ تمام افراد ایک ہی مقصد کی طرف جا رہے ہیں اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس سے انحراف کرے۔ اب رہا یہ کہ ہم جو عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ فلاں

۱ بہتر ہے۔ یا بدتر ہے۔ یا بھلائی کا معیار انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ جسکی وضاحت اوپر ہو چکی ۱۲

۲ اسکی لطیف بحث العرفان میں ہے ۱۲

شے بُری اور فلان بھلی ہے تو اس سے کیا مراد ہے۔ ان الفاظ نے ہمارے دلوں پر اپنا زبردست سکہ جا لیا ہے لہذا ہکوان کا مطلب دریافت کرنا چاہیے۔ واضح ہو کہ بغیر الفاظ کی امداد کے ہم کوئی بات سمجھ نہیں سکتے۔ اور نہ ہمارا کاروبار چل سکتا ہے۔ اگر بُرائی اور بھلائی کے الفاظ ہم نے نہ وضع کیے ہوتے اور کچھ چیزوں کو بُری اور کچھ کو بھلی ہونے قرار دیا ہوتا تو ہمارے کاروبار کا شیرازہ ہمیشہ منتشر رہتا اور ہم بہت سی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے۔ پس اس قسم کے الفاظ بیشمار مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ چنانچہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلان شے بُری ہے اور فلان بھلی ہے تو اس شے کے اندر بُرائی یا بھلائی نہ ہونے کوئی چیز نہیں ہے بلکہ ہمارے ہمنے خود ایک معیار قائم کر لیا ہے۔ اور وہ معیار کوئی مقصد ہوتا ہے خواہ یہ مقصد سیاسی ہو یا تمدنی۔ دینی ہو یا دنیوی۔ مذہبی ہو یا اخلاقی جسمانی ہو یا روحانی۔ ملکی ہو یا ملی۔ جو اس مقصد کے مطابق نہیں ہوتی اور ہمارا معیار سے گری ہوئی ہوتی ہے اس کو ہم بُری کہتے ہیں اور جو اس مقصد کے مطابق ہوتی ہے اور ہمارے معیار پر چسپان ہوتی ہے اس کو ہم بھلی کہتے ہیں۔ مگر یہ معیار متزلزل تغیر پذیر اور محض اعتباری و فرضی ہوتا ہے۔ اور ہر شخص و ہر گروہ کا معیار جدا گانہ ہوتا ہے اور اس کو بھی استقلال نہیں ہوتا۔ پس جب بہتری و بدتری۔ بھلائی و بُرائی کی حقیقت واضح ہو گئی تو یہ ظاہر ہو گیا کہ جب ایک ہستی دوسری ہستی میں تغیر ہوتی ہے تو نہ تو اپنے سے بہتر ہستی میں جاتی ہے اور نہ بدترین۔ بہتری یا بدتری صرف ہمارے محدود تنگ اور فرضی معیار کے مطابق معلوم ہوا کرتی ہے۔ یہی کیفیت روح انسانی کی بھی ہے

مگر بیان پر ایک مزید بات پر غور کر لینا چاہیے وہ یہ کہ کسی ہستی میں تغیر اسوقت پیدا ہوتا ہے جب وہ کسی دوسری ہستی سے مغلوب ہو جاتی ہے اور مغلوب ہو کر وہ اس غالب ہستی کے اثر کے مطابق متغیر ہوتی ہے۔ مگر روح انسانی کی ہستی تمام ہستیوں سے زبردست ہے اور سب پر غالب آسکتی ہے اسکو کوئی ہستی نہیں زیر کر سکتی۔ نہ آگ اسکو جلا سکتی ہے نہ سختی دبا سکتی ہے۔ نہ سردی اسکو جاسکتی ہے۔ نہ گرمی پگھلا سکتی ہے۔ نہ کوئی شے اسکو بند کر سکتی ہے۔ نہ کوئی آلہ اسے کاٹ سکتا ہے۔ حتیٰ کہ مقناطیسی اور برقی قوتیں بھی اسے اپنا اثر نہیں ڈال سکتیں۔ ان سب کا اثر صرف جسم پر ہوتا ہے اگر جسم مقابلہ نہ کر سکا اور مغلوب ہو گیا تو اس میں وہ تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں جنکو ہم عام طور پر اسکی بربادی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسوقت روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے یا اگر جسم بالکل خراب ہوا تو انجمن قائم رہتی ہے۔ البتہ اگر اسکو کوئی قوت مغلوب کر سکتی ہے اور اس سے زبردست ہو سکتی ہے تو وہ وہی قوت ہے جس نے اسکو پیدا کیا ہے۔ اور اسے ہر طرح کی قدرت رکھتی ہے۔ اور یہ قوت یا ہستی وہی ہے جسکو ہم خدا کہتے ہیں۔ پس اگر اسکا متغیر ہونا ممکن ہے تو صرف اپنے خالق کی ہستی میں۔ اور جو لوگ عارف کامل ہیں وہ اسکے قائل بھی ہیں کہ یہ تغیر اس میں ضرور پیدا ہوگا۔ مگر مجھے نہ تو عرفان کا دعویٰ ہے اور نہ مجھ میں اتنی صلاحیت ہے کہ ان رموز کو سمجھ سکوں تاہم اتنا کہنے کی ضرورت جرات کرتا ہوں کہ اگر یہ تغیر پیدا ہوا تو وصل و محبت کا مزہ جاتا ہے گا۔ وصل کا مزہ تو یہ ہے کہ ہماری علیحدہ ہستی بھی قائم ہے اور لذت وصل سے ہم محفوظ ہوں۔ اور چونکہ ہماری روح کا یہی تقاضہ ہے اور اسکی یہی

خواہش بلکہ فریاد ہو اور یہ تقاضہ و فریاد محبت الہی کے سبب ہو لہذا اس فریاد کی ضرورت شنوائی ہوگی۔

اعتراض زیر بحث کے لیے اول تو یہی جواب کافی و شافی ہو لیکن مزید طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ معترض حضرات نے انسان کی ہستی اور اسکی حیثیت کا اندازہ کرنے میں نہایت کوتاہ بینی اور تنگ خیالی سے کام لیا ہے۔ انسان کو دنیا کے تمام موجودات پر سبب اسکی شخصیت کے ایک خاص فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ عالم موجودات میں سولے انسان کے کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو جسمین و روح انسانی یا دماغ کے خواص موجود ہوں سولے انسان کے کون ایسی ہستی ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ منتہاے خیال قائم کرتی ہو جس حسن و خوبی کی قدر کرتی ہو۔ عالم کی نیرنگیوں کا حفظ اٹھاتی ہو۔ سچائی اور عدل کی وقعت کرتی ہو۔ عجائبات روزگار پر حیرت کرتی ہو عیش سے فرش تک کی باتوں پر غور و فکر کرتی ہو۔ ترتیب و نظام پیدا کرتی ہو۔ انبائے جنس کی بہبودی کی خواہان ہو۔ عجیب و غریب واقعات سے نتائج اخذ کرتی ہو۔ نیچر کی قوتوں کو اپنی تدبیر سے کام میں لاتی ہو۔ تمام عالم پر فہم و ادراک کی ایک آن میں نظر ڈالتی ہو۔ تحقیقات کرتی ہو۔ اور تحقیقات کے نتائج سے عجیب و غریب باتیں پیدا کرتی ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جو تمام ہستیوں سے بلکہ خود اس عالم کی ہستی سے اسکی ہستی کو بلند کرتی ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو حالت تمام موجودات کی ہوتی ہے وہی ہماری شخصیت روح انسانی یا دماغ کی بھی ہوگی۔ علاوہ برین قانون قدرت کا جو کچھ زور چل سکتا ہے

وہ محض جسم پر۔ روح انسانی پر یہ اپنا کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ اس لیے کہ قانون قدرت محض خالق کائنات کا ارادہ ہے اور روح انسانی بسبب اپنی خصوصیات کے خود اس خالق کا پر تو ہے۔ پس جب تک خالق عالم کی خود خواہش نہ ہو قانون قدرت ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہنا کہ عالم کی قدرت اور اسکی وسعت کے مقابلہ میں انسان کی تاریخ اور اسکی ہستی نہایت حقیر ہے ایک عجیب طفلانہ خیال ہے۔ انسان وہ شے ہے کہ عالم کے تمام موجودات اور اسکی قدامت و وسعت سب اس کے دماغ کے ایک کونے میں سما جاتی ہیں بلکہ ان کے علاوہ وہ ان باتوں پر بھی حاوی ہے جہاں اس عالم میں وجود بھی نہیں ہے۔ البتہ حقیر انسان کا جسم ہے جو وسعت عالم اور اسکی تاریخ کے مقابلہ میں صرف چند فٹ اور چند سالوں کا ہے۔ انسانی دماغ عالم کی ابتدا تک پہنچ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی بہت دور آگے نکل جاتا ہے اور اسکی انتہا کو ایک آن میں اپنے اندر لاسکتا ہے۔ لہذا انسان حقیقی وہ ہستی نہیں ہے جو نیچر کے ہاتھوں سے زیر ہو سکے۔

علاوہ ازیں روح انسانی کم از کم ایک زبردست قوت ضرور ہے اور قوت کو کبھی کسی حالت میں فنا نہیں ہے۔ البتہ ایک صورت سے نکل کر دوسری صورت میں اپنا اظہار کرتی ہے۔ دنیا میں کوئی شخص یہ نہیں ثابت کر سکتا کہ قوت معدوم ہو سکتی ہے۔

اعتراف چام | روح انسانی یا دماغ کو غیر فانی خیال کرنا مسئلہ ارتقا کے خلاف ہے۔ اصول

ارتقاء کے مطابق جو حالت اور موجودات کی ہوتی رہی ہو اور ہوتی رہے گی وہی حالت اسکی بھی ہوتی رہی ہو اور ہوتی رہے گی۔

Evolution یا اصول ارتقاء میں کئی باتیں داخل ہیں مگر یہاں جواب

Survival یا Natural selection پر

of the fittest کے نقطہ خیال سے اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ ہر شے ایک حد معینہ تک ترقی کرتی ہو اور اس وقت تک اسکی ہستی بحیثیت مجموعی قائم رہتی ہو لیکن اُسکے بعد اسکی حیثیت مجموعی جاتی رہتی ہو۔ مگر اگر اسکی ہستی میں کوئی نہایت زبردست شے ہو جو اور قوتوں پر غالب آسکتی ہو تو وہ اُن قوتوں کا مقابلہ کر کے اپنی ہستی کو قائم رکھتی ہو اور اُس مجموعی حیثیت سے جس میں وہ پہلے موجود تھی ایک بہتر اور زیادہ پیچیدہ مجموعی حیثیت اختیار کر لیتی ہو۔ اسکے بعد پھر یہ نئی حیثیت ایک حد تک ترقی کر سکتی ہو اور پھر مٹ جاتی ہو لیکن جو چیز اس میں نہایت قوی ہوگی وہ دیگر قوتوں کا مقابلہ کر کے پھر ایک نئی حیثیت اختیار کر لے گی اور اگر کوئی جزو ایسا قوی نہیں ہو تو وہ حیثیت قطعاً نابود ہو جائے گی۔ اس تہیوری کا انطباق دنیا پر بحیثیت مجموعی بھی

اسکے علاوہ جو باتیں اس اصول میں داخل ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔ Operation of the

law of heredity that like produces like; variability from the action of the conditions of life and from use and disuse; over production, or a ratio of increase so high as to lead to a struggle for existence; sexual selection

کیا جاسکتا ہے اور حیثیت جزئی بھی۔ جزئی حیثیت میں موجودات کے ہر فرد پر یہودی عالم ہوگی۔ اور مجموعی حیثیت میں یہ یون عاید ہوگی کہ تمام عالم میں جو سب سے قوی شے ہے وہ دوسری قوتوں کو برباد کر آخر میں خود ہی رہ جائیگی اور بعد ازاں اس عالم سے بہتر اور زیادہ عظیم الشان عالم کی صورت اختیار کر لیگی۔

اس اصول کی بنیاد پر روح انسانی کا غیر فانی نہ ہونا ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا ہے۔ اور پر تصریح کے ساتھ مختلف موقعوں پر بیان کیا ہے کہ دنیا کی تمام قوتوں میں روح انسانی سب سے زبردست قوت ہے۔ اور کوئی قوت اسکو دبا نہیں سکتی۔ پس یہ ہستی تمام ہستیوں کو دبا کر خود قائم رہ سکتی ہے۔ اور ہکو اسکا پورا یقین ہے اسلئے کہ اس کے دور کا اظہار ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر وقت اپنی زبردست ہستی کے اظہار پر مصر رہا کرتی ہے مگر یہ مسئلہ پھر پھر تا ہے کہ موجودہ مجموعی حیثیت (جسم و قوت ہیمنی وغیرہ) کے بعد کوئی نئی حیثیت مجموعی یہ اختیار کرے گی یا نہیں۔ اس کے متعلق صرف اس قدر کہ دنیا کافی ہے کہ یہ کوئی امر لازمی نہیں ہے کہ اس جسم کو چھوڑنے کے بعد پھر کوئی جامہ زیب تن کرے کیونکہ یہ اسکے لیے مجبور نہیں ہے۔ علاوہ برین جب کوئی دوسری ہستی اسے دبا نہیں سکتی تو یہ اس کے اثر کے مطابق دوسری حیثیت کیون اختیار کرنے لگی۔

اعتراض پنجم موجودہ زندگی کے رنج و تکالیف۔ اسکی پریشانیاں اور انتشار کی کیفیتیں اس زندگی کو قابل نفرت بنا دینے والی چیزیں ہیں اور دل اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ جسم سے علیحدگی ہونے کے بعد بھی اس زندگی کا سلسلہ جاری ہے ورنہ اس

حالت میں بھی ہمارے اوقات کوفت کے ساتھ بسر ہوں گے اور ہم گویا جیل میں پٹے رہیں گے۔

جواب یہ خیال اُن لوگوں کا ہے جو زندگی سے بیزار ہیں اور جنکو اس میں کوئی مرہ نہیں ملتا۔ لہذا وہ اس زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کی حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ زندہ تو ضرور ہیں مگر مردوں سے بدتر ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ فی صدی دنیا میں کتنے حضرات ہیں جو محض اس خیال سے کہ اس زندگی میں رنج و تکلیف کے سوا کچھ نہیں ہے۔ خوشی سے جان دینے کے لیے تیار ہیں؟ انسانی تاریخ بھی اسکا پتہ دینے سے عاری ہے اور اگر دو چار حضرات ایسے گدے بھی ہوں تو ان دو چار کی بنیاد پر کوئی تیسوری نہیں قائم کی جاسکتی اگر مثال پیش کی جائے کہ اکثر لوگ رنج کی حالت میں خودکشی کر لیتے ہیں تو یہ مثال اس موقع پر چسپان نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ رنج کی حالت میں خودکشی کرنے کے یہ معنی ہیں کہ شخص اس وقت رنج محسوس کرتا ہے اور رنج کی شدت اُسے خودکشی کا مرتکب بنا دیتی ہے۔ یہاں بحث تو یہ ہے کہ ایسے لوگ کتنے ہیں جو محض یہ خیال کر کے کہ یہ زندگی باعث رنج و تکلیف ہے خودکشی کر لیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا کہیں پتہ بھی نہیں چلتا اور جب یہ حالت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زندگی کو لوگ ضرور عزیز خیال کرتے ہیں اور جب یہ زندگی عزیز ہے تو لامحالہ دل ضرور چاہتا ہوگا کہ یہ عزیز شیء جسم کی تباہی کے بعد بھی قائم رہے۔ اور فی الحقیقت ہم یہ چاہتے ہیں اور ہمیشہ لوگ چاہتے رہے ہیں کہ ہماری موجود

زندگی بھی دراز نہ ہو اور اسکے بعد بھی ہم زندہ رہیں پس جب ہماری روح میں خودیہ خواہش موجود ہو تو اس بات کی قوی امید ہو کہ یہ اپنی خواہش پوری کر کے رہے گی۔ علاوہ ازین رنج و تکلیف اپنی پیدا کی ہوئی چیز میں ہیں۔ جس چیز کو ہم رنج خیال کریں وہ رنج ہی ہو اور جس کو خوشی سمجھیں وہ خوشی ہی۔ لہذا جب ہم کو ان چیزوں پر قابو حاصل ہو تو ہم بیزار کیوں ہوں۔ اور اگر ہوں تو ہماری غلطی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم کو اپنی زندگی کے مقصد کا علم نہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی زندگی کو خوشی ہی خوشی بنا دیں۔ انسان پر فرض ہے کہ غور و تحمل اور ضبط طبعیت سے کام لے۔ اپنی قوت بے بسی کو دبائے اور اُس سے عمدہ کام کرائے۔ پھر دیکھ کہ زندگی کسی باعث برکت شہ ہو۔ اُس کو یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ ضبط و تحمل باعث تکلیف ہیں۔ رنج و تکلیف کا معیار ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم کو چاہیے کہ اس معیار کی سطح کو نہایت بلند کریں اور اگرچہ اول اول ہم کو ضرور گلابرہٹ ہوگی مگر جب ہم عادی ہو جائیں گے تو کیفیت خود بخود فرو ہو جائے گی۔ اور یہی ہماری زندگی کا حُسن ہے۔

مندرجہ بالا اعتراضات نے بقائے روح کے مسئلہ کو نہایت ہی پیچیدہ بنا رکھا ہے۔ مگر جیسا کہ اُن کے جوابات میں بیان کیا گیا ہے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات محض بے بنیاد ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ معترض حضرات نے نہ تو بقائے روح کے مسئلہ کے ہر پہلو پر غائر نظر ڈالی ہے اور نہ روح کی حالت پر کافی طور پر غور کیا ہے۔ انھوں نے محض چند سطحی باتوں کو اپنے اعتراض کی بنیاد قرار دے رکھا ہے۔ اس میں

شک نہیں کہ ان اعتراضات کے جواب میں بعض نہایت دقیق باتیں بیان کی گئی ہیں جو عام فہم نہیں ہو سکتیں مگر یہ احتقاس معاملہ میں مجبور تھا اسلئے کہ اعتراض کرنے والے کی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ اُسے مسئلہ زیر بحث کے ہر تار یک روشن پہلو پر غور کر لیا ہوگا لہذا جواب دینے والے کا فرض ہے کہ وہ بھی ہر پہلو سے مستحکم ہو کر جواب دے اور واقعہ زیر بحث کی گنہ پر نگاہ ڈال کر بحث کرے۔ پس اُسکا دقیق نکات کے بیان میں پھنسنا ناگزیر ہے اور اُسکے انداز بیان میں ثرولیدگی کا پیدا ہونا بھی ضروری ہے۔ لہذا میں نظریں سے معافی کا خواستگار ہوں۔ اور کچھ دوترک اور انھیں بقائے روح کے بیان کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔

واضح ہو کہ بقائے روح کا یقین عالمگیر ہے اور دنیا کے جتنے بڑے بڑے مہاب ہیں سب روح کی بقا پر زور دیتے ہیں۔ اور جب سے انسان نے اس معمورہ وجود میں قدم رکھا ہے اُسوقت سے آج تک اس عقیدے کا بول بالا رہا ہے اور آئندہ بھی انسان کے دلوں پر اسکا سکہ بیٹھا رہے گا بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ حقیقت کی طرف انسان کا رجحان روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور یہ واقعہ اُس مستقبل کا پیش خیمہ ہے جبکہ ہر فرد بشر کو بقائے روح کی صداقت مثل آفتاب کے نظر آئے گی اور ہر شخص عرفان کے بحر موج میں غوطہ کائیگا اب میں مشاہیر عالم کے وہ اقوال نقل کرتا ہوں جو انھوں نے بقائے روح کی تائید میں فرمائی ہیں۔

سقراط (۱) افلاطون اپنے استاد سقراط کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ (سقراط) اپنی

ہستی کو محض جسمانی ہستی نہیں خیال کرتا تھا جو زمین کے اندر دفن ہو جانے والی ہے۔
اُسکا خیال تھا کہ زہر کا پیالہ پی لینے کے بعد میں اپنے دنیاوی دوستوں سے جدا
ہو جاؤں گا اور ارواح قدسیہ کے حلقہ میں داخل ہوں گا۔ (ملاحظہ ہو

(Plato's Phaedo

(۲) افلاطون سقراط کا خیال بیان کرتا ہے کہ روح خود متحرک ہے اسیلے غیر فانی

ہے (ملاحظہ ہو) Plato's Phaedrus اور Plato's Laws

(Laws) افلاطون کو بھی انہیں خیالات کا مؤید سمجھنا چاہیے اسیلے
کہ وہ اپنی تمام تصانیف میں اپنے خیال کو اپنے استاد کی زبان سے اور اُسکی طرف
منسوب کر کے بیان کرتا ہے۔

ارسطو۔ اسکا قول ہے کہ صرف وہ دماغی قوت جو خیال کرتی ہے غیر فانی ہے۔
آگستین۔ روح اس سبب سے ابدی اور باقی ہے کہ یہ ابدی سچائیوں کو جانتی ہے
ابی سینا۔ ابن رشد۔ امام غزالی رحمہ اللہ اور امام فخر الدین اریز
وغیرہ روح کو باقی مانتے ہیں۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ کا فلسفہ تو اس عقیدے سے لبریز ہے۔
البرٹن مالکس۔ کا قول ہے کہ روح غیر فانی ہے اور جسم سے آزاد ہے۔
اسپانینوزا۔ دماغ انسانی جسم کے ساتھ بالکل برباد نہیں ہو سکتا بلکہ اسکا
وہ جزو جو ابدی ہے قائم رہے گا۔

لائب نٹزر۔ دماغ اور جسم ایک دوسرے سے آزاد ہیں اور موجودہ زندگی میں

ان دونوں کا ساتھ اس سبب سے ہے کہ ان دونوں میں قبل سے ربط تھا۔

کانٹ - تقدس کا تقاضہ ہے کہ وہ لامحدود ترقی کرے اور یہ لامحدود ترقی اُسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب ہم انسان کی شخصیت اور اُسکے وجود کو لامحدود تصور

کرین (ملاحظہ ہو - Kante's Critique of the practical reason: dialectic. ch.1 see iv)

لے۔ فرگوسن - بقائے روح کی خواہش فطری اور خلقی ہے اور بیشک یہ خواہش اپنے پیدا کرنے والے کے منشاء کا پتہ دیتی ہے (یعنی وہ خود بھی روح کو قائم

رکھنا چاہتا ہے) (ملاحظہ ہو - Institutes of moral philosophy p. 119 new.ed.1800)

جان فرزکی - بھی بقائے روح کے خیال کو تسلیم کرتا ہے۔ (ملاحظہ ہو)

(Through nature to God 1899 p.188,189)

لے۔ شاپلی نہ لکھتا ہے کہ روح غیر فانی ہے اس لیے کہ زندہ رہنے کی خواہش ایک عالمگیر خواہش ہے
آر۔ ڈبلیو۔ ایمرسن کا قول ہے کہ بقائے روح کے ثبوت کی خواہش خود

بقائے روح کا سب سے زبردست ثبوت ہے۔

اعتراضات کے جو جوابات اوپر دیے گئے اور مشہور حکماء و عقلا کے جو اقوال

نقل کیے گئے ہیں انکے علاوہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جنکے باعث ہم روح کو غیر فانی ماننے سے باز نہیں آسکتے۔ منجملہ انکے ایک امقابل غور یہ بھی ہے کہ ہماری موجودہ زندگی

اُس تناسب سے عاری ہے جبکہ انصاف مقتضی ہے کہ کثر بے لوگ تو خوش حال ہیں اور نیک لوگ تباہی کی حالت میں سرگردان ہیں۔ لہذا یہ توقع بجا نہیں ہو سکتی کہ آئندہ کوئی زندگی آنے والی ہے جس میں موجودہ نظمی کی اصلاح ہو جائیگی۔ علاوہ اسکے یہ بات بھی مد نظر رکھنے کے قابل ہے کہ اس عالم میں انسان کی زندگی ناقص اور نامکمل ہے انسان کے خیالات کا بلند ہونا اسکی فطرت کا تقاضا ہے پس جتنا ہی اسکے خیالات بلند ہوتے رہیں گے۔ اسکی کوشش اور جانفشانیان جتنا ہی قابل قدر اور قابل ستائش ہوتی جائیں گی اتنا ہی اسکو نئی زندگی نامکمل معلوم ہوگی۔ اور اسکے خیالات کا روز بروز بلند تر ہونا اور اسکی کوششوں و مشقتوں کا ہر لمحہ خوشتر و بہتر صورت اختیار کرنا ایسے بدیہی واقعات ہیں جن سے کوئی بشر انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ بلندی اور یہ ترقی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ انسان کا خیال اسکا معیار اسکا منہما ہے نظر چکر کھاتا ہوا اوپر کو اٹھتا ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس مقام پر جا کر رکے گا۔ پس اس محدود زندگی میں انسانی دماغ کو کبھی بھی آسودگی نہیں میسر آسکتی۔ لہذا اگر انسان کے دماغی افعال اور اسکی موجودہ زندگی محض ہم نہیں ہیں تو اُس کو ہر طور پر حق حاصل ہے کہ وہ بقائے روح اور آئندہ زندگی کی توقع رکھے۔

آخری بات جو مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ جذبہ محبت انسانی دماغ کی ایک نہایت ہی لطیف اور زبردست کیفیت ہے۔ کوئی بشر اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ پس جو لوگ آتش محبت کی گرمی سے آشنا ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ دل فراق مرگ کو کبھی گواہ نہیں کرتا

اور اپنے جنون میں نہایت پُر زور دعویٰ کرتا ہے اور فریاد کرتا ہے کہ بعد مرگ بھی محبوب
 سے رشتہ الفت قائم ہے۔ لہذا جب ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جذبہ الفت ایک
 نہایت ہی زبردست جذبہ ہے اور پُر تو اُسی کی شان رکھتا ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے
 اپنے معبود کی محبت میں ہمارا دل لہریں لے رہا ہے اور اُسکی محبت کی آگ ہمارے
 دلوں میں بھڑک رہی ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ جسم سے علیحدگی ہونے کے بعد یہ زبردست
 رشتہ ٹوٹ جائے اور ہم اپنے محبوب سے جدا ہو جائیں۔ بیشک ہمارے دل بیان
 کی فریاد رنگ لائے گی اور ہم اپنے محبوب سے جدا نہ ہوں گے۔ ہم ازل سے اُسکے
 عاشق ہیں اور اب تک یہی ہیں گے اور وہ بھی ہمارے اس عشق کی قدر کرتا ہے اور اُسکو بھی
 اُسکا مزہ ملتا ہے کیا اُس نے یہ جذبہ مٹ جانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور یہ نہ
 سمجھنا چاہیے کہ وہ محض ہمارا معشوق ہے بلکہ معشوقانہ انداز میں ہمارا عاشق ہے۔
 ”عشق اول در دل معشوق پیدا می شود“ کی ابتدا وہیں سے ہوئی ہے۔ دونوں طرف
 لاگ برابر کی ہے۔ جہاں چین چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ دونوں کے وارا ایک دوسرے
 سے بٹھے ہوئے ہیں۔ نوک جھونک چلی جاتی ہے۔ رمز و کنایہ کی باتیں ہوتی رہتی
 ہیں۔ راز و نیاز کا سلسلہ جاری ہے۔ عاشقانہ و معشوقانہ جھگڑے لگے ہوئے ہیں۔ تو تو
 میں نہیں ہو رہا ہے۔ مگر پھر بھی عاشق و معشوق ایک ہوئے ہیں۔ ایک کو دوسرے
 کے بغیر چین نہیں آتا۔ پھر کون ہو کہ جدا کر سکتا ہے۔ کسکی مجال ہے جو ایک کو دوسرے
 سے علیحدہ کرے۔ اور ہم کیوں اس وسوسہ کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ مگر ہاں۔

در ایک عشق و ہزار بدگمانیان کے ہم ضرور مصداق ہو رہے ہیں۔ مگر یہی تو عشق کی کسوٹی ہے اور اگر ہم استقلال کے ساتھ قائم رہے تو یہ بدگمانیان رفتہ رفتہ خود بخود قیفر و ہو جائیں گی۔

کیا انسان کی ابتدا اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ انسان ایک قطرہ آب سے پیدا ہوتا ہے؟ ناپاک اور ذلیل ہے؟ اور یہ ایک ناپاک و ذلیل شیء ہے۔ علاوہ اسکے جب تک وہ رحم مادر میں رہتا ہے اس وقت تک ناپاک خون وغیرہ سے اسکی پرورش ہوتی رہتی ہے پس جب انسان کی ابتدا ہی اس قدر ناپاک حقیر و ذلیل ہے تو اسکی ہستی کی بابت اعلیٰ ترین خیالات رکھنا۔ روح انسانی کو تمام خوبیوں اور برتریوں کا جامع اور مرکز قرار دینا۔ اسکو غیر فانی تصور کرنا اور تمام موجودات پر اسکو ایک غیر معمولی فوقیت کا مستحق قرار دینا محض ایک طفلانہ حرکت اور مہمل دعویٰ ہے۔ جس شیء کی بنیاد ہی ناپاک و ذلیل ہے اسکی طرف گوناگون اعزاز۔ طرح طرح کی برتریوں اور تقدس کا منسوب کرنا گویا دھول کی رسی بٹنا ہے اور برعکس نہند نام رنگی کا فورہ کا مصداق بننا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ان خیالات کو پیدا کر کے انسان کو دھوکا اور غلط فہمی کا شکار بناتا ہے۔ اسلیے کہ ایک نکمہ شیء کے متعلق عمدہ عمدہ خیالات کا اظہار کرنا گویا اسکو اس وسوسہ میں ڈالنا ہے کہ وہ بہترین چیزوں کے حامل کرنے پر قادر ہے۔ لہذا وہ انکی تحصیل کی کوشش میں ہاتھ پاؤں ہلانا شروع کرے گی اور اس میں نہمک ہو جائیگی۔ مگر چونکہ حقیقت یہ چیزیں اسکی احاطہ قابلیت سے باہر ہیں بلکہ اسکی فطرت کی متضاد ہیں لہذا اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی اصلی حالت کو

بھی بھول جائیگی اور اپنی کوششیں اور قوتیں ایک تحصیل لاجل میں صرف کر دے گی
 اور اسکی حالت اس نراغ کو ذرا غ کی سی ہوگی جو راج ہنس کی رفتار عنا کی تقلید
 کی کوشش میں اپنی رفتار بھی بھول گیا۔ ان خیالات کے رکھنے والوں کی تعداد نہایت
 کثیر ہے اور مجھے تو نہایت افسوس اس بات کا ہے کہ عقلاے اسلام کا بھی ایک معتد بہ
 گروہ اس غلطی کا شکار رہا ہے۔ اور ان کے اقوال نے ہم پر گہرا اثر پیدا کر رکھا ہے حتیٰ کہ لوگوں کو
 یہ اقوال نقل کرتے ہوئے سنا جاتا ہے۔ پس ان خیالات کا دور کرنا نہایت ضروری ہے اسلئے
 کہ اول تو یہ خیالات محض بے بنیاد ہیں۔ دوسرے اگر انکا اثر یوں ہی قائم رہا تو بہت کم لوگ
 عمدہ باتوں کی طرف مائل ہو گئے اور ہر شخص ان خیالات کی بنیاد پر اپنے کو مجبور سمجھ گیا۔ لہذا
 اول بات جو کہتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان محض جسم کا نام نہیں ہے اور نطفہ یا قطرہ آب سے صرف
 جسم انسانی مع اپنے یہی خواص کے پیدا ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ جو شے ہے یعنی روح انسانی
 وہ نطفہ سے نہیں پیدا ہوتی۔ اور ہم یہ نہایت لال اور شرح طور پر بیان کر چکے ہیں کہ روح
 انسانی جسم سے آزاد ہے اور اسکا نتیجہ نہیں ہے روح انسانی جسم کی پیدائش کے بعد اس
 داخل ہوتی ہے اور اسوقت داخل ہوتی ہے جب جسم میں اس کے بار اٹھانے کی قابلیت پیدا
 ہو جاتی ہے۔ روح انسانی ایک لائی اور خارجی شے ہے جو جسم کو اپنا مرکب یا سکن بنالیتی ہے
 مگر یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر روح انسانی ایک پاک اور لطیف شے ہے تو وہ جسم حبشی یا پاک
 شے کے اندر جو نطفہ سے پیدا ہوتی ہے آتی کیوں ہے؟ پس حیطہ ہم کسی شخص کو پہلے گندے
 اور ناپاک کپڑے پہنے ہوئے یا گندے اور ناپاک مکان میں رہتے ہوئے دیکھ کر

خیال کر لیتے ہیں کہ ناپاکی اور غلاطت اسکی طبیعت میں داخل ہے یعنی انہیں اور اس کی طبیعت میں کوئی مناسبت ہے ورنہ وہ اس ناپاکی اور گندگی کو ہرگز نہ گوارا کرتا اسی طور پر ہم روح انسانی کو بھی ایک ناپاک شے کے اندر دیکھ کر یہ ضرور خیال کر سکتے ہیں کہ اسکے نیچے یا فطرت میں بھی ناپاکی موجود ہے یا کم از کم اسکو خلقی طور پر اُس سے مناسبت اور نسبت ضرور ہے ورنہ ہرگز یہ ایک ناپاک شے سے تعلق نہ رکھتی۔

پہلے تو ہم نے اس بحث کو صرف یہ کہہ کر ختم کرنا چاہا تھا کہ لطفہ سے صرف جسم پیدا ہوتا ہے روح انسانی نہیں پیدا ہوتی۔ مگر اس سوال نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ناپاکی کی حقیقت بیان کریں تاکہ یہ واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ اگرچہ محض جسم انسانی لطفہ سے پیدا ہوتا ہے مگر حقیقتہً نہ تو جسم ناپاک ہے اور نہ روح۔ پس واضح ہو کہ جس طرح بدتر و بہتری۔ بُرائی و بھلائی کی کوئی حقیقی ہستی نہیں ہے بلکہ محض ایک فرضی ہستی ہے اسی طور پر ناپاکی یا پاکی بھی حقیقتہً کوئی شے نہیں ہے یعنی ناپاکی یا پاکی بنفسہ کوئی ہستی نہیں ہے۔ بلکہ بُرائی یا بھلائی کی ہستی کی طرح یہ بھی ایک فرضی ہستی ہے اور ہماری کسی خاص غرض یا مقصد سے وابستہ ہے پس لطفہ بھی حقیقتہً ناپاک نہیں ہے۔ یعنی اگر ہم لطفہ یا قطرہ آب کے اجزاء علیحدہ علیحدہ کریں تو کوئی جز ایسا نہیں مل سکتا جسکو ہم یہ کہہ سکیں کہ یہی ناپاکی کی ہستی ہے۔ اسکی ناپاکی محض اعتباری اور فرضی ہے اور ایک نہایت ہی اہم اور زبردست مصلحت پر مبنی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میرے اس خیال سے ناظرین کے دلوں پر بہت

بر اثر پڑیکا اور کوئی تعجب نہیں کہ وہ مجھ پر لعنت بھیجن اور مجھے قابل ملامت خیال کریں
اسی لئے کہ ہمارا پاک اور بے ریب مذہب اسکی ناپاکی پر زور دیتا ہے اور قرآن مجید اور احادیث
بالا اتفاق اسکو ناپاک و نجس قرار دیتی ہیں۔ مگر میں اسلام کے تمام احکام کو سچائی پر مبنی
سمجھتا ہوں اور بوجہ ان و دل اس پر عقیدہ رکھتا ہوں۔ پس نہ تو لغو ذباہد منہامین احکام
فرقائی کی تکذیب کرتا ہوں اور نہ اس کے کسی لفظ یا حرف کی تفسیر کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یہاں
پر محض حقیقت کی بحث ہے۔ نہ تو قرآن کا ذکر ہے اور نہ حدیث کا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب تم
اسلام کے احکام کو سچا سمجھ کر ان پر عقیدہ رکھتے ہو تو تم کو نہیں چاہیے کہ ایسی اہم باتوں
پر آزادانہ رے زنی کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کبھی تحقیقات سے منع نہیں کرتا اور
یہ بھی اسکی ایک خوبی ہے ناظرین سے صرف یہ استدعا ہے کہ اس مختصر بیان کو بغور پڑھیں۔
اس کے بعد اگر وہ مجھے قابل لعنت خیال کریں تو یہ انکی نوازش ہے اور اگر قابل تحسین سمجھیں
تو یہ ان کا احسان ہے۔

میں اپنے بیان کو اس سوال سے شروع کرتا ہوں کہ قطرہ ہمنی کس کے لیے ناپاک
ہے۔ آیا ایک قطرہ دوسرے قطرے کے لیے ناپاک ہے۔ یا درخت کے لیے۔ پتھر کے لیے۔
مٹی کے لیے یا انسان کے لیے؟ ہر شخص ہی کہیگا کہ صرف انسان کے لیے ناپاک
ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ نہ تو یہ تاریکی کے لیے ناپاک ہے۔ نہ روشنی کے لیے۔ نہ مٹی کے لیے۔
نہ پتھر کے لیے۔ نہ کسی اور شے کے لیے۔ اسکی ناپاکی محض انسان کی ذات سے وابستہ ہے
وہی اسکو ناپاک خیال کرتا ہے اور اسی کو چاہیے کہ اسے ناپاک خیال کرے۔ پس باتیں

صاف طور پر ثابت کرتی ہیں کہ انسان خود پاک ہو ورنہ کوئی شے اُس کے لیے ناپاک نہیں ہو سکتی تھی۔ اسیلے کہ ایک ناپاک شے کے لیے دوسری ناپاک شے ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتی۔ نہ ایک غلاطت دوسری غلاطت کے لیے غلیظ ہو سکتی ہو۔ لیکن جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ انسان نطفے سے پیدا ہوا ہے اسیلے وہ ناپاک ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک ناپاک شے کے لیے دوسری شے (خصوصاً جس سے وہ پیدا ہوئی ہے) کیونکر ناپاک ہو سکتی ہے۔ آخر اُن حضرات کا مفہوم کیا ہے؟۔ لہذا یا تو انسان کو پاک ماننا چاہیے یا ناپاک۔ مگر اگر پاک مانتے ہیں تو نطفے کو بھی پاک ماننا پڑیگا۔ اسیلے کہ اس سے اُس کا جسم پیدا ہوا ہے اور روح کو اس جسم سے تعلق ہے۔ اور اگر ناپاک مانتے ہیں تو پھر اُس کے لیے قطرہ منی ناپاک نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ کہ نہ تو نطفہ پاک ہے نہ انسان پاک ہے اور نہ نطفہ ناپاک ہے تو انسان ناپاک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکی اور ناپاکی محض اعتباری اور فرضی صفتیں ہیں اور انکی ہستی ہمارے مقاصد سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ناپاک ہم اُن اشیاء کو کہتے ہیں جو ہمارے اخلاقی۔ روحانی اور جسمانی مقاصد کو نقصان پہنچانیوالی ہوتی ہیں۔ اور یہی مقاصد پاکی یا ناپاکی کے جانچنے کے معیار ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ہم ناپاک اُس قطرہ منی کو کہتے ہیں جو جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور جب تک وہ جسم کے اندر رہتا ہے ناپاک نہیں خیال کیا جاتا۔ آخر اسکا سبب کیا ہے؟۔ اسکا سبب صرف یہ ہے کہ یہ ہماری۔ اخلاقی۔ روحانی اور جسمانی ترقیوں کو نقصان پہنچانے والا ہے۔

لے یہاں پر یہ الفاظ نہایت وسیع معنی میں استعمال کیے گئے ہیں ۱۲

اور ناپاکی بھی ضرور سانی کی ایک قسم ہے۔

اول تو اُس میں اجزاء ایسے (مثلاً اس میں نہایت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں) کہ اگر وہ ہمارے کپڑے یا جسم پر قائم رہیں تو ہماری طبیعت کو منقص اور بھجڑ کر دیں گے۔ اور طبیعت پر ایک انحطاطی کیفیت طاری رہے گی۔ اور کسی کام کے کرنے کی رغبت نہیں ہوگی۔ اسی لیے غسل کرنا نہایت ضروری ہے۔ غسل کے اثر سے یہ تمام باتیں دور ہو جاتی ہیں۔

دوسرے اسکے اخراج سے جسم کمزور ہوتا ہے۔ پس اگر اسکو ہم ناپاک سمجھیں گے تو اس سے زیادہ ملوث ہونے سے بچتے رہیں گے۔ اس لیے کہ بار بار غسل کرنا پڑے گا جو ایک گونہ تکلیف کا باعث ہے علاوہ اسکے اسکی ناپاکی کا خیال ہم کو مباشرت کے ایک محدود دائرے میں رکھے گا اور اس طور پر ہماری جسمانی حالت کی ترقی میں مدد ملے گی۔

تیسرے چونکہ اسکے خارج ہونے سے طبیعت میں انحطاط پیدا ہوتا ہے اور صحتی آجاتی ہے اس لیے جب ہم اسکو ناپاک خیال کر کے غسل کر لیں گے تو تمام کام دلچسپی کے ساتھ کر سکیں گے اور یاد خدا میں بھی خشتوع و خضوع کے ساتھ مشغول ہو سکیں گے۔

پس اس کا قابل نفرت بنانا نہایت ضروری ہے اور اسکی ناپاکی کے خیال نے وغیرہ کی ضرورت ہے اسکو کافی طور پر قابل نفرت بنا دیا ہے۔ اور فی الحقیقت جس قدر اس سے نفرت کی جائے اور جو ذرائع اسکو قابل نفرت بنانے کے لیے پیدا کیے سکیں سب تھوڑے ہیں۔

غرض ناپاکی بنفسہ کوئی شے نہیں ہے اور نہ انسان کا جسم ناپاک ہے اور نہ وہ وح
 جو اس کے اندر مقیم ہے۔ مگر اعتراض کرنے والے پھر بھی باز نہیں آسکتے اور بعض لوگ
 یہ کہہ سکتے ہیں کہ قطرہ منی ضرور ناپاک ہے جب وہ جسم سے خارج ہوتا ہے مگر اسکی ناپاکی
 اُسی حالت تک محدود رہتی ہے جب تک وہ قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے مگر جب وہ ایک خاص
 ترکیب پا کر انسان کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اسکی ناپاکی اُس ترکیب کے سبب سے
 جاتی رہتی ہے۔ مگر اس قول کا ہماری تیوری پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ہم یہی کہیں گے
 کہ نہ تو وہ قطرے کی صورت میں حقیقہً ناپاک تھا اور نہ ترکیب مذکور کے بعد قطرے
 کی حالت میں بھی اسکی ناپاکی کی ہستی محض ہمارے مقصد و معیار پر مبنی تھی اور یہی سبب
 ہے کہ ایک ہی شے ایک خاص حالت میں ناپاک خیال کی جاتی ہے اور دوسری حالت
 میں پاک خیال کی جاتی ہے۔ اسکی مثالیں بیشمار موجود ہیں۔ اور اگر کسی کو اسکے خلاف
 دعویٰ ہو تو وہ قطرہ منی یا کسی ناپاک شے کے اجزاء کی تشریح کر کے ہلکودکھائے کہ فلاں
 جزو خاص ناپاکی کی ہستی ہے یعنی اُس جزو کا یا اسکی خاصیت کا ہماری ذات اور ہمارے
 کسی مقصد سے تعلق نہ ہو۔ بلکہ ان سب سے علیحدہ رہ کر وہ ناپاکی کی ہستی ہو۔

اس بحث میں نہایت اجمال اور اختصائے سے کام لیا گیا ہے۔ ناظرین خود ہر پہلو
 پر غور فرما کر اور اس خیال کو واقعات پر تطبیق کر کے اسکی تشریح و توضیح کر سکتے ہیں۔
 دوسری بات جو مجھے عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ کسی شے کی موجودہ وقعت یا حیثیت ظاہر
 کرنے کے لیے اسکی ابتدا کو پیش کرنا ایک محض ناقص اصول ہے۔ اس میں شک نہیں

کہ اکثر حکما نے ہمیشہ یہی اصول اختیار کیا ہے اور جب کسی وجود کی موجودہ حیثیت۔
 وقعت۔ اہمیت۔ یا ذلت انھیں ظاہر کرنا ہوا ہے تو انھوں نے اسی اصول سے
 کام لیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ اصول بالکل غلط ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ اصول
 ناقص ہے اور ہر حالت میں کارآمد نہیں ثابت ہو سکتا۔ برعکس اسکے اگر ہم کسی
 شے کی موجودہ حیثیت کو اس مقصد سے جانچیں جسکو اسکی موجودہ ہستی انجام
 دے رہی ہے تو یہ طرز عمل نہایت کامیاب ثابت ہوگا مثلاً جس مکان کے اندر میں
 اطمینان سے بیٹھا ہوا یہ مقدمہ لکھ رہا ہوں اگر اسکی موجودہ حیثیت کا اندازہ کرنے
 کے لیے یہ کہا جائے کہ اسکی ابتدائی ہستی ہے تو ہم ہرگز اسکی حیثیت نہیں دریافت کر سکتے
 اور نہ ہمارے دل میں اسکی اصلی وقعت جم سکتی ہے برخلاف اسکے اگر اس کام پر نظر
 ڈالی جائے جو اسوقت یہ مکان انجام دے رہا ہے اور اسکی موجودہ حالت پر غور
 کیا جائے تو فوراً اسکی حیثیت ظاہر ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اپنے بادشاہ کی
 موجودہ وقعت و حیثیت ظاہر کرنے کے لیے اس بات کو پیش کرے کہ وہ ایک
 نطفے سے پیدا ہوا ہے اور ابتداءً محض ایک بے بس بچہ تھا تو کیا وہ شخص اسکی موجودہ
 حیثیت کو ظاہر کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ابتداءً وہ خود بے بس اور محکوم تھا۔ اب
 وہ زبردست حاکم ہے۔ کیا وہ شخص اسکی حکومت سے انکار کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا
 ہے تو اسکی ابتدائی حالت کا حوالہ دینے سے کیا فائدہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ انشا کی موجودہ
 حیثیت کا بیج اسکی ابتدا میں موجود تھا۔ اسیلے ہم اسکو پیش کر کے موجودہ حالت را

اندازہ کر سکتے ہیں۔ تو ہم اس خیال کو تسلیم کرتے ہیں مگر وقت یہ ہے کہ ابتداء میں موجودہ ہستی اس قدر پوشیدہ تھی کہ ہم اُس میں ایسا پتہ نہیں چلا سکتے۔ پس دور ازکار اور وقت طلب طریقہ اختیار کرنے سے فائدہ ہی کیا۔ البتہ ہم کو اس سے انکار نہیں ہے کہ ابتداء اور موجودہ حالت دونوں مجتمع کر کے اگر کسی شے کی موجودہ وقعت اور حیثیت دریافت کی جائے تو یہ نہایت بہتر اور احسن ہوگا۔

اختتام اور جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو تصوف کی طرف مائل ہونا چاہیے اور اس کی برکتوں سے ہمیں اپنی زندگی زرخیز بنانی چاہیے۔ یہی وہ شے ہے جس کے ذریعے سے ہم دین و دنیا دونوں حاصل کر سکتے ہیں۔ تصوف مذہب اسلام کی جان ہے اور شریعت اس کا قالب ہے۔ اور یہ سوال کرنا کہ تصوف اسلام کے کس جزو سے شروع ہوتا ہے محض فضول ہے تصوف ہی حقیقی اسلام ہے اور حبیط اسلام انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہے خواہ وہ اُسکی موجودہ زندگی ہو یا آئندہ اسی طور پر تصوف کو بھی اُسکی دونوں زندگیوں کے جزو کل سے تعلق ہے۔ جسے تصوف کو حاصل کیا اُسے اسلام کو بھی حاصل کیا اور جسے حقیقی اسلام یا شریعت کے باطن پر عبور حاصل کیا وہی پکا صوفی بھی ہے۔ پس تصوف اور اسلام کی ابتداء ایک ہی یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دونوں کی انتہا بھی ایک ہی یعنی انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ امر یقینی ہے کہ اس زندگی کے بعد ہماری ایک زندگی آنے والی ہے لہذا ہم کو اپنے لامحدود مستقبل کے لیے باحسن الوجہ تیار ہو جانا چاہیے اور یہ مقصد صرف تصوف کے توسل سے

انجام پا سکتا ہوا اور ہم نہایت خوش نصیب ہیں کہ قصوف پر روشنی ڈالنے والی نہایت ہی جامع و مانع تحریرات کا مجموعہ اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہر تعلیم یافتہ پر فرض ہے کہ اسکے مطالعے میں منہمک ہوا اور گو ہر مقصود سے اپنا دل خوش کرے۔ یہ مجموعہ حقائق کا ایک بحرِ زخار ہے جسکے ہر قطرہ آب میں ہزاروں اسرار جھلک رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں ایسے دقیق و بسیط مسئلہ پر آج تک کوئی ایسی تحریر ہماری نظر سے نہیں گذری۔

اب میں اپنی اس ناچیز تحریر کو ختم کرتا ہوں اور اپنی خطا و سہو کی ناظرین سے معافی کا خواستگار ہوں۔

سید محمد کمال حسین غفر اللہ تعالیٰ عنہ
(گورکھ پوری)

مورخہ ۲۸۔ جنوری ۱۳۱۹ھ
ہیلیپر، موس سول لائن۔ آگرہ۔





میں نے کماؤ قد خائب من شہا

مولہ حضرت لانا شہا محمد زید بن صاحب اللہ الیہ فی حقہ

سے

العرفان

نشر

حسب شاد حضرت مصنف علیہ السلام عاجز و گناہم ذل انام خاکسایم بریم

در مطبع حکیم بریم واقع کوکھن پورہ مطبوعہ گریڈ

نقشہ تصحیح اعلیٰ کتاب العرفان حصہ نہ

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
کیسا بیڑا پار ہو	کیسا تھ بیڑا پار ہو	۳۶	۱	الموت			
حب وطن				اسلام کے جہان	اسامی تہنیت کی	۳۷	۲
جہان لے چند	جہان بے چند	۳۹	۳	جہان			
اَنْ يَّجْعَلْنَهَا	اَنْ يَّجْعَلْنَهَا	۱۵	۱۵	اَلَا يَكْفِيكَ اللهُ	اَلَا يَكْفِيكَ اللهُ	۱۵	۱۵
(ZADKIEI)	(SADKIEI)	۳۹	۱۱	اَلَا يَكْفِيكَ اللهُ	اَلَا يَكْفِيكَ اللهُ	۳۹	۱۱
بے شک جیدہ	بے شک جیدہ	۵۲	۲	الفضل لعدل	الفضل لعدل	۵۲	۲
اشغر	اشغر	۵۴	۱۵	سب	سب	۵۴	۱۵
تور دل				قالوا ان الله وانا	قالوا ان الله وانا		
بیاید	بیاید	۶۱	۹	اليه راجعون	اليه راجعون	۶۱	۹
یہ عتاب نہیں	یہ مراد نہیں	۱۵	۱۵	کر کہ سحرے	کر کہ سحرے		
یہ تعیت	یہ تعیت	۳	۳	نامکنتات ہے	نامکنتات ہے		
قال ہے	قال ہے	۷	۷	و حق آله فعل	و حق آله فعل		
بیچارگی	بیچارگی	۱۳	۱۳	(روح) میں	(روح) میں		
بھی اپنا تصور	بھی اپنا تصور	۷	۷	ہدیہ مرغوب	ہدیہ مرغوب		
تھقہ درویش				چلا اٹھے	چلا اٹھے		
منسل				ضمیمہ میں	ضمیمہ میں		
حکمت ہے مراد	حکمت ہے مراد	۷	۷	حرمان نصیبی	حرمان نصیبی		
کوئی حالت	کوئی بات	۷	۷	آہن پرنگ شو	آہن پرنگ شو		

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
لَقَدْ كُنْتُ فِي شَكٍّ	لقد كنت في عقله	۸۸	۷	مُصَدِّقًا لِمَا	مصدق فالما	۱۱ (نوٹ)	۷۷
مِنْ هَذَا فَلَنَسْأَلَنَّ مِنْ هَذَا فَلَنَسْأَلَنَّ	من هذا فكلشفنا			بَيْنَ يَدَيْهِ	بین ید یہ		
عَنْكَ غِطَاكَ عَنْكَ غِطَاكَ	عَنْكَ غِطَاكَ عَنْكَ غِطَاكَ			حَالَتِ	حالت سے	۱۱	۱۱
لَدَيْكَ	لديناك	۹۰	۲	زَمَانِي	نماز	۱۱	۱۱
ضُرُورِي	ضروری	۵	۵	نَبِيٍّ أَوْ رُكْنِي	نبین اور رکنے	۱۲ (نوٹ)	۱۲
رُوحِي	روح	۸	۸	اَللّٰهُ مَوْتَانِي	اللہ موتا ہے	۱۳ (۱۱)	۱۳
فَطَفِقْ مَسْجِدًا	فطفق مسجدا	۱۳ (نوٹ)	۱۳	دَرَسِي مَعَاشِي	دستی معاش	۱۳ (۱۱)	۱۳
بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ	بالسوق والأعناق			إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ	ان الدین عند اللہ	۱۵	۷۷
بِأَيِّهِ	بیاہوتی ہے	۱۲ (۱۱)	۹۱	أَلَا سَلَامٌ قَفَّ	السلام قف		
وَفَتْ فِيمَنْ مِثْلِي	وفت فید میں مچی	۱۵ (۱۱)	۱۵	وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ	وما علینا الا البلاء	۲۱	۱۱
مُرشدًا كَأَشَارَةِ اس	مرشد کا اس	۱۸ (۱۱)	۱۸	قَاتِلِ	قاتل	۸	۷۸
كُلُّوْا مَعَ الصَّادِقِينَ	کولوامع الصادقین			لَحْمِيكَ	لحمیک	۵	۱۱
بَحْرِي	بحر	۱۳ (نوٹ)	۹۲	جَاتَانِي	جانا ہے	۱۹ (۱۱)	۷۹
بِعِشْقِ آدَمِ قَلَمِ	بعشق آدلم	۱۹ (۱۱)	۱۹	حَوَاسِ ظَاهِرِي كَ	حواس کے	۱	۸۰
لَمِيْدِي قِ	لمیدق	۱۱ (۱۱)	۹۳	بِهِیْ	بہی ہے	۱۹ (۱۱)	۸۱
بَيْنَ الْمَعْطُوفِ	المعطوف	۱۲	۹۴	أَنْهَوْنِي رُوحِ شَانِي	انھوں نے روح شانی	۱۹	۸۲
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ	رسول اللہ علیہ	۱۴	۹۵	وَرُوحِ حِلْوَانِي كَ	کے متعلق		
فَأَسْأَلُكَ وَصَافِي	فاسے اوصاف	۵	۹۶	أَوْ تَنْزِيهِ	اور تنزیہ	۱	۸۳
عِبَادِنَا ابْنَانَا مُحَمَّدًا	عبادنا ابنا محمد	۱۱	۱۱	وَصَلِّ	وہ اصل	۱۶	۱۱
مِنْ عِنْدِنَا وَعِلْمَانَا	من عندنا وعلما			مَعْرِفَتِ دِينِ	معرفت دین	۱۷	۸۴
مِنْ لَدُنَّا عِلْمَانَا	من لدنا علما			دَوْدُكُمَا	دودھ کما	۱۴	۸۶

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۹۸	۳	یُوْنٰی لَصَابِرٌ	۱۱۱	۲	رکھو برا انجام
۱۶	۱۶	اِنَّكَ لَعَلٰی عَظِيْمٌ	۱۱۳	۱	برابر بھی
۱۷	۱۷	مُؤَدِّبٌ	۱۰	۱۰	TRANQUILLITY
۱۰۰	۹ (نوٹ)	خاطر کے لیے	۱۲	۱۲	کُلُّ
۱۱۵	۱۱۵	شاستری	۵	۵	مُجَسَّدَاتُ النَّاسِ
۱۰۱	۱۱ (۱)	بدیشوں	۱۵	۱۵	(منع دشام ہی)
۱۰۳	۴	OF ISLAM	۱۶	۱۶	وَلَا تَقْفُ
۱۰۵	۵	VEDANTIC OF VEDANTIC	۱۴	۱۴	وَاَعْرِضْ
۱۰۸	۱۷ (نوٹ)	PHILOSOPHY	۶	۶	مُسْلِمًا وَآلِ حَقِّی
۱۱۸	۱۸ (۱)	جہان نگداشت	۳	۳	اور اکتے ہیں
۱۱۹	۱۹ (۱)	لا ینظر کم	۱۷	۱۷	بیاید
۱۲۰	۲۰ (۱)	وینا تکم	۱۱	۱۱	INIQUITIES
۱۲۱	۲۱ (۱)	تیتون کو	۶	۶	علمی دلائل
۱۲۲	۲۲ (نوٹ)	دل میں آیا	۱۲۲	۱۲۲	واردات
۱۲۳	۲۳	کام میں لاتے ہو	۷	۷	و مضرت ہی نازد
۱۲۴	۲۴	دھری ہجاتی ہی	۱۲	۱۲	اسی کے حالات
۱۲۵	۲۵	بندہ ایمان	۳	۳	خور مخور
۱۲۶	۲۶ (۱)	علمی کی			

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
کل یونیورس	کل یونیورس	۱۵	۱۵۲	تحفہ درویش			
یہ کچھ بھی	یہ بھی کچھ	۴	۱۵۳	بنسہ			
نہ جوہر کے لیے	اور نہ اُس کے لیے	۱۹ (نوٹ)	"	ذرون سے	ذرون بنے	۸	۱۲۸
اور نہ اُس کے لیے				رقیق و غلیظ	رقیق و غلیظ	۱۲	"
خلاف قیاس نہیں	خلاف نہیں	۲	۱۵۵	حکمت و تدبیر	حکمت و تدبیر	۸	۱۲۹
وعدہ و وعید	وعدہ و وعید	۱۱	۱۵۶	امید نہ کیجائے	امید نہ کیجائے	۶	۱۳۲
زیارات کا مقابر	زیارات مقابر	۳	۱۵۸	معلوم نشد	معلوم نشد	۲	۱۳۳
ذکر رسول				اور یہ بے قیدری	اور بے قیدری	۴	"
قوت بالا ارادہ	قوت بالا ارادہ	۱۱	۱۵۹	تک کو جو جو	تک کو جو جو	۱۳	"
خدا	خدا ہے	۵	۱۶۱	۱۳۱ ۱۳۱	۱۳ ۱۳۱	۷	۱۳۴
بنکا ہیں	بنکا ہیں	۲	۱۶۲	ارادہ	ارادہ	۱۷	۱۳۶
بہبودی متصور	بہبودی متصور	۱۳	۱۶۴	پروفیسر نہری	پروفیسر نہری	۱۶ (نوٹ)	۱۳۹
العلم والحکم	العلم والحکم	۳	۱۶۶	بین دلیل ہے	بین دلیل ہے	۱	۱۴۱
وَالْفَجْرِ	وَالْفَجْرِ	۲	۱۶۷	جن آلام سے	بعض آلام	۲	"
کے دولت سرے	کی دولت سرے	۷	"	عالم جہاں آیا عا	عالم دنیا سے	۷	۱۴۲
وسائل معاش	وسائل معاش	۱۲	"	ملانا ہے	ملانا	۸	"
خدائی کا اسی	خدائی کا اسی	۱۱	۱۷۱	تِلْوَ عَلَيْهِمْ	تِلْوَ عَلَيْهِمْ	۱	۱۴۵
یہی ہستی نیستی	یہی ہستی نیستی	۱۵	۱۷۲	اُسی کا بیعت ہے	اُسی کا بیعت ہے	۱۱	"
حالات زندگی	حالات زندگی	۱۳	۱۷۳	دنیائے دانی	دنیائے دانی	۹	۱۴۹
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ	وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ	۱۶	"	فریشتہ	فریشتہ	۱۰	"
ہو بخیر امانی	ہو بخیر امانی			مانوں گا	مانوں گا	۱۵	۱۵۰

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
میری رلے	میری رلے	۳	۱۹۱	وَنِعْمَ النَّصِيرُ	وَنِعْمَ النَّصِيرُ		
مضبوط عمارت	مضبوط عمارت	۱۵	"	بِطَرَانِي	بِطَرَانِي	۳	۱۷۸
گزرنے پر	گزرنے	۸	۱۹۲	اِنَّا بَلَدْنَا لَكَ	اِنَّا بَلَدْنَا لَكَ	۱۷ (توٹ)	"
کیا ڈھنگ تھا	کیا ڈھنگ	۱۰	"	اِذَا صَابَتْهُمْ	اِذَا صَابَتْهُمْ		
مطر جان یونپوٹ	کیا یہ بات	۱	۱۹۳	مَصِيبَةٌ قَالُوا	مَصِيبَةٌ قَالُوا		
کتے میں کیا بات	رہ سکتے تھے	۱۲	"	اِنَّا لَنَدْعُوْا اِلٰى رَبِّكَ	اِنَّا لَنَدْعُوْا اِلٰى رَبِّكَ	۵	۱۸۰
رہ سکتے تھے	مطر پر نگر آریں	۵	۱۹۵	مَصِيبَةٌ اِخْتِمْ	مَصِيبَةٌ اِخْتِمْ		
ولیم میور	ولیم میور	۳	۱۹۹	وَاللّٰهُ يَهْدِيْ	وَاللّٰهُ يَهْدِيْ	۷	۱۸۱
علیہ وسلم	علیہ وسلم	۳	۱۹۹	مِنْ يَّشَاءُ اِلٰى	مِنْ يَّشَاءُ اِلٰى		
جناب حضرت	علی حضرت	۷	"	صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ		
کسی کو	کسی کو	۶	۲۰۲	اِنَّكَ اِلٰهٌ	اِنَّكَ اِلٰهٌ	۲	۱۸۲
قسم خدا کی	قسم خدا کی	۲	۲۰۳	اِنَّكَ	اِنَّكَ	۳	"
ظروف پانی	ظروف سے پانی	۴	۲۰۶	جَانِ دِيْنٍ	جَانِ دِيْنٍ	۱۲	"
جیا کرتا ہے	جیا کرتا ہے	۱۳	۲۰۸	وَلَقَدْ	وَلَقَدْ	۴	۱۸۶
مصابیح میر علم	مصابیح میر علم	۴	۲۱۲	كُلِّ مَثَلٍ	كُلِّ مَثَلٍ	"	"
ہتھیار و حریر میر	بہ خدا بزرگی			قُرْآنٍ مَّجِيدٍ	قُرْآنٍ مَّجِيدٍ	"	"
صبر چادر میری				لَا سَاطِبٍ	لَا سَاطِبٍ	۱۲	"
خوشنودی خدا مال				بَلَاغَتٍ	بَلَاغَتٍ	۱۴	"
عینیت اصلاح				بَلَاغَتٍ	بَلَاغَتٍ	۳	۱۸۷
بہ خدا بزرگی				تَمَامُ جَزِيرَةٍ	تَمَامُ جَزِيرَةٍ	۷	۱۸۸
				رَسُولُ اللّٰهِ	رَسُولُ اللّٰهِ	۷	۱۸۹

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
بے صورتی	بے صورتی	۸	۲۳۰	بندگی و غمی	بندگی و غمی	۶	۲۱۲
نجات اسکوت	نجات اسکوت			چھوڑ چھاڑ کر	چھوڑ چھاڑ کر	۱۶	"
نہ	نہ			رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ	۱۷	"
بات جیت	بات جیت	۸	۲۳۳	اچھا بہتا اچھا	اچھا اور اچھا	"	"
MIND	MIND	۱۰	"	خلق را وصف	خلق را وصف	۶	۲۱۳
نجات اسکوت	نجات اسکوت			رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ	۸	"
نہ	نہ			واللہ یحدی من	واللہ یحدی من	۱۵	۲۱۳
جب ہم نابود	جب ہم نابود	۱۳	۲۳۶	یشاء الی صراط	یشاء الی صراط		
EXAMINATION	EXAMINATION	۸	۲۳۸	مستقیم اسلام	مستقیم اسلام		
وسوسہ	وہوسہ	۶	۲۳۹	علی من اتبع	علی من اتبع		
(عرفان)	(عرفان)	۵	۲۴۰	الہدای	الہدای	۱۶	۲۱۷
ضابطہ	ضابطہ	۱۵	"	وسیعینہا	وسیعینہا	۱۶	"
ہو کر رہیگا	ہو کر رہیگا	۱۱	"	شکوہ	شکوہ	۷	۲۱۹
نور عشق	نور عشق			ہو الاول والاخر	ہو الاول والاخر	۱۳	۲۲۰
تاکس نکوید	تاکس نکوید	۱۵	۲۴۱	والظاہر الباطن	والظاہر الباطن		
فقد تفت	فقد تفت	۱۶	"	دور کردیجے	دور کردیجے	۲	۲۲۲
احدیث	احدیث	۴	۲۵۱	ناشر	ناشر	۵	۲۲۳
برخیزد	برخیزد	۷	"	نجات اسکوت	نجات اسکوت		
جاننے والے	جاننے والے	۱۰	"	نہ	نہ		
اتحاد گمان کر کے	اتحاد گمان کر کے	۱۸	"	محنت	محنت	۱۱	۲۲۸
کہ وحدتش	کہ وحدتش	۱۵	۲۵۱	حقیقت یمن تھی	حقیقت یمن تھی	۱۶	"

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
برایۃ الاولیاء	برایۃ اولیاء	۱۰	۲۴۳	بوجود ظلی	بوجود ظلی (نوٹ)	۲۵۳	۲۵۳
اخبار الاخبار	اخبار الاخبار	۱۴	"	عقل کل ست	عقل ل ست (//)	۲۵۶	۲۵۶
بعد صلوة	بعد صلوة (نوٹ)	۱۴	"	اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی	اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی (//)	۲۵۷	۲۵۷
جس کو چہ بین	جس کو چہ بین (//)	۸	۲۴۵	اَلْاَرْضِ خَلِیْفَتُ	اَلْاَرْضِ خَلِیْفَتُ		
می نمایند	می نمایند (//)	۱۸	"	وَعَلَّمَ اَدَمَ	وَعَلَّمَ اَدَمَ (//)	۱۵	"
فنائے حرف را	فنائے حرف را (//)	۱۹	"	اَلْاَسْمَاءُ كُلَّهَا	اَلْاَسْمَاءُ كُلَّهَا (//)		
جواہر عینی	جواہر عینی	۴	۲۴۶	خدا دیدہ	خدا دیدہ (//)	۱۸	۲۵۸
باقی ستاد و رختہ	تامدور خاتمہ	۱۳	"	زرق زرق	زرق زرق	۲	۲۶۰
امین (امین	۱۶	"	پس تو ہے	پس تو ہے	۳	"
چون نماند	چون نماند	۸	۲۴۸	جان عالم	جان عالم	۹	"
اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ	اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ	۱۲	"	لیٹ کر ڈھکی	لیٹ کر ڈھکی (نوٹ)	۱۶	۲۶۲
ہرزہ و بے معنی	ہرزہ و بے معنی (نوٹ)	۱۸	"	ممکن کہ بچان	ممکن کہ بچان (//)	۱۸	"
قدر عشق	تار عشق	۱۶	۲۸۰	گھٹنا ہے فرخ آبا	گھٹنا ہے فرخ آبا (//)	۲۰	"
بیار	بیار (نوٹ)	۲۱	۲۸۱	نفسی حقوق	نفسی حقوق (//)	۱۱	۲۸۳
لمعات میں ہے	لمعات می ہے (//)	۵	۲۸۲	رفت شد نمک شد	رفت شد نمک شد (//)	۱۹	۲۸۵
قوارر القواد	قوارر القواد (//)	۷	"	علیہم	علیہم	۸	۲۸۷
و میسر	و میسر (//)	۲۰	"	کی بھی	صوفیہ کی بھی	۱	۲۸۸
دیوانہ	دیوانہ (//)	۱۰	۲۸۵	آزاری کن	آزاری کن	۹	۲۸۹
م اتباع سلو اعظم	م اتباع سلو اعظم (//)	۱۸	۲۸۶	را خطے	را خطے (//)	۸	۲۹۰
بنا پر بھی	بنا پر بھی (//)	۲۱	"	سگ تو	سگ تو	۲	۲۹۱
سمجھے	سمجھے	"	"	امروز فردا	امروز فردا	۹	"

صحیح	غلط	نقطہ	صحیح	غلط	نقطہ
ولا تفسر	ولا تفسر	۲۸۷۰ (نوٹ) ۸	یٰۤاَیُّہَا اللّٰہ	یٰۤاَیُّہَا اللّٰہ	۲۸۷۰ ۶
ہر کلمہ مرا	ہر کلمہ ترا	۲۸۸ ۸	ہر کہ خواہد	ہر کہ خواند	۲۸۸ ۸
نخوردہ اند	نخوردہ اند	۱۳ (۷) "	یہ کہ امام	یہ کہ امام	۱۳ (نوٹ) "

ان من الشعر حکمتہ وان من البیان سحر



در مطبع حکیم بہم واقع گو کہ مطبوع گریز

کس طرح افراد و تفریط کا پہلو اڑایا گیا سمجھ دار سمجھ سکتے ہیں کہ مجرد خوف یا رجا کی حالت
یا تو نہایت خطرناک سخت فتنہ انگیز اور حد سے زیادہ باعثِ شور و شر ہو۔ یا انسان
کو جملہ امور سے (دینی ہون یا دنیاوی) معطل محض کر دینے کے لیے کافی روانی
مطلب ایک سے بھی نہ نکلا عالمِ آخرت تو دور رہا اسی عالمِ اسباب کے خاص لخاص
مقاصد طرز تمدن۔ طریق معاشرت اخلاقی حالات و عادات و اطوار ایسی ایسی کرٹھن
بدلتے نظر آئیں گے کہ جزیرہ اندلس اور اڈیسہ کے قدیم وحشی پتے پوش اور مالوی کے
بھیل بھی اپنی غیر مذہبی بہائمی خصلتوں میں قابلِ معافی مجبور و معذور سمجھے جائیں گے۔
دونوں جہان کی لذتیں تو وسط و اعتدال کی پابندی کرنے والوں کے ساتھ وابستہ
ہیں خیر الامور و اوسطها مومن وہ ہر جو صاحبِ ایمان ہو۔ عقائد کے انہ نے
اپنے اپنے تصانیف نافعہ میں مومن و مسلم کے معنوں میں بہت کچھ تحریر فرمایا۔ امام ابوالمصنف
ماتریدی رحمہ کی تحریر لطیف قول فیصل ہے۔ ایمان کا تعلق قلب سے ہر **فَلَا يَكُنِ اللَّهُ**
حَبَّكَ إِلَيْكُمْ إِلَّا يَمَانٌ وَذَيْنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ حدیث متواتر اذا الاعمال بالنیات
اسی قلبی لگا و اسلام کی جان یعنی ایمان کی جانب ترغیب تحریریں دلا کر عملیات کی
مقبولی غیر مقبولی کی شہادت دے رہی ہے۔ التصوف تصحیح الخیال گویا صفا سے
باطن اور تصحیح خیالات لازم و ملزوم۔ خیالات کی درستی بغیر صفا سے قلبی ناممکن قلب
کا پاک ہونا اور خیالات کا بدستور انجھار ہنا ستر یا غلط محال درحال۔ یہی وجہ ہے کہ
قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ کہا گیا ہے

<p>دل چہ باشد مطلع انوار حق دل بود مرأت وجہ ذوالجلال پیش سالک عرش حرمین ست دل دل مقام استوائ کبریاست</p>	<p>دل چہ باشد منبع اسرار حق در دل صافی نماید حق تعال جملہ عالم چون تیغ جان ست دل دل نباشد آنکہ با کبر و ریاست</p>
---	--

قلب الانسان بيت الرحمن دل صاف اور محل ایمان ہو تو پھر ایمان کا
ایک یو چھنا اور علیات کا کیا کہنا۔ مگر افسوس کہ ہماری طرز عمل سے ظاہر و مہیدار
و نمودار کہ ہم صرف زبانی ہاں ہاں بجا درست کہنے والوں میں ہیں۔ نہ قول کو فعل سے
مطابقت نہ زبان کو دل سے لگاؤ۔ اب ایمان سے ہم اپنے ایمان کی کمین سُنیں
تو واللہ شہد باللہ کچھ بھی کہا نہ جائے۔ خیر القرون کو جانے دیں۔ اُسکے بعد
بہت بعد کے زمانے پر نگاہ ڈالیں تو صحیح اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں
اور ایمان نے ہمارے قول فعل زبان و دل کو کہا نیک مطابق موافق کیا ہے ایک ایک
اصول کو کہا نیک جاچیں۔ سب جانے دین صرف آیہ قرآنی مندرجہ عنوان سے
زبان و دل کا لگاؤ ایمان و قلب کا ربط قول و فعل کا حال کبھی بھال کر جس سے ایمان
کی سچی تصویر بخوبی روشن و عیان ہو جائے گی۔ آئندہ کے لیے ایک ایسا نتیجہ نکالیں
جو ہماری آنے والی دائمی پائدار اور کبھی نہ فنا ہونے والی زندگی کے لیے نافع و مفید
باعث فرحت و مسرت ہو۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ہم علم الیقین عین الیقین حق الیقین
سب چھوڑ چھا فقط یؤمنون بِالْغَيْبِ کی شان بلند درجہ ارفع کے کس درجہ پر

پہنچے۔ ہماری پرواز اسفل سے اعلیٰ کی جانب ہر یا ترقی معکوس رجعت قہقری
 نے اُس ہولناک گھاٹی لق وودق میدان میں جا ڈالا جہاں نہ اب کسی ناصح کی نصیحت
 کا لون تک پہنچ سکتی ہے نہ کسی سچے ہمدرد خیر طلب کی ہمدردی خیر طلبی کا اثر و نہائی
 و دستگیری کا بیڑا اٹھا سکتا ہے۔ خواب غفلت میں ہیں یا بیدار بیٹھی نیند میں ہیں یا ہشیار
 کھوٹے کھرے کا پروہ کھل جائیگا چلن میں — اُس مالک و جبار رب الارباب وسیع
 الاختیار کا حکم حکم ہے فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَعِدُّ مَوْتَهُ
 پس جب آئے گا وقت اُنکا نہ پیچھے رہیں گے ایک ساعت اور نہ پہلے چلیں گے
 اس سے ملتی جلتی قرآن عظیم میں اور بہت سی آیتیں عبرت دلانے والی موجود ہیں
 مثلاً وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوتَ اَوْ يَبْاْذِنَ اللّٰهُ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا - كُلُّ نَفْسٍ
 ذٰلِقَةُ الْمَوْتِ ط - يَحْكُمُ قَدْ رَزَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتِ - وَلَنْ يَخْرُجَ اللّٰهُ نَفْسًا
 اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا و قس علیٰ ہذا۔ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ پس جب آئے گا وقت اُن کا
 لَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً نہ پیچھے رہیں گے ایک ساعت و لَا يَسْتَعِدُّ مَوْتَهُ
 اور نہ پہلے چلیں گے۔ مطلب یہ کہ وعدے سے کم نہ زیادہ۔ موت کے لیے کسی خاص
 وقت کی ضرورت نہیں۔ نہ کوئی میعاد معینہ بتائی گئی۔ یہ نہیں حکم ہوا کہ آج شام تک
 مرجاؤ گے۔ نہ یہ ارشاد ہوا کہ آئندہ ماہ کی فلان تاریخ کو کوچ ہو۔ فرمان عظیم الشان تو یہ ہے
 کہ جب وقت آئے گا ایک ساعت کا توقف نہ ہو گا یہ حکم حکم تازیانہ
 غفلت ہر ایک ایک لمحہ کی قدر یاد دلانے والا۔ خواب نوشین سے جگانے والا۔

بیدھڑک ناصح سچا ہمدرد۔ ابھی آگافا آگافا ہوا ہو جائیں۔ کیا اعتبار۔ آپ بٹائیں ہم نہ جان
ایسی مجال یا اختیار۔ آہ جب موت ہر دم دم کے ساتھ ہو اور دم کی دم میں بدم
ہونے کا یقین غالب تو اس نازک سبکی اور بے بسی کے وقت کو جسے علم نزع
کہتے ہیں ہم کس بھروسے کس بے تے پر بھولے بیٹھے ہیں۔ افسوس اس تنگ و
نار یک مکان کے لیے جو اول منزل ہو اور جسمیں سب اعداء اہل اپنے پرانے
خاک کے بچھونے پر سلا کر مٹی میں دبا کر مٹھا خٹکنا کہ وہ مٹھا
مٹھا جگہ تارہ اُخروی ٹھ پڑھ پڑھا کر چلے آئیں گے ہم نے کیا کیا سامان فراہم
کیے کہ اس طرح بیاک ایسے بڑا اترائے اترائے پھر ہے ہیں۔ اس دور دراز سفر
کے لیے جس سے کسی کو مقرر نہیں۔ ہم نے کیا زاد راہ لیا۔ پلہ میزان کو ہمارے
کون کون سے نیک عمل بھاری کریں گے۔ صراط سے ہوا کی طرح اڑانے کو ہماری

لے آہ آہ اب ہوش میں ضبط نہیں رہیں۔ کچھ بھولا یاد آگیا اضطراب نہیں ہے۔ ای حنیف فلک حوالی اکیڈمیت
بلاوگری شیوہ پرینت لے خاک اگر سید تو شکاں س کو ہر قسمی کہ در سید است کسی دوست صادق کی
اجانک موت۔ دائمی مفارقت کا خیال آیا دل بے قابو ہوا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آہ یہ تہ مجھ کہ یہ تحریریں نہیں ملی
حالت کا صاف صاف عکس اور قدرتی جذبات قلبیہ کی عکسی تصویر ہے۔ کلیچہ کھڑے کھڑے بے اختیار کی کیفیت ہے۔
حکمران پاش بے صبری بے خودی کی حالت ہے۔ شکوہ ہے زندگان مقام بعد کا ایسے گئے کہ ابھی بھیجیہ سید کا
مظہر ہمارے اس آہ سے جیبری کا الزام ہے پیر کا نیگامعاذ اللہ مالک ملک میں شکوہ شکایت کسی۔ جو کچھ ہے عین بندہ پیری
بندہ نواری کی شان ہے ہم احکام تھا و قدیس جون و چرا کرین کیا امکان ہے۔ رضیت بما قسم اللہ لی
و قوَصَتْ قَوْیَ بِالْحَقِّ لَقَدْ احسن الله صاف کذا یحسن الله فی ما یحقہ کرمات تو بہت کرمات امین
نہیں مٹھاری ہوا سی سے یہ بیانی بغیر ہی ہے۔ افسوس لا کہ دستہ ان فہم میں ہوا فہم ان فہم
چون بے گل آمدند بیا و سولہ در خاک چھوڑے با ان فہم فتالوا ان الله و ان الیہ مرجعون ۱۲

کون کون سی ریاضات کافی ہیں۔ آہ افسوس! افسوس! یہ تہمتی یہ بیسرو سامانی
اسپر ہارا ناز بجا دعویٰ ایمانی غفلت کی میٹھی نیندین ہیں اور چند روزہ علش و آرام
آخر کچھ حد پر کچھ انتہا ہے۔

تا چندا سیر نفس و شیطان باشی	افتادہ بدام فسق و عصیان باشی
ترسم کہ چو پردہ از میان بردارند	خوار و خجل و زار و پشیمان باشی

مرا مزا تو ہم کہتے ہیں مگر نہ کبھی اُسکے لوازم پر نگاہ ڈالی نہ نتائج پر غور کیا۔ ابتدا سے اس وقت
تک کے واقعات اگر ہم ذرا بھی چشمِ عبرت سے دیکھیں تو آنکھیں کھل جائیں غفلت
کے پرے خود بخود دور ہوں۔ ہمارا باطن صاف ہوا و طینت پاک۔ ہم میں سچی طلب
ہو۔ اور قبولیت کا مادہ۔ اُس وقت یقین ہو کہ خدا کی رحمت ہماری دستگیری کرے۔
نور ایمانی سے ہمارا قلب منور ہو۔ اور ہم سچے پکے مومن کہ جانے کے مستحق تِلْكَ
الْأَمْثَالِ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ فَأَعْتَبُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ
فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ۝ حضرت ابوالبشر جن کا کالبہ لطیف کہان کہان
کی مٹی سے چالیس دن میں خمیر ہوا (وخمیرنا طینۃ ادم اربعین صلبًا) پھر بودا
نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ ۝ وہ کالبہ خاکی روح پاک کا محل بنا عظمت وہ ہوئی کہ
مسجد ملائک ہوئے۔ جنت رہنے کو ملی۔ دنیا آپ سے آباد ہوئی۔ عمر ہزار سال پائی
بالآخر جبل بوقریس میں جسم خاکی ہوا۔ اور روح اعلیٰ علیین میں جاگزین حضرت نوح
اُس طوفانِ عظیم الشان میں کہ بمقتضای فَفَخَّخْنَا الْاَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَا هُمْ فِيْهَا

اَلَا دَضُّ حَيُّوْكَ۔ آسمان وزمین پانی ہی پانی تھا موت سے واسطہ نہ رکھیں مگر
آخر کار جامِ مات نوش فرمائیں۔ حضرت ہو باد صرصر سے قوم عاد کو پست کر دیں
مگر اس ہادم اللذات سے خود بھی نجات نہ پائیں۔ حضرت خلیلؑ کے جسم لطیف پر
آتش نرودی کے بھڑکتے شعلے پھول کی طرح اپنی بہار دکھائیں مگر ایک سو بیس
کی جب عمر شریف ہو اس عالم سے تشریف لے جائیں۔ حضرت ایوبؑ باہمہ صبر و عبادت

اِیُّ مَسْفٰی الضَّرِّ وَاَنْتَ اَدْنٰی الْکَرٰحِیٰنِ ۝ فرمائیں۔ پھر بھی نئی موت سے نجات
نہ پائیں۔ حضرت سلیمانؑ کو اٹھنے کی حضرت موسیٰؑ کو بیٹھنے کی اجازت نہ۔ تخت سلیمانی
کیا ہوا۔ حضرت یوسفؑ کی رعنائی حضرت داؤدؑ کی زمزمہ سرائی کدھر گئی۔ حضرت یحییٰؑ
و ذکر یابو شمعون حقیلؑ شعیبؑ و عزیزؑ کہاں تشریف فرما ہوئے۔ صد ہا زہاد و عباد ابدال و
اوقاد ہزاروں اولیاء کبار صالحین برابر داخیا پیدا ہوئے مگر سچے بموت کسی نے
نجات نہ پائی۔ خود ہمارے نبی کریم ہادی دین قوم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم جن کی شان
اقدس کَوْکَبٌ لَّمَّا خَلَقْتَ الدُّنْیَا ہِیَ اِسْ حیات ظاہری سے محفوظ نہ رہ کر
عالم بقائیں رونق افروز ہوں۔ پیشدادی و کیانی۔ بنی امیہ و ساسانی۔ خلفائے عباسیہ
و اشکانی۔ و یالمہ و چنگیز خانی اور خدا جانے کون کون ناہض ملک بقاء ہوئے۔
ہمارے اژدار الغرورے ساختن در البرہر تاکے اژدار الفرائے ساختن در القرار
ان واقعات گزشتہ کے علاوہ روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ایسے ایسے حادثات
ہوا کرتے ہیں کہ اگر ہم ذرا بھی غور و فکر سے کام لیں چشمِ عبرت دیکھیں تو ہماری غفلت کا

پورا پورا علاج ہو سکتا ہے مگر افسوس تو یہی ہے کہ ہم میں غور کا مادہ عبرت کی آنکھیں نہیں بنیں
گویا ہر اور دل خاموش۔ ہاں ہاں کے سوا کبھی نہیں سے واسطہ نہیں رکھا۔ جب دیکھو
لبیک لبیک زبان پر جاری لیکن جب تک عملی طریقے سے ثبوت نہ دیا جائے زبان
دل کی سچی ترجمان قرار نہ پائے دلی قبولیت قلبی مقبولیت کا صحیح اندازہ ناممکن بلکہ محال
اے دوستان صادق و اے یاران موافق ایک موت کی یاد سپا پکا و نینار بنانے
کو کافی ہے قلب گداز ہوگا۔ نیکی راستبازی دیانت امانت اور آخرت کی طلب ہوگی
اس زق زق بن بن سے وحشت۔ حسد کینہ عجب ریائندار غور و نوحہ عادات
ذمہ سے نفرت ہوگی۔ عداوت ہوگی۔ دل صاف ہوگا اور طہینت پاک۔ غرض
سچے مسلم کی شان ہوگی اور پکے مومن کی چمکتی جھلکتی تصویر یہی باعث ہے جو حدیث
میں آیا ہے۔ حضور اقدس رومی فداہ نے فرمایا ہے کہ وجودن میں ہیں دفعہ موت کو یاد
کرے اسکی موت گویا شہید کی موت ہے، زیارت مقابر کا ایک یہ بھی مقصد ہے کہ دوزخ
کی موت سے اپنی موت یاد آئے یہ ماومن خودی و انانیت کی پکار۔ سچ پوچھو۔ سوچو۔
سمجھو تو یہ سب اسی دنیاوی غفلت بیجا محبت کے باعث ہے۔ آہ یہ دنیا ایک طلسمی
جال ہے جو پھنسا اسکی رہائی محال ہے۔ اے یاران طریقت و اے ارباب بصیرت کیا سنا
نہیں حب الدنيا اس کل خطیئہ سے موت کی یاد ہمارے جملہ امراض و حوائج
کا علاج ہے۔ کفای بالموت واعظا۔ اے یاران سفری دنیا کی بے ثباتی ایک
امریدی ہے جس میں گنجائش چون و چرا نہیں۔ یہ عالم عالم اجسام ہے جسکو موجودات مادیہ

اھیرے ہوئے ہیں اور جلی ہر سہ اجناس (جادات نباتات حیوانات بہت صاف صاف
 کھلے ہوئے الفاظ میں پکار پکار کر کہلے ہوئے علیہا فاقان پر شہادت دے رہی ہیں
 خوب یاد رکھو کہ عالم ارواح علیین و سچین کا سامنا ہے۔ عالم مثال کی حد ختم ہوئی۔
 مقام علیین علویات کا ذخیرہ قربت و صلت کا خزانہ ابراہار کا مقام۔ روجیوں کا ٹھکانا
 کما قال اللہ تعالیٰ کَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَعِنٌ عَلَیْہِمْ ؕ وَمَا اَدْرَاکَ
 مَا عَلَیْہُمْ ؕ ہِکِتَابٌ مَّرْکُومٌ لِّیُثْبِتَ ؕ الْمَقْرُوبُونَ۔ اسفل السافلین
 سچین سفلیات سے متعلق دوری و مجوری کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ کَلَّا
 اِنَّ کِتَابَ الْفٰجِرِ لَعِنٌ عَلَیْہِمْ ؕ وَمَا اَدْرَاکَ مَا سِجِّینٌ ؕ ہِکِتَابٌ مَّرْکُومٌ
 وَیَلَّیْ یَوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ؕ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ؕ ہِمْ مَعْقُولِیٰ تُو
 ایک مسئلہ جبل مرکب و بسیط ہی میں چکر اگئے۔ اپنے عقلی گھوٹے کہاں کہاں نہ
 دوڑائے ٹھوکرین کھائیں منہ کے بل زمین پر آئے۔ ہاں ہاں نہیں کہیں کرینوں
 کی موت کے زہریلے اثر نے سب چوڑیاں بھلا دیں کُلُّ نَفْسٍ لِّیَفْقَہُ الْمَوْتَ ہ
 ہر آنکہ زاد بنا چار بایہش نوشید | زجام مرگ سے کل من علیہا فان
 یہ عالم عالم آخری ہے۔ دنیا فانی دنیا کی ہر شے فانی۔ ہر سمت سے فنا فانی صدائیں
 آرہی ہیں۔ ایک دن آنے والا ہے کہ مَلٰئِکَۃُ الْیَوْمِ کا جواب بجز ذات پروردگار
 عالم۔ عالم و عالمیان سے نہ دیا جائے گا۔ نہ قانون میں قوت سامعہ ہوگی نہ آنکھوں میں
 قوت باصرہ۔ نہ قوت گویائی ہوگی نہ حس و حرکت۔ غرض یہ کچھ بھی نہ ہوگا اور ہوگا تو ہی

واحد فرد و صد وجود مطلق باری تعالی جل جلالہ و عم نوالہ۔ شان قہاری کا ظہور ہوگا
اور یدہ الواحد القہار ہ کی عبرت ناک صدا۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔
فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ ه فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَلْبَابِ ه

تنبیہ مضرت صحبت بد

این جهان خود جس جا نہائے شہاست	ہین دوید آن سو کہ صحرای شہاست
تو مکا نے اصل تو در لا مکان	این دکان بر بند و بکشا آن دکان

دنیا والو! دنیاوی تعلق دنیا تک محدود نہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ یہ تو عملیات
کے متعلق ہیں اور عملیات پر اشیاء کا قوی اثر ہے صحبت اور انسیت یا ران جلسہ انیس دلی
اور رفیق قلبی کا۔ اب بات یہ نکلی کہ اس عالم میں روح کا رُحجان ہماری اُس آنیوالی
دائمی پایدار اور کبھی نہ فنا ہونے والی زندگی کے ساتھ ایک ایسی نسبت قویہ کا لگاؤ
ہے جس سے ہم اس عالم و عالمیان کے تعلق کے باعث آئندہ کے لیے ایک نتیجہ
انسیت و اجنبیت نکال سکتے ہیں۔ ایک مثل ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ کیا باعتبار
دینی کیا باعتبار دنیاوی اثر صحبت بلا اپنا رنگ بجائے باز نہیں رہ سکتا۔ اور جب
ایک رنگی ہوئی تو یہاں وہاں سب یکساں۔ دنیا ہوا آخرت سب مساوی الدرع مع
من احب۔ الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخال لہ ما نا کہ
اس عالم کے ہر ہر گوشے سے کل من علیہا فان کی صدا کہیں آ رہی ہیں۔ مسلم کہ

روح و جسم میں یکجا نکتہ تعلق قریبہ اور پھر تفرقہ پر دازی وحشت و نفرت و اجبات سے
ہر محسوسہ و غیر محسوسہ اشارات غیر اشارات میں بُعد المشرقین و المغربین۔ صاف صاف
آیہ کریمہ فَلَا أُفْقِیْمُ بِعَاقِبِیْصِرُونَ ۝ وَمَا کَانَ بِصِرُوتٍ سے آشکار ہویدا۔ روح
بنفسہ جو ہر قائم ہے نہ متصل بتفصل تصرفات و تدبیرات کا دور جاری۔ روح میں تغیر و تبدل
کو کیا دخل۔ روح حقیقت جنسیہ ہے نہ ماہیت نوعیہ۔ عالم ارواح الطیف و النطف۔
اس عالم اُس عالم سے نسبت کیا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ سب جانے دیجیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) بالابکر لم یعرف فی حقیقۃ غیر ساری۔ تراچنانکہ قوی دیدہ کجا بیند +
نقد رئیس خود ہر کسے کنادراک + اجساد ادا و احضار میں فنا کی طرف اشارہ ہے۔ قاعدہ مقررہ صوفیہ کرام علیہم
الرضوان ہے کہ جو صفات نفی کی فانی میں سرایت کر جاتی ہیں یعنی متصف بصفات نفی ہو جاتا ہے۔ صاحب رسالۃ الختم المرسل الی الخ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان القرب قربان قرب النوافل و قرب الفرائض اما قبل النوافل فهو ذوال
صعائد البشریہ و ظهور صعائد تعالیٰ علیہ بان یحیی و یمیت بادنہ تعالیٰ و یسمع و یشہد من جمیع
جسدہ لا من الاذن و العین و کذا یسمع المسموعات من بعید و یشہد المبصرات من بعید و علی
هذا القیاس و هذا المعنی فناء الصعائد فی صفات اللہ تعالیٰ و هو ثمرۃ المواعیل۔ و اما قرب
الفرائض فهو فناء العبد ما لکیلیہ عن شعور جمیع الموجودات حتی عن نفسه بحیث لم یبق فی نظره
الا وجود الحق سبحانه تعالیٰ و هذا المعنی فناء العبد فی اللہ تعالیٰ و هو ثمرۃ الفرائض و پوشیدہ تائید کہ
دربار بواقل عباد فاعل است و حق اگر فعل و در مرتبہ قرب فرائض حق فاعل است و عباد اذ فعل۔ قرب نوافل میں عباد ظاہری
حق تعالیٰ باطن عباد۔ اور قرب فرائض میں حق ظاہر عباد اور عباد باطن۔ ایسی موبہ ہے حدیث قدسی الانسان ہری و اناسو۔ یہ کہنے کی
باتیں کہنے میں تائید کی حق شہد ثانی ہے کہ ایک جگہ کہا گیا جسم کا روح ہونا کمال انسانی ہے اور یہاں یہ کہا کہ اشارات جسم غیر اشارات
روح میں بُعد المشرقین ہے۔ بظاہر تراقص معلوم ہوتا ہے حالانکہ اپنے اپنے عمل پر دونوں صحیح ہیں پھر بھی دفع و نقل تشریح سے کر دیا گیا کہ غلطانی
حالات سے واسطہ نہ ہے۔ دل گفت مرا ظلمتی ہوس است + قطعے کن اگر ترا دست رس است + گفت کہ الف گفت دگر
گفتم ہیچ + درخا۔ اگر کس است یک حرف بس است ۱۲ منہ

۱۔ دفتر دوم شتوی مولانا سے روم میں ہر جمع جنس را میں نوع گشتہ در روش + مولانا بحر العلوم کا ارشاد (بقیہ صفحہ ۱۵)

اسی قفسِ غصری میں طائرِ روح کا کیا حال ہو۔ تڑپ بے چینی بے کلی آہ و زاری گریہ و بقراری۔ آخر یہ کیا وبال ہو۔ ہاں نشیمن اصلی بھولتا نہیں اتجا و جہنی سکتا نہیں سے

محبت سے کہ دل اُمید ہارام | و اگر نہ کیست کہ آسودگی نہ خواہد

جب روح کا یہ حال تو تعلقاتِ روحی کا کیا پوچھنا ہے

رخنہ ہاے بے بعد و ہجر تو در دل ساختہ | عشق چون زنبور در ہر خانہ منزل ساختہ

مضمون بے ثباتی دنیا کا ہر مگر نتیجہ کیا سکتا ہے۔ خواب غفلت سے چو نکمنا بے ثباتی دنیا کا اقرار اور ترک غفلت پر اصرار۔ سمجھ سے دور عقل سے دشوار بہت دشوار اور یہ صحبت بد اسی غفلت کا جزو و اعظم۔ صحبت بد سے گریز نہیں تو غفلت جائیگی نہیں۔ غفلت نہ لگئی تو کام دینی درست ہونے سے ہے۔ کام دینی درست نہ ہوئے تو امانت دیانت راستبازی نیکی دینداری کچھ بھی نہیں۔ غرض انسان انسان ہی نہیں۔ الا مان۔ الحفیظ۔ المحذر۔

دوستو! پیدا ہوئے تو مروجے ضرور اور مرے پر محاسبہ یقینی۔ پھر غفلت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) جس کل سے کہ مطلق است و نوع جزو است کہ مقید است۔ کل تقریر کا حاصل۔ جس تعین متبدل در نوع و جس کل نوع است بمعنی مطلق۔ ہاں تو مقصد یہ ہے کہ ہاں ہیست نوعیہ بقا بلحقان مختلفہ صحیح ہے نہ بقا بلجزو کل و مقید و مطلق روح انسانی لطیف الہیہ جامعہ ہے کہ یہ لطیفہ مطلق ہے اور روح حیوانی متعین و متصور۔ پس جو کچھ تفرق و امتیاز ہو وہ انھیں تعینات ہیں۔ مطلق اپنے وحدت پر بدستور ہے۔ اب اس مطلق کو جو چاہے کہ خواہ نوع حادہ تخص مطلق۔ نوع جزو جس ہے جس کلی اور نوع جزو یعنی حقیقت کلی اور حقیقت جزو معرود و مشہور ہے تو نتیجہ نکلا کہ روح حقیقت واحد ہے (روح انسانی حقیقت کلیہ است و مطلق است و روح حیوانی حقایق جزویراند و اشتخاص اند) ۱۲

جمع لطیف بفتح اول و کسر ظا و جمع بمعنی یک و طا ہر ۱۳

یہ بے پروائی۔ یہ خواب نوشین یہ خود نمائی۔ اب بھی چو نکو۔ بیدار ہو۔ ابھی وقت
ہاتھ سے نہیں گیا۔ نادم ہوا اور پشیمان۔ صاف دل ہوا اور سچا ایمان ۛ

وقت آمد کر جہان بیکسی	پاے کو بان سوی بام وری
-----------------------	------------------------

انشاء اللہ شمرنا اللہ ۛ

صورت از بے صورتی آمد برون

باز شد کانا الیہ راجعون

تمام شد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ



ہدیہ مرغوب

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا

اگر کافر و گنہگار و بت پرستی باز آ
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

باز آ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ
این در گہ مادر گہ نو میدنی نیست

اس سے کون منکر ہو سکتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان کو جو کچھ فضل و بزرگی حاصل ہو یہ سب اسی عقل کی بدولت اسی عقل کے باعث ورنہ خلق یہ نہایت ضعیف بہت ہی کمزور و خلیق الا انسان ضعیفہ اسکی سچی صفت صحیح تعریف ہے۔ اس منعم حقیقی نے اپنی بے انتہا فیاضی سے اس خاکی پتلے فانی انسان کو عقل ہی ایک ایسا جوہر لطیف عطا فرمایا جو اربعہ عناصر کی جان بخدا شناسی کا زمینہ۔ تہذیب اخلاق کا ذریعہ اور امور معاش و معاد میں اسکا معین و مددگار ہے۔ اسی نے بنی آدم کو اکرمیت کا خطاب دیا۔ فرمانروائی کا تاج بخشا۔ بزرگی کا سارٹیفکیٹ۔ حکمرانی کا ڈپلومہ عطا کیا۔ یہ اسی کی شعبہ بازی ہے کہ خشکی میں جہاں چلائے پانی میں آگ لگائے یہ سیکا

ادنی کرشمہ ہے کہ آپ ایک پیسے کے کارڈ میں اپنے دو دراز عزیز کی خبر منگالین -
 اور جلدی چاہیں تار میں باتیں کر لیں - نیت صوم کلکتہ میں ہو اور افطار دہلی میں -
 اسکی سحر سازیوں کے آگے سحر بچکا لہ گرد بر و سحر سامری سر دہر - فن ساحری میں بھی
 یہ یکتا زمانہ بمثل و فرد ہے - اسکی سحر سازیوں کی حد و غایت کہاں - اسکی کرشمہ
 بازیوں کی نہایت کہاں - اسپر حضرت انسان کو جب قدر ناز ہو وہ کم جتنا فخر کریں وہ
 بجا ہے عقل نعمت الہی عطیہ خداوندی ہے - انسان و حیوان میں ماہ الامتیا زیہی
 عقل ہے - اسی عقل ہیٹھ لانی کے باعث انسان بہائم سے ممتاز ہے - انسان ہی کو
 وہ قوت عقل دی گئی کہ جس سے ضروریات ممکنات اور محالات کی تمیز کر سکتا حقیقت
 اشیا کی مجمل معلوم کر تا مصلح اور مفسد کو جانتا تحصیل علوم کر تا سب سوچتا سمجھتا
 ہے - مطبوع اور مسموع کا مجموعہ عقل کامل انسان ہی کے لیے ہے - حیوانات اس سے
 مبرا و بری - غرض اسی عقل سے انسان انسان ہے اور حیوان حیوان - اس قوت عقلی کو

۱۔ قواسم عقلیہ چار ہیں - (۱) ہولائی - (۲) عقل بالملک - (۳) عقل مستفاد - (۴) عقل فعال ۱۲ منہ

۲۔ یہ قوت لڑکے میں بھی موجود ہے اور یہی قوت باعث استفاد علوم نظری اور صناعات فکری کی ہے ۱۲ منہ

۳۔ عقل بالملک یہ قوت لڑکوں کو سن تمیز میں حاصل ہو جاتی ہے اس قوت سے دریافت ہوتا ہے کہ دو ایک سے زائد
 اور کل جزو سے اعظم ہے و نیز یہ کہ کوئی فعل ملا فاعل واقع نہیں ہوتا ۱۲ منہ

۴۔ یہ عقل مستفاد ہے جس میں یہ قوت ہوا سے نمی کہتے ہیں اور جسمیں ہوا سے عاقل ۱۲ منہ

۵۔ یہ عقل فعال ہے ۱۲ منہ

۶۔ جس شخص میں یہ چاروں اقسام ہوں اسکی عقل عقل کامل ہے - قسم اول دوم جبلی مطبوع ہے اور سوم و چہام مسموع
 بلا مطبوع مسموع واقع نہیں - علاوہ قسم دوم بقیہ قابل زیادت و نقصانات ہیں ۱۲ منہ

علیحدہ کیجیے تو تون میں حیوان انسان سے کم نہیں بلکہ اُسکی قوتیں کچھ بڑی ہی
 چڑھنی نکلیں گی۔ پس اس عقل سے ہم حاکم ہیں وہ محکوم۔ ہم اُسپر متصرف و فرمان
 وہ ہمارا مطیع و فرمان بردار۔ یہی ایک عقل سرمایہ فخر و ناز باعث افتخار ہے۔ قدم قدم
 پر عقل سے کام لیا خوب کام کیا۔ عاقل و فرزانه مشہور ہوئے اچھا نام کیا۔ یہ سب
 ہوا اور ہوتا جائے گا۔ کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے غرض آئے اور چلے جائیں گے
 مگر نہوگا کبھی نہوگا ہرگز نہوگا کہ اُس منع حقیقی قادر و قوی کی اس عطا کی ہوئی نعمت
 مرحمت شدہ انعام یعنی عقل سے وہ کام وہ حقیقی کام لیں وہ اصل منشا پورا کریں
 جسکے ہونے و کرنے کے لیے یہ دی گئی۔ عطا ہوئی۔ مرحمت ہوئی۔ خالق و مخلوق
 مالک و مملوک میں جو قوی رشتہ گہرا تعلق ہے اُس کے قائم و مضبوط رکھنے سوچنے سمجھنے
 کے لیے ہماری بلند پرواہ عقل نے گاہے ماہے بھی اپنی بلند پروازی نہ دکھائی ایسا
 اور ویسا چنیں اور چنان اگر اور مگر یہ بات بات میں زبان پر جاری یہ اچھا ہے وہ بُرا
 یہ بیٹھا ہے وہ کڑوا۔ یہ مفید ہے وہ مضر۔ یہ ہمارا روزمرہ کا مشغلہ ہر وقت ہر ساعت کی
 جانچ پڑتال۔ دم بدم کی دیکھ بھال ہے۔ اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں مجال کیا کہ
 عقلی لگاؤ باریک بینی سے کام نہ لیں۔ ہاں بیشک عقل ہماری رہنمائی کو دی گئی
 پھر معطل محض چھوڑ دینا دیوانگی گمراہی تھی۔ مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ جو اہم مقصد عظیم منشا عقلی
 تھا خاص الخاص وجہ اس عطیہ الہی کی تھی۔ اُس سے کس حد تک واسطہ کہان تک
 لگاؤ رہا۔ اصل وکل کے مراتب طے ہونے پر فرع و جزو کی طرف میلان ہو یا برعکس

پوری کو چھوڑا دہی کی طرف جھکے۔ مقدم سے قدم اٹھایا موخر میں جانے۔ مقصود یہ کہ جس غرض خاص۔ مقصد حقیقی کے لیے یہ اتنی لمبی چوڑی عقل جو زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔ فرش سے عرش تک پاؤں پھیلائے۔ عطا ہوئی عنایت ہوئی اس سے وہ غرض وہ مطلب کس درجہ تک ہا۔ کہاں تک پورا ہوا۔ ہم مقنن ہوئے ہر ہوئے سطح زمین کی وسعت ناپتے ناپتے آسمان تک کی پیمائش کر ڈالی۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت میں بکن۔ بطلیموس۔ فیثاغورس کے کان کتر ڈالے۔ ایک تصویر میں سیکڑوں تصدیق ہوئیں اور ایک فرضی دعوے سے ہزاروں شکلیں بنائیں دکھائیں نہیں پر آئے تو خود بھی نہیں نہیں ہے۔ اثبات کی سوچھی تو خدا واحد و یکتا لکس کٹلہ شے کو دیکھنے بھالنے اور مثل دیگر محسوسات مرئیہ و مشہودات بدیہیہ کے چھوٹے ٹٹولنے کی ہوس ہوئی تمنا ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ عقل انسانی سے دو کام لیے گئے۔ ایک تو دنیاوی بہوہ جاہ و حشمت۔ غیر ضروری عیش و آرام کی تدبیرات میں صرف ہوئی۔ دوسرے پیمائش زمین و آسمان چین و چبان کے مباحث لاطائل کے کام میں آئی۔ افراط و تفریط کا نتیجہ بحر حیرانی و پشیمانی اور ہونا ہی کیا ہے۔ نہ یہ عقل صائب نہ وہ عقل سلیم۔ نہ وہ تسلیم۔ پہلے عقل سے وہ کام لو جو اسکا اصل مقصد ہے۔ دوسرے عقل کو اسکی حد سے

۱۔ بفتح بار و فتح لام و تقدیم ہے تختانی بریم نام حکیم یونانی صاحب کتاب محیطی و تقدیم مہمیز گفتہ اند محیطی کسی سیم و فتح نیم

و سکون میں ہمارے کسرا و ہمارے نام کتابے است در علم ریاضی مثل بردلائل و اصول اشکال علم ہندسہ موجود آن بطلیموس ست ۱۲

۲۔ نام خیمے است این عرب پتیا گورس ست کہ بفتح کاف فارسی و واد معد و لہ باشد ۱۲

آگے نہ بڑھاؤ۔ یہ ایک دستورِ عقل ہے۔ سوچو۔ سمجھو۔ غور کرو۔ یاد رکھو گے تو یاد کرو گے۔
 سنبھال کر نہ لے لے۔ یاد رکھو مگر نہ بھولنے کے لیے عقل نہیں دیکھنی مگر اسلئے
 کہ مخلوق سے خالق۔ مملوک سے مالک۔ محبوب سے قوی کی پہچان ہو۔ فانی کو باقی
 سے واسطہ۔ توفیق ہو تو عرفان ہو ایتقان ہو۔ ورنہ کم از کم دینداری راستبازی کی
 شان ہو۔ اور نجات کی امید قوی دینے

قوی شدم چه شد ناتوان شدم چه شد	چنین شدم چه شد یا چنان شدم چه شد
بلند و پست جهان را چه اعتباری نیست	زمین شدم چه شد آسمان شدم چه شد

مادہ پرست روح و روحانی ترقی کے منکر مذہب سے آزاد و مطلق ذہانی جتنا چاہیں نہیں
 نہیں کا غل مجاہدین۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ جب وقت آخر آیا کسی مصائب نے آویا
 بے اختیار چلا اٹھے اَمَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِين ہ اس
 مرضِ مہلک کے اسباب انانیت کبر خود داری خود پسندی اور اُسکے ضمیمے ہیں اور
 بہت سے ذمائم ہیں۔ اسکا علاج قوتِ فطری (Energy) کا قوتِ ادی
 (power) سے مغلوب ہونا اور روح کا نفس پر غالب آنا ہے جب تک
 عرفانی حالت نہ پیدا ہوگی دل کی آنکھیں نہ کھلیں گی۔ اور ابد الابد تک اسی حیران
 نصیبی کشمکش اور عذاب الیم کا سامنا ہے گا۔ انسان نام ہے جسم اور روح کے مجموعہ کا

یہاں قوتِ فطری سے مراد میلانِ طبعی انسان ہے جو ضعفِ خلقت اور غلبہٴ ماریت کے باعث وہی پہلو اختیار کرتا ہے

جسمین کچھ بھی رکاوٹ نہ دے اور یہی انرجی کی صحیح تعریف ہے ۱۲

تم اپنے کو سراپا جسم ہی جسم سمجھتے ہو۔ اسی سے اسی کی کہتے اسی کی سنتے ہو۔ گویا تمہاری روح بھی جسم ہو اور کمال انسانی یہ کہ جسم بھی روح ہو جائے۔ جو چیز تمہاری سمجھ میں نہ آئے یا تمہاری عقل جزئی اُسکا احاطہ نہ کر سکے اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ اُس شے کا وجود ہی نہیں ہے۔

بسترِ قصۂ سیرِ غ و قصۂ ہر ہر کسے رسد کہ شناساے منطق الطیر ست
غیب کی باتیں غیب ہی کی شان میں ظاہر ہو گئی۔ باطن کے لیے باطنی آنکھ کی ضرورت ہو۔ تمہاری قلبی کشاکش نے اسکار کا پہلو اختیار کیا۔ جب تک یک سوئی نہو گی رہائی محال ہو کہ عالم اجسام کا ایسا ہی حال ہو۔ سزا و غور سے سنو۔ قلب کا نام قلب کیوں ہوا۔ اُلٹا پلٹتا رہتا ہو۔ اعضا جوارح اسکے تابع ہیں۔ یہ عالم ہو اور سب محکوم۔ یہ مالک سب مملوک یہ بادشاہ اور سب رعایا۔ الناس علیٰ دین ملوکھہ جس رنگ میں یہ ہوا سب ہو گئے۔ جدھر یہ گیا سب گئے۔ اسکا یہ حال کہ نفس و روح کی کشاکشی۔ اُلٹ پھیر میں ہو جسکی کشش غالب یہ اُسی کا مغلوب نفس نے غلبہ کیا۔ یہی حرکتیں سرزد ہوئیں۔ روح نے کھینچا ملکوتی خواص آئے۔ انسان کی سرشت میں بدی کا مادہ غالب ہو۔ اور نفسی رجحان خود بخود خواص جسمانی ہو۔ اس کشمکش سے رہائی بلا تصفیۂ باطن۔ تزکیہ نفس اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہو۔ تصوف۔ روح۔ عالم روح کا منکر انسان حیوان صفت ہو روحانی ترقی والے ہی انسان معنوی یا انسان کامل کہلاتے ہیں۔ اور یہ کمال اجسام

و نفوس انسانی روح و دل سے خارج ہو جاتا ہے۔ جب تک قلب کو کیسوئی روح کو غلبہ نفس کو مغلوبی اور نفسانی لذات سے کنارہ نہ ہو۔ انوار تجلیات سے واسطہ نہ ہو۔ ذات حقیقی معنی ہے اور صفات ظاہر ظہور۔ معنی کے لیے آنکھیں بھی معنوی چاہئیں حال (Spirit) کی باتیں قال (Words) میں نہیں آسکتیں۔

ہست این سرار زجائے دگر | سر این را کے شناسد کور و کر

جسم فانی روح باقی ہے۔ عالم اجسام کو فنا عالم ارواح کو قیام ہے۔ یہ کیون اس لیے کہ اشیاء محسوسہ (مثلاً جسم) میں تغیر لازمی ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو۔ کہاں تھے کہاں ہے۔ کیا کیا کہلائے۔ کتب عدم سے وجود میں آئے۔ گودون میں ہے۔ گھٹنوں کے بل چلے۔ کھڑے ہوئے اور گرے۔ بالآخر نشوونما پائی۔ سیدھے ہوئے۔ پھر جھک گئے۔ اور آخر میں چل دیئے۔ انا للہ شہ انا للہ

صورت از بے صورتی آمد برون | باز شد انا الیہ راجعون

و کفّٰی فی الصّور فاذا همّ صرّ الّا جکد اذ الی ربّهم یرسلون ۵ جو متغیر ہو و یقینی فانی اور نابود۔ نابود ہو۔ نابود ہو۔ نابود ہو۔ یہی نابود عالم اجسام بود عالم ارواح ہے۔ غیر محسوس کو تغیرات سے واسطہ کیا۔ جہاں تغیر نہ ہو اہاں فنا کی گرم بازاری کہاں۔ یہ قیل و قال بد مذاقی کی چال ہے۔ جان کا وبال جی کا جھجال ہے۔ یہ یاران طرقت آؤ خیال یا رسے جی بہلائیں کہ ذوق و شوق ہی محبت کی دلیل ہے۔ باقی بیکار قال و قیل ہے۔

<p>اٹے خیال یا کیا گستاخ ترا تو جو آئے کب دوئی باقی رہے تو مجھے دل میں کرے سب کو بدر تو ہر کیتا تیری کیتائی ہر طاق رنگ بیزگھی میں نیز گھی کہان تیرے آنے سے چلے جاتے ہیں سب دل میں اگر جب جگہ لیتا ہے تو خود پسندی خود نمائی سے الگ پاس کب آتے ہیں تیرے مکر و زور آدمی کو آدمیت تو سکھائے جب شغف تجھ سے ہوا اور انہماک سب سے کھویا اور اپنا کر لیا مرجبا لے قاصد طیار ما تجھ سے اک پر وہ نشین کا سن کے حال</p>	<p>تو نے سب جھگڑوں سے کیسے کروایا تو اکیلا ہے اکیلا ہی ہے ایک دل ہے ایک ہی کا ہو گزر تجھ میں کب ہوا اتحاد و افتراق دور تجھ سے ما تو سود و زیان ریح و غم آہ و بکا شور و شغب بغض و کینہ جڑ سے کھودیتا ہے تو اور ہر فعل ریائی سے الگ کیا حسد کا منہ جو ہوتیرے حضور یعنی اپنی یاد میں سب کو بھلائے تو ہی تو اک رہ گیا قصہ ہی پاک مرجبا لے پیک جانان مرجبا می دہی ہر دم خبر از یا ر ما ہو گئے ناویدہ مشتاق جمال</p>
--	---

۱۔ حضرت معان فراہین۔ مضمون نگاری پر نہ جائیں۔ خیال یار نے مضمون کا رنگ بدل لاجد میں ہر زبان پر بھی آئے
کہ زبان دل کی ترجمان ہے اور قلم زبان کا سرشتی۔ ذرا یہ نظم برجستہ بھی گوانام سہی تام ہو جانے دیجیے۔ پھر وہی آپ اور
وہی ہم۔ وہی مضمون وہی مضمون نگار۔ وہی بادہ وہی میخوار۔ بعد ازین لمو ساقی و لب جو
بعد ازین ماؤ یار و بوس و کنار۔ بعد ازین ما و نغمہ و مطرب۔ بعد ازین ما و خانہ و خار۔ ۱۲ منہ

<p>تو نے سودائی بنا۔ رسوا کیا خوب ہی تو نے کیا ہو پائمال دل کی اکجھن سے نرالی حالتین اور کبھی ہو دشت پیائی مین نام اور اس رغبت سے نفرت ہو کبھی ایسے سیابون کو کب آئے قرار</p>	<p>کر کے چرچا حسنِ عالم سوز کا عاشقی و عشق کے کوچے مین ڈال اب ہین ہم اور بے خودی کی لذتین ہو کبھی صحرا نور دی اپنا کام گوشہ عزلت سے رغبت ہو کبھی بیقراری دل کی ہو سیاب دار</p>
--	---

نامتھام

زمین شہید چہ شد آسمان شہید چہ شد۔ اُس قادر و قوی کا تو یہ لطف احسان
 کہ اُس نے اپنی بخشش کے خزانے رحمت کے ذخیرے سے ایک ایسی نعمت
 ایسی قوت (یعنی عقل) عطا فرمائی کہ جسکی دستگیری و رہنمائی سے ہم اُسکے بے حد و بے
 فضل و کرم جو دوسخا کا اندازہ کر کے اُسکی نوازشوں بندہ نوازیوں کا شکر علی طریقے
 سے ادا کریں۔ ممنون ہوں۔ احسانمند ہوں۔ ادھر ہماری یہ شامت یہ کیفیت
 کہ سرتاپا دنیا سے دنی میں غرق۔ چین و چٹان میں مستغرق۔ نہ اُسکی نعمت کی قدر۔
 نہ احسانات کا شکر۔ وہی ہم ہین اور ہماری بیجا حرکتیں۔ وہی وہ ہوا اُسکی رحمتیں۔
 ہم سے فسق و عصیان۔ اُس سے لطف و احسان۔ ہم سے جور و جفا اُس سے
 مہر و وفا۔ ہم سے فتنہ و فساد و آفت و بلا۔ اُس سے کرم پر کرم عطا پر عطا۔ ہمارا یہ نقشہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَنِعْمَتُ اللَّهِ عَلَيْنَا مَحْصُومَةٌ ط اور اگر گنوا احسان اللہ کے نہ ہو گئے کہ رسکو ۱۲۰ منہ

یہ حالت اُسکی وہ شفقت و محبت۔ کاش اب بھی سمجھیں ہوش میں آئیں۔ توبہ و استغفار سے کام لیں۔ خیریت ہو کہ باب توبہ ہنوز واہی۔ ابھی کچھ نہیں گیا کچھ نہیں ہوا ہر سورج مشرق سے نکلتا ہر غنیمت ہو۔ ورنہ برعکس مطلع صاف۔ آفت پر آفت ہو عفو کا وعدہ ہو اور توبہ کی تاکید اکیہ۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان المجید۔ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا اور جو بُرا کام یا ظلم کرے اپنی جان پر پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشش والا ہر مان پائے گا۔ اور بھی بہت جگہ توبہ و استغفار کا حکم ہے۔ اسکے ساتھ ہی اپنی بندہ پروریان بندہ نوازیان اور رحمت کی شانیں دکھائیں ظاہر فرمائیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا وہ خود فرماتا ہے۔ فَتَوَبُوا إِلَىٰ كَارِبِكُمْ وَالَّذِينَ إِذَا أَفْعَلُوا فَأْصَحْتَهُ أَوْ ظَلَمُوا النَّفْسَ ذُكُرُوا اللَّهُ فَاسْتَغْفِرُوا لَهُمْ تَوْبَهُمْ وَمَنْ يَعْصِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ فَغُفِرَ لَهُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّهُمْ لَعَلُّونَ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ غُفْرَةٍ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَدْتُمْ حُرِّيَّ مَن تَحْتَهَا لَا تَهْرُجُلِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ وَ مَا كَانَ اللَّهُ مَعِدُهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا غَفُورٌ رَّحِيمٌ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوَبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا وَأَسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ طَائِفَاتٌ غُفُورٌ الرَّحِيمُ توبہ کیا ہو ولی نہ است قلبی پشیمانی۔ اقبال

۱۔ لا تغلق باب التوبة حتى تظلم الشمس من مغربها جب تک مغرب سے سورج

نہ نکلے توبہ کا دروازہ بند نہیں ۱۲ منہ

اعمال حمیدہ۔ اعراض افعال ناپسندیدہ۔ بشری و اخلاق عنصری کی کدورتوں سے علیحدگی۔
 دوری ہوصفات مذمومہ سے اور قربت ہواوصاف محمودہ سے۔ توبہ حکم مضبوط ہواور نیت خالص
 اللہ دل ترسان ہواور چشم گریان۔ معصیت ظاہری و باطنی کے ترک کا خیال ہو۔
 قلب منیب ہواور توبہ اثابت و ادابت۔ پھر کیا ہے نہ دوری ہو نہ مجوری وہی قربت
 وہی وصلت الثائب من الذنب ممکن لا ذنب لہ عنوان کی رباعی کا مصرع
 آخر ہے۔ صدارا اگر توبہ کیستی باز آپ یہ صحیح کہ اُس ثواب الرحیم کی ذات سے ناسیدی کفر
 سوار کیا ہزار بابھی کم بہت کم ہے۔ یہ رحیمی و کریمی کی شانیں ہیں۔ انکا کیا ٹھکانا بیکسر
 رَحْمَةً رَحْمَةً يَا جِيسَا فَرَمَا وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ طَوْلًا تَائِبُكَ سُوءٌ مِنْ رَوْحِ
 اللَّهُ إِنَّكَ لَا يَأْسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ فَتَالِ وَمَنْ لَقِظَ
 مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا
 مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ مگر منشا توبہ ہے
 کہ یہ کردن و شکستن توبہ نصوحا کی شان سے دور ہے بعید ہے یہ شان رحمت کہ طلبی ہے پکار تو

۱۔ یعنی حد نفاق۔ بخل۔ کذب۔ حرص طبع غضب۔ تلبیس۔ بہتان ریا و غیبت وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ

۲۔ تکبر غضب۔ شہوت۔ حقد۔ حسد۔ عجب براعمال حسنہ ریا خود بینی بخل انایت وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ

۳۔ صبر تکرر کل قناعت دہر ریا صفت رضا بر قضا علم جو درجہ تواضع وغیرہ ۱۲ منہ

۴۔ جملہ تعلقات سے کیسے متوجہ ہیں یہ قلب منیب ہے ۱۲

۵۔ توبہ کردن و دعا خواستن ۱۲ منہ

۶۔ گناہ سے توبہ کی۔ گویا گناہ ہی نہ کیا ۱۲ منہ

ورنہ اس جنس ناکارہ کا اور کون خریدار ہے۔ یہ تو پچھو ٹادل اور اسکی طلبکاری یہ شان
رحیمی و کریمی ستاری و غفاری۔ ہم سے غافل سید کارون بدستون بد اعمالون پر
یہ اسکا لطف عمیم فضل عظیم ہے۔ اور کیون نہو کہ وہ غافر الذنوب قابل التوب و
رحیم غفور و حلیم ہے۔

صدقے اس بندہ نوازی کے کہائیا جائیں

ہاں بیشک اب یہی لازمہ انسانیت مقتضائے عبدیت کہ اُس رب الارباب خدائے
پاک کی جناب میں نہایت ادب و انکساری سجد عاجزی و خاکساری کے ساتھ اپنی
صد پارہ و شکستہ توبہ سے توبہ کریں۔ درنفل توبہ و دردل گاؤ خر سے واسطہ نہو۔
کام نہو۔ خلجانی حالت کشمشی سے رہائی ہو کچھ رنج نہو آلام نہو اِنَّمَا التَّوْبَةُ بِحُكْمِ اللَّهِ
لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشُّرُوءَ بِحِمْزٍ مَّالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا كَلِيمًا اب تک ہماری توبہ عجیب توبہ تھی سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ
تھی کچھ بھی نہ تھی۔ تھی یا نہ تھی اُس سے بھی توبہ ہزار توبہ ہے

در دل اثر گناہ بر لب توبہ	در صحت خوشدلی در تب توبہ
ہر روز شکستن بہت ہر شب توبہ	زین توبہ نادرست یا رب توبہ

سچی اصل حقیقی واقعی توبہ وہی توبہ ہے جس میں خلوص نیت سے امور نامرضیات مابقی
پر سچی پشیمانی۔ گزشتہ افعال قبیحہ پر حقیقی ندامت ہو۔ آئندہ کے لیے ترک معاصی
پراصرار و شدت سیدئات سے نفرت و وحشت اور حسنات سے رغبت و محبت ہو

الفت ہو۔ بان ہی توبہ محبوب ہے۔ مرغوب ہے۔ خوب خوش اسلوب
 خوب سے خوب ہے۔ اسی آخری توبہ کی طرف رغبت ہو میلان ہو پھر
 دیکھیے آپ کی کیا شان کیسی آن بان ہو۔ قلب سلیم دل منیب سے بڑھ جائے۔
 قلب شہید ہو۔ مقام تخلیہ نصیب حال قریب ماضی بعید ہو۔ یہی توبہ باب رحمت
 زینۃ الیقان و عرفان ہے۔ اس پر قدم سنبھلا تو فضل ہی فضل احسان ہی احسان ہے۔
 نزول میں شان عروج کا نزول ہو۔ اظلال اسماء کا ورود فناے امکانی حصول ہو۔

از مقامات تبطل تافنا	پایہ پایہ تاملقات خدا
از پڑے این عیش و عشرت با ختن	صد ہزار ان جان بایہ ختن

توفیق۔ طلب۔ دستگیری ہو۔ تو سیر استعدادی نامراد کی مراد ہو۔

- ۱۔ سیر معرفت اللہ جل شانہ کسی اور کی گنجائش نہویہ قلب سلیم ۱۲ منہ
- ۲۔ شہید وہ دل ہو کہ اسرار الہی اور افکار نامتناہی سے پر نور ہو اور ہر شے میں تجلی ذاتی و صفاتی کا ادراک ہو ۱۲ منہ
- ۳۔ جب طالب کا دل صفات مذمومہ سے خالی ہو یہی مقام تخلیہ اور اول سلوک ہے۔ اب لوح دل سالک قابل
 نقوش ٹھہری اور اسکا دل اغیائے پاک و صفات قابل تخلیہ صفات محمودہ ہو ۱۲ منہ
- ۴۔ عروج و نزول قسم مراقبہ ہیں ۱۲ منہ
- ۵۔ اظلال اسماء خداوند تعالیٰ ۱۲ منہ
- ۶۔ فناے نفسی دائرہ امکان ۱۲ منہ
- ۷۔ توفیق خداوند تعالیٰ ۱۲ منہ
- ۸۔ طلب طالب ۱۲ منہ
- ۹۔ دستگیری مرشد کامل ۱۲ منہ
- ۱۰۔ عبارت پر حصول مقامات و درجات و عبور بجز مقامات ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت و باہوت و ہاہوت
 سے۔ سیر استعدادی کا حصول مرشد کامل کی صحبت و توجہ خاص پر موقوف ۱۲ منہ
- ۱۱۔ سیر ارادی سے مراد ہر کہ بیاعت ریاضات و عبادات و مجاہدہ سالک نصیب ہو ۱۲ منہ

مقام و سواس و انانیت سے رہائی ہو کر آزاد ہو غیب میں پہنچے اور یہی توحید و توحید کی شانیں
نمودار ہوں اپنا جلوہ دکھائیں۔ مقام الجمع سے ترقی ہو۔ تکلیف میں عزت و تکین کی
صورتیں نظر آئیں۔

اتصال بے تکلف بے قیاس | ہست رب الناس ابا نوع ہیں

امکان و آفاق سے ظلال میں قدم جائیں۔ حجابات ظلمانی و نورانی سے نہ محجوب ہوں
نہ گھبرائیں صفت اتنی و صفاتی سے واسطہ ہو ربط ہو غیب الغیب میں سیر فی اللہ مع اللہ سے

۱۰ اصطلاحات صوفیہ کرام میں تاسوت کو مقام و سواس و انانیت بھی کہتے ہیں ایسے کہ اس مقام میں سالک کے دل پر
وسواس شیطانی و خطرات نفسانی وارد ہوتے اور جملہ صفات مذکورہ باقی رہتے ہیں ۱۲ منہ

۱۱ مقام ملکوت سے مراد ہے ۱۲ منہ

۱۲ تنگی دل کو کہتے ہیں کہ سالک کے دل میں لذت عبادت و رویت اللہ جل شانہ باقی رہے ۱۲ منہ

۱۳ عورت صوفیہ میں کشادگی دل مراد ہے قبض و بسط میں سرائی یہ کہ سالک حالت میں غور نہ کرے اور قبض میں نا امید نہ ہو ۱۲ منہ

۱۴ توحید اول سے مراد ہے ۱۲ منہ

۱۵ وہ مقام کہ کوئی سیرانی نہ ہے اور یہاں سالک کو صورت ہو ہوئی حاصل ہو۔ اصطلاحات صوفیہ کرام میں صورت ہوئی
صورت روحانی انسانی۔ روحانی اور صورت نورانی کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

۱۶ دائرہ امکان و دائرہ آفاق سے مراد کہ متعلق مقام ملکوت ہیں ۱۲ منہ

۱۷ دائرہ ظلال اساء و صفات سے مراد کہ فوق دائرہ امکان ہے ۱۲ منہ

۱۸ ایسے کہ جملہ حجابات ظلمانی و نورانی دائرہ امکان و آفاق میں طے ہوئے ۱۲ منہ

۱۹ اصطلاحات صوفیہ میں سیر مع اللہ و سیر فی اللہ (سیر نفسی) کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

۲۰ مقام جبروت کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

۲۱ اس مقام میں سالک اپنی جان در میان اسراء و صفات حق مانند ظن و منطوف و مثل محیط و محاط یا نا دیکھتا ہے۔ اور
من بست و دل من بست اوست + چون آئینہ بدست من و من در آئینہ + ۱۲

۲۲ اس تجلی میں ہر سالک من ظلمہ تجلیات اتنی و صفاتی و ظالی ہوئی اوست محبت محبوب نظر آتی ہے۔ اس حال میں توحید موجود کی شرح حاصل ہو کر

تعلق ہو مضبوط ہو۔ یہی عجیب شان طرفہ آن بان ہے یہ رحمت خداوندی اُسی کا فضل
واحسان ہے

اولیاءِ اہست قدرت اذاکم	تیر جبتہ بازگردانند زراہ
-------------------------	--------------------------

یہی بخودی ہشیاری کی دلیل ہے۔ جو خود بین خود پرست ہیں اُنکی بیجا قال و قیل
ہر یہ شراب وحدت کے متوالے خودی سے بیزار خود فروشی خود داری سے کوسوں
دور ہیں۔ نیستند و ہستند کے مصداق۔ مستجاب الدعوات بادۂ محبت میں مست
چور و مخمور ہیں

اشک می رفت از دو چشم اندر دعا	بخود از دوسے ہر آمد تا سما
آن دعا لے بخود ان خود دیگر است	آن دعا زو نیست گفت داو رست
آن دعا حق می کند چون اوفناست	آن دعا و آن اجابت از خداست

توحید و وجودی سے شہودِ عظمیٰ کا شرف حاصل ہو۔ یہ من و انا کا فیصلہ کامل ہو۔ اس

۱۔ اس کا مقام ابتدائے جبروت سے انتہائے جبروت تک ہے ۱۲ منہ

۲۔ ساک مقام لاہوت میں توحید شہودِ حق کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔ توحید شہودِ حق یہ ہر کس ساک حق ممکنات
ایسی جگہ پر دیکھتا ہے۔ نہ ممکنات حجاب حق ہوں نہ حق حجاب ممکنات ۱۲ منہ

۳۔ مقام لاہوت میں من و انا کی گنجائش نہیں۔ من و انا وجود ساک کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس جگہ خود ہی
وجود ساک نظر ساک سے مخفی و پوشیدہ۔ یہاں محاضرہ۔ معائنہ و مشاہدہ سے محفوظیت اور جذبات حق کا ظہور

ہے جیسا کہ فرمایا احد و تن جدمات الحق افضل من عمل التفلین۔ ہر کر آن آفتاب اینجا
بتافت ہر چہ آن وعدہ بود اینجا یافت ہر علم حق در علم صوفی گم شود ہر این سخن کے باور مردم شود ہر

علم صوفی عین ذات حق بود ہر علم حق علم صفات حق بود ہر خوش گفتہ است اصل شہود و شاہد و شہود
ایک ہے ہر حیران ہوں پھر مشاہدہ ہر کس حساب میں ۱۲ منہ

رُتبے کا کیا کتنا۔ یہ کچھ اور ہی بات ہے۔ یہ بات چیت کی جگہ نہیں۔ ذات کی نرالی صفات
ہے۔ یہ عشق کامل کا جلوہ گاہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہاں نہ آہ ہے نہ واہ ہے۔

عشق جو شہرِ رمانندِ دیگ	عشق ساید کوہِ رمانندِ ریگ
عشق شبنمِ فکاکِ اصدِ شمع	عشق لرزاندِ زمینِ از گراف
با محمد بود عشقِ پاکِ جنت	بہر عشقِ اورا خداِ ولالاکِ گفت
منتہی در عشقِ او چون بود فرد	پس مراور از انبیا تخصیصِ کرد

اب آگے مقامِ فروانیث میں فنا سے بقا کا طور ہے۔ اور آگے محبت و محبوبیت
فنا سے اکمل و بقا سے اکمل نور علی نور ہے ادا اتم الفقر فصوص اللہ الايمان
بين الفناء والبقاء۔

ہیچکس را تا نگر دوا و فنا	نیست رہ در بار گاہِ کبریا
جملہ اطفال اندر جز مست خدا	نیست بالغ جز رہیدہ ز ہوا
از ہوائے کے رہی بے جام ہو	آہ ز ہوائی شدہ با نام ہو
یہ سچ نامے بے حقیقت دیدہ	یا ز گاہ و لام گلِ گلچیدہ

۱۔ مقامِ مہوت سے اشارہ ہے۔ مہوت مقامِ لامہوت سے اعلیٰ مقامِ افراد و مقربین ہے۔ احتیاجِ بجز ذات حق اور کچھ نہیں رہتی۔
احتیاجِ آثارِ جسم۔ اور یہاں آثارِ جسمیت بعد حصولِ فنا سے اکمل و بقا سے اکمل مقامِ کلینِ نفع جیسا کہ فرمایا اتم الفقر لا یحتاج
الی اللہ اس مقام میں نفع و ضرر کیساں۔ آن شعلہ و بغیرہ دم رکاب کر دے مارا چہ کروا نہ خود را خراب کر دے ۱۲ منہ
۲۔ مقامِ مہوت سے مراد ہے۔ یہ آخر مقامِ فقر ہے کہ ولایتِ اولیا یہاں ختم۔ ولایتِ جامعہ بے محبت و محبوبیت نصیب ہوتی ہے
بغیر شاہدہ محبوب ل کو قرآن میں آتا۔ اور ہمیشہ سوز گداز سے واسطہ۔ واللہ یحییٰ من یشاء ۱۲ منہ

ہیچو آہن ز آہن بزرگ شو بنی اندر دل علوم انبیا برتر انداز عرش و کرسی خلا	در ریاضت آہن بزرگ شو بے کتاب و بے معیار وادستا ساکنان مقعد صدق و صفا
<p>ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ اب انسان جامع جمیع کمالات انسانی مظہرات ربانی ٹھہرا انسان سرسری وانا سترہ کا مصداق سراسر اسرار مہول ع و ا رہی از تن سراسر جان شوی ۛ سے واسطہ - خود و خودی سے بیزار ہوا - اس پردہ راز میں بٹے بٹے ناز و نیاز ہیں - وہی جانین جو جان باختہ ہمد و دمساز ہیں - یہ کوچہ عشق کی راہیں - دل جلون کی آہیں ہیں - صفت کی صفت الٹ دین - بخود بنائیں یہ وہ نگاہیں ہیں - یہ مست الست بادہ توحید سے سرشار راز دان و راز دار فی مقعد صدق عند ملکوت مقصد رہ کی ٹھیک ٹھیک مثال وھو صلوٰۃ علیہم اجمعین کے اصلی و قعی مصداق ہیں اِنَّ اللّٰهَ یُحْیِی الْمَوْتٰتِ وَکَلِّمُہُمْ ۱ انسان در میان ولایت کبریٰ و شعریٰ و عالم خلق و امر برزخ ہے - انھیں معنوں کے مطابق انسان عالم اکبر کہلاتا ہے کہ جامع اساتے الہیہ و حقانیت کونہ و جامع جمیع دائرہ امکان ہے - خواہ خلق ہو یا امر - یعنی عالم خلق نصف دائرہ امکان اور نصف دائرہ امکان عالم امر ہے - انسان جمیع دائرہ امکان کا کہ لطائف عشرہ سے مرکب ہیں - جامع ہے - ان لطائف عشرہ میں اسرار المدخل شانہ مخزون و پوشیدہ اسی پر فرمایا الا انسان سرور و انسا سورہ - ۱۲ منہ</p> <p>۲ مقام راستی کے درمیان بادشاہ قدرت والے کے ربوبیک ۱۲</p> <p>۳ اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں تم ہو ۱۲</p> <p>۴ یہ کہ اللہ آدمی اور اُسکے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے دینے بالکل قریب ہے ۱۲</p>	

کے ہو ہو نمونے وَحُكْمُ أَقْرَبُ إِلَيْكَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کے دمساز ہیں مشتاق
ہیں۔ جو اس باطنی کام میں آئیں تو قرب و اقربیت آسان ہو دشتِ وارنو۔ خودی
سے نجات پائیں تو رہائی ہو آزارِ نہو

<p> بہا فنا میں ملی مل گئے فنا ہو کر جدا جدا نہ رہیں ایک ہوں جدا ہو کر جو انتہا کا تصور ہو ابستہ ہو کر انما کی شکل میں گاہے گمے رمی ہو کر پتہ لگانیں تمہارا جو لاپتہ ہو کر </p>	<p> نہ کچھ ہے تو بہت کچھ ہوئے جدا ہو کر جدا ہوں اپنے سے اپنے سے کچھ لٹائیں نہ کچھ صفت ہو اضافی نہ غیریت نہ حجاب صفت میں ذات کی معجز نئی ان لاریب ہزار پرے میں چھپ جائے ولاکھ میں لٹائیں </p>
---	--

اِنکی کیا بات اِنکا کیا کُنا اِلا اِنَّ اَوَّلِیَّاءِ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۰﴾
عقل نے مصنوعات سے صانع کی شناخت انسانی کمزوریوں سے اُس قادر
وقوی کی پہچان کا کام لیا۔ اُس کے بیحد فضل لائقہ انعامات عنایات رحمت احسانا
کا اعتراف کیا۔ دلی پیشانی قلبی زدامت ہوئی۔ سر نیاز خم ہوا توبہ کی صورت ہوئی۔

۱۰ تو بمعنی جان جمدا عالمی ۛ ہر دو عالم خود توئی بنگر دے ۛ در حقیقت خود توئی اُم الکتاب ۛ خود خود آیات خود را با ذیاب ۛ صورت نقش الہی خود توئی ۛ عارف اشیا کا مہی خود توئی ۛ اپنے مطلوب جہان شد در جہان ۛ ہم توئی و با جزو خود نشان ۛ ہم ملک ہم ظک بستاخنی ۛ گریہ خویشین رہ یافتی ۛ ۱۲

۱۱ نیست گشتم من ز ہستی ہاے تو ۛ من برون رفتم درون شد جاے تو ۛ ۱۲

۱۲ اشارہ ہوا اس آیت شریف کی طوں وَمَا دَرَمِیْتَ اِدْرَمِیْتَ وَلَکِنَّ اللّٰہَ رَحِیْمٌ ۱۲

۱۳ ومن اراد ان یجلس مع اللہ ویجلس مع الفقراء حب الفقراء من اخلاق الاولیاء ویغض الفقراء من اخلاق الفخون۔ ہمدلن من اد اروا ذکر اللہ ہم جلسا اللہ ہم قوم کایستعی حلیم ۲۴

<p>توفیق رفیق طلب میں سچائی تھی۔ اُس پر نیک برجراحت کسی کی ترچھی چٹون شوخ نگاہوں۔ جادو نظری۔ بانکی اداؤں نے وہ وہ شوریدگی کا سامان۔ ایسا ایسا طوفان برپا کیا کہ سب سے ہاتھ اٹھا اُسی ایک کے ہوئے خوب ہوئے بہتر ہوئے۔</p>	
<p>ہر اکبر وے کہ اند و ختم زندانش وین</p>	<p>نتار خاک رہ آن نگار خواہم کرد</p>

اُس کے ہوئے سب سے گئے۔ کیا ہوا اچھا ہوا۔ سب اُس کے ہوئے۔ جو اُس کا ہوا
 وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ ۚ اَلَيْسَ اِنَّ رَحْمٰنَ رَحِيْمًا
 ہے۔ ذرا دیانت و صداقت سے کام لو۔ ہاتھ پاؤں ہلاؤ۔ پھر نہ حیرانی ہے نہ سرگردانی
 ہے۔ قول جمیل خداوندِ جلیل ہے۔ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۝۸
 ایک خالص توبہ نے کہاں سے کہاں پہنچایا۔ اب اس میں استحکام ہو مضبوطی ہو
 تو سب کچھ نہیں تو کیا کرا یا خاک میں ملایا۔ استحکام کی صورت محاسبہ نفسی و تفکر ہے۔
 حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ تفکروا فی خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَفْکَرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ۔

۱۲ کنایہ ۱۱ توجہ مرشد ۱۲

۷ ترکت للناس دیا ہرودیم + سَعْلًا مَحْبُوبًا یادیفی ودنیائی ۱۲

۳۷ من کاں لله کان الله له۔ چون از گوشتی ہمہ چیز از تو گوشت + منہ

۱۲ اور جب سوال کریں تجھ سے بندے میرے میرے متعلق بیشک میں نزدیک ہوں ۱۲

وَقَالَ الْفَيْسُ كَمَا أَخْلَا تَجِدُونَ ۝

ترا باید تفکر کرد و ما خود که از خدا کی خجسته صورت نم کردیم ای که از خدا کی قدرت و وجود آدی را که در صورت و گوهر ما نیز که آید

بمقتضی روح در تن کرد و جان را به بصر او ادنیائی نگیند که مراد او قدرت تا نشنند بزمان را داد و گوئی که گوید به خرد را داد و حوائج آن که کوه بد و دگر داد

مست و دیگر مرد و یار را روانی داد هر یک حمل را را به حوازه خاکم و آخر خاک گردم به کمان بودان چراغی که گردم به درون گنج نشناس

خدا را بشوئی و اصل کنی چهل خدا را با اسی سے فرمایا تفکر ساعتہ حذر من عبادۃ الف سنۃ ۱۲ منہ

اب تو بہ مضبوط ہوئی۔ مستحکم ہوئی۔ پھر یہ پس و پیش و تامل کیا۔ یہ تجاہل و تنافل
 کیا۔ دم کا ٹھیک نہیں اعتبار نہیں۔ بیدم ہوں کچھ جبر نہیں اختیار نہیں اچھا
 بالتوبۃ قبل الموت۔ قبل الموت یہی ساعت یہی دم ہے۔ و سبدم دم کی خیر
 سناؤ۔ یہی دم دم بھر میں کا عدم ہے۔ ہاں آؤ جلد آؤ اس آخری خالص توبہ
 کی تیاری کریں۔ فرق نیاز فرش زمین پر۔ خشوع و خضوع کی حالت ہو۔ خاک کا
 نشان جبین پر۔ عاجزی و بکیسی کی صورت ہو۔ منہ قبلہ رخ ہوا و دست طلب
 دراز۔ زبان پر استغفار ہوا و سچا سوز و گداز۔ اول و آخر و د و شریف کی تکرار
 ہو۔ پھر دیکھو کیسی قبولیت کیساتھ بیڑا پار ہو۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد
 المجود و اکرم و علی آل محمد و اصحابہ و ائمتہ و بارک و سلم بعد من صلے
 علیہ۔ استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا هو الحی القيوم و اتوب الیہ۔
 استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اللہم انی اعوذ بک من ان
 اشرك بک شیئاً و انا العالم بیه و استغفرک ملا لا اعلم بیه ثبت عنه و
 اسلمت و اقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد
 المجود و اکرم و علی آل محمد و اصحابہ و ائمتہ و بارک و سلم بعد من صلے
 علیہ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ
 رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ رَبَّنَا اِنَّا اَمْسَا فَاغْفِرْ لَنَا
 ذُنُوبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ كَفِّرْ

عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنا مَعَ الْاَبْرارِ رَبَّنَا اِنْتِنا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذابَ النَّارِ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى
عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَازْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ
وَاهْلِ بَيْتِهِ وَاولِيَّاءِ امَّتِهِ اَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا رَحِمَ الرَّاحِمِينَ ۝

اِنَّ اللهَ شَمَّ اَنَا لِلّٰهِ

صورت از بے صورتی آمد برون

باز شد کانا الیه راجعین

تمام شد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



هو

قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش | باز جوید روزگار وصل خویش سے

لے ہنفس نہ پوچھو عبث ہو کہاں سر کا
ہم ہیں مسافر اور جہان کا روان سر کا

جہان سے آئے وہیں جائیں گے۔ یہ شور و شغب آہ و نالہ۔ گریہ و زاری
بے چینی۔ بے قراری۔ صرف دوری و ہجوری کے باعث۔ کہ مرتبہ احدیت ذاتِ پیرنگی
سے جسمین نہ کثرتِ حقیقی نہ اعتباری کو دخل۔ کثرت و رنگ ماسوائے میں ہم رنگ
ہوئے۔ کہاں پر وہ غیب میں ذاتِ مستجمع صفات سے اتحادِ کجبتی۔ یک جہنی۔ کہاں
یہ درجدائی اعتباری اسما و صفات فاعلی و انفعالی تنزلات کی بھول بھلیاں۔
تغینات کی پیچیدہ راہیں۔ عناصر کی کمندیں خواہشات کی بیڑیاں کشمشی میں مبتلا۔
مقام محرمی سے محروم۔ اصل سے دُور بہت دُور سے

جہذا روزے کہ پیش از روز شب	فارغ از اندوہ و آزاد از تعب
متحد بودیم با شاہ وجود	حکم غیرت بکلی محو بود
بود اعیانِ جهان بے چند و چون	ز امتیاز علمی و غیبی مصون
نے بلوح علم شان نقش ثبوت	نے ز فیض خوان ہستی خوردہ قوت
نے ز حق متنازعے از یک دگر	غرق در دریائے وحدت سر بسر
ناگہان در جنبش آمد بجرود	جملہ را در خود ز خود سپید نمود

اب بیرنگی سے نیرنگی۔ وصلت سے فرقت ہوئی۔ شور ظہور نے جگایا۔ اٹھایا
 آئینہ خانے میں جا پہنچایا۔ دیکھتے ہیں تو نقشہ ہی اور ہے۔ کہیں اضافت کہیں
 نسبت۔ کہیں حجاب کہیں نقاب۔ جو ہر و عرض کی کہانیاں۔ لطیف و کثیف کے
 افسانے۔ فنا و بقا کی گرم بازاری۔ واجب و ممکن کی متنازی۔ مرکب و بسط کے
 چرچے۔ اسم و مسمیٰ کی موافقت مخالفت۔ سر میں دماغ دماغ میں عقل۔ تیر و حیرت
 میں غرق و تفتت فیہ من رُوحی سے کچھ کچھ ناز تھا کہ شان بے نیازی نے
 ناز و نیاز کے کرشمے دکھائے۔ کچھ امید۔ کچھ یاس۔ کچھ پاس و قابھی۔ کچھ ادا بھی۔
 ارشاد ہوا۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَلَبَيْنَ
 اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا
 برسماءات وارض ومانے البین | قد عرضنا الامانة فابین

بفتح سیم وضم صاد و سکون و او بر وزن مقول یعنی بنگاہ داشتہ شدہ و محفوظ ۱۲ مثنیٰ

لیس فی الکون کا ناما کلان غیر انسان کس شکر و قبول ظلم او آنکہ ہستی خود را جہل او آنکہ ہر چیز حق بود نیک ظلمیکہ عین عدلت ست لے نہ کردہ دل از علایق صفا زانکہ در عالم حنادانی	کافل جملہا سوئی انسان زانکہ انسان ظلوم بود و جہول ساخت فانی بقائے سرسرا صورت آن زلج دل برزدود نفر جہلے کہ عین معرفت ست مزن از دانش حقائق لان جہل علم ست و علم نادانی
صاف صاف تویہ کہ منظور گرم بازاری تھی۔ عشق کا زور شور۔ محبت کی چنگاریوں کا بھڑکانا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سوال کیا یا رب لم تخلقت الخلق جواب میں ارشاد ہوا کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا اعرف	
حق چو حسن کمال اسادید خواست اظہار آن کمال کند خواست تا در مجالی اعیان چون حق یافت انجا تا این خواست	آن چنانش نہفتہ نہ پسندید عرض آن حُسن و آن جال کند مستورا و رسدہ عیان فتنہ عشق و عاشقی بر خاست
پھر کیوں بتیابی بقراری نہو۔ آہ وزاری نہو۔ اشکباری نہو۔ یہ جدائی اُس فتنے نے اٹھائی کہ میل ملاپ سے بھی تسکین نہوئی۔ جلوہ یار نے اور گل گائی بھڑکائی	
بلبلے برگ گل خوش رنگ درمنقار دشت	واندرون برگ نوا خوش نالہا می از دشت

گفتش در عین وصل این مالہ و فرا و صیت	گفت باز جلوہ مشوق در این کار و شیت
مشمع جان گدا دم تو صبح و لکشائی	سوزم گرت نہ بینم میر چو رخ نمائی
نزدیک این چنینم دور آسپنا نکہ گفتم	نہ تاب وصل دارم نہ طاقت جہائی
کوئی رنگ ہو مگر تڑپ اُسی سیرنگی کی ہو کہ مرتبہ اطلاق ہو۔ تعین کا وہاں اظہار نہیں۔ اس تعینات کے رنگ میں چین نہیں قرار نہیں ہے	
اسمیں مجھ میں بٹا ہواے ذوق مثل و گل	وہ رہا آغوش میں لیکن گریزان ہی ہا ہے
گر نبوئے محنت ہجران و دردمشتیاق	کس ہنیدانت قدرت و ولت دیدار را
جسمی تعلقات میں بھی رہائی والے رہا ہیں۔ ان کے اجسام لطیفہ خواص روحی پیدا کر چکے	
جسم خاک از عشق برا فلاک شد	گوہ در رقص آمد و چالاک شد
مولانا بحر العلوم مصرع اولیٰ کی شرح میں فرماتے ہیں: "و اگر از افلاک مراتب علیا ما دگیر پس نیز اولیا را حاصل ست کہ اجسام پاک ایشان خواص روح پیدا کردہ بہر تہ علیا میرسد"	
عاشق یا خویش جملہ جان	لے خوش آنکس کیا را عاشق اوست
یہ خاصان خاص سیاح عالم قدس انتہائی سیر تک ترقی پر ترقی فرما رہے ہیں۔ یہ انتقال نئی تازی روح پھونک رہے ہیں۔ روح وہی۔ جسم وہی۔ ترقی مراتب کا زور شور بلکہ ابتدا سے انتہا تک کی روئداد ہو ہے	
از جادی مردم و نامی شدم	وا ز ناما مردم بچوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کہ ز مردن کم شدم

حکمہ دیگر مجسم از بشر	تا بر آرم از ملائک بال پر
بار دیگر از ملک قربان شوم	آچہ اندرو ہم ناید آن شوم
پس عدم گروم عدم چون بخون	گویدم کانا الیہ راجعون

یہاں موت سے مراد تغیر حالت ہے۔ جامد کی تشبیہ نطفے سے ہے۔ مہنیا ت میں ہوتا ہے۔ رحم ماد میں دن بدن ہفتہ وار۔ ماہوار نطفہ میں تغیر ہو کر بالآخر وقت معینہ پر صورت انسانی قرار پائی۔ رحم سے باہر آئی۔ حیوان ناطق کہلائی۔ صفات حیوانی سے علیحدگی ہوئی۔ کل کی صفت سے سبکی۔ بعض میں آئی۔ انسان کہلائی۔ صفات رومیہ بشریہ سے دوری ہوئی۔ ملکوتی خواص آئے۔ اب آگے کیا ہوئے کیا کہلائے یہ کون کہے۔ کون بتائے۔ ع حال خلوت شاہ داند یا عروس پ۔

پرسید کیے کہ عاشقی چیست	آگفتہ کہ چومن شوی بدانی
وصل ہوا وصل ہوئے۔ جسم نے روح کے خواص پیدا کیے۔ یا جو ہر خالص رہا	
خلط سے مخلع ہوئے۔ یا عناصر سے ربط ضبط کی ٹھہری۔ کوئی حال یا کیفیت سہی	
مجموعہ ایک ہوا یا ایک مجموعہ۔ جامع پر بھی اطلاق واحد ہے۔ اور واحد خود واحد فرد و صمد	
الآن کماکان۔ وہی اگلی سیر و تفریح کا نمونہ۔ وہی پہلی سی پنچودی۔ بیہوشی کا مشغلہ	
صورت از بے صورتی آد برون	بار شد انا الیہ راجعون
صوتے از پردہ آد عیان	بار اندر پردہ خواہد شد نہان

مگر یہ خواص اسماء ہیں کہ تڑپ وہی بے چینی وہی۔ وصل ہوا مگر تسکین نہوئی۔ وصل

ہوئے مگر شوق نہ کھٹا

اے زوصلت عاشقان! سوختہ	جامہ وصل تو ہر دم دوختہ
اے زوصلت کارمازار آمدہ	ہمچو ابراہیم درناز آمدہ
اے زوصلت جانہا بریان شدہ	ہمچو اسماعیل صد قربان شدہ
اے زوصلت جانہا اند فغان	ہمچو موسیٰ در جواب لن تران
اے زوصلت خاک! اخون دھگر	ہر زمان سر دگر کردہ بدر
یہ بقائے حیات کا جھگڑا عشق عاشقی کا قضیہ ہے۔ تعلقات جسمی تک نہیں نفخ صورت تک بھی مٹنا دشوار و محال ہے	
محبت کے رو دگر استخوان تو تیا کر دے	اگر از سائیدن صندل کجا نقصان سب دے
ایسی نہیں لگی کہ آب سرد کے پھینٹے سرد کرین۔ بجھائیں۔ ایسی نہیں پی کہ قیامت تک تکین اپنے میں آئیں۔ قدم آگے ہو اور ہل من مزید کے نعرے۔ مستانہ ہاے ہو۔ ہو۔ اور دم بدم یاد جانان سے مشغولیت ہے	
ہر آن کو فاضل از حق یک زمان ست	ہر آن دم کا فرست اما نہان ست
یا ابن آدم! انفسک انبیائی فمن یخرج بغیر ذکری فقطت انبیائی یاد وطن یاد جانان وہی تڑپ وہی بقراری ہے۔ حالت اختیاری نہیں بے اختیاری اضطراری ہے	
ہر کسے کو دور ماند از وصل خویش	باز جو بد روزگار وصل خویش

<p> در دل عاشق چو عشق آتش فروخت عشق موئی را بکوه طور برورد عشق احمد را بود معراج دین عشق چه بود قطره دریا ساختن عشق از هستی خود وارستن است ایها اللاهی عن العهد القدیم استمع ماذا اقول عند لیب مر جبالے بلبلستان سے یا یرید المحی أخبرنی بما هل رضوا عنا وما لوالوفا مر جبالے عن لیب خوشنوا مر جبالے پیک فرخ قال ما </p>	<p> هر چه جز معشوق بود آزار بسخت هر دید دوست سوئے نور برد تا مقام او شود حق الیقین از دو عالم با خدا پر داختن در مقام سرمدی پیوستن است و ایها الساهی عن النجم القویم حیث یرزق من احادیث الحسب کا مدی از جانبستان سے قالہ فی حقنا اهل الحسب ام علی الهجر استمروا والجفا قار غم کردی ز قید ما سوا مر جبالے مایہ اقبال ما </p>
<p> ۱۴ اے غافل از وعدہ قدیم اے فراموش کننده از راہ مستحکم ۱۲ ۱۵ در بعض رسائل بجای یرزق بروی مندرج است معنی این است اذان کرد و ایت می کند از سخنان محبوب ۱۲ ۱۶ محی یعنی قبیله از عرب کہ لیلی از ان قبیله بود و صاحب بہار عجم مطلق بیغی قبیله نوشته در خیال لیلی مراد از روح و بستان حی مراد از مقام قرب باری تعالی اجل جلالہ ۱۲ ۱۷ و انکہ گفته اند در حق اصحابان حمایت کننده ۱۲ ۱۸ آیا راضی هستید از اذالفت و قاصد از مد - یا بر مفارقت من مداومت کرد و نہ بجا ۱۲ </p>	

لے نواہے تو نادم و صدمہ مرجا لے ہڈ ہڈ شہر صبا مرجا لے طوطی شکر شکن بازگو از بند و از یارانِ بند بازگو از مسکن و ماوے ما یاد ایاے کہ با ماداشتی لے خوش آن دوران کہ گاہی زکرم	زو بہ ہر بندم ہزار آتشکدہ مرجا لے پیک جانان مرجا قل فقد اذہبت عن قلبی الحزن تا درود یوارہا آید بوجد بازگو از یاربے پروے ما گاہ خشم از ناز و گہ از اشتی در رہ ہر دو قامی زو قدم
یہ عشق کی فتنہ انگیزی معشوق کا خیال ہے۔ اس سے کام نہیں کہ فراق ہی باوصال ہے۔ ناکامی سے کام نہ مرادی مراد ہے۔ راحت و آسودگی سے دوری۔ دل گدازگی جان فرسودگی سے تعلق۔ اس دیار کی نئی رسم نیا آئین۔ اور ہی قانون اور ہی نظام ہے	
مہست راہ و رسم این شہر دیار کام اینجبا محض ناکامی بود دار و اینجبا زخم بر مریم شرف غیر ناکامی درین ہ کام نیست	برخلاف راہ و رسم وزگار شہرت اینجبا ز گننامی بود سوے تیر اینجبا بود سعی ہدف راہ عشق ست این ہ حمام نیست
پھر محبت کی گرم بازاری آتش عشق کی تیزی ہے۔ ادھر سے مخاطبت ادھر سے ۱۲ لے آوا دہاے تو آتش لبہ شدہ ۱۲ ۱۳ گو کے خواہی ہو غم از دل من ۱۳ ۱۴ ای بھام کہ میر و نہ فرج و سرور حاصل می شود۔ و درین راہ آوا دہ ہفت بلاشن می باید ۱۴ منہ	

وایما المطلوب لی فی کل حین
انفی محروق نارا الاستیاق
انفی راض بہدوحی فداک
تا بہ کے باشی جنین پوشیدہ رہے
کر وہ خالت خانہ خلعتے خراب
وز خیالت سر بہ ہر دو حالے
کوہ صحرا ہم بخون امن کشان
روز بختم چون شب یلدا سیاہ
بے تو سودا در سرم جوش جنون
گشتہ ہر تراش رگ سوئے من
دیدہ ام را بے تو کوری تا بہ کے
زانکہ باشد خوب و آئینہ دوست
پیش یک سالے ندیت بودہ ام
مست نازی یا چو من دیوانہ
این جنین از عالم ستغنا چرا

از اصل خویش باز جو روزگار وصل خویش بہ جہان سے آئے دین جائے

ہاں تو مقصود یہ کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ہر کسے کو دور

کہ سرزنیم و تماشائینیم و بازویم	حباب وار زہر نظارہ کہدویم
<p>طائر روح کو قفسِ غصری میں قرار ہے نہ قیام۔ یہ تڑپ سچینی ہیکلی بچو ابی جاہر نیسی کسی نوجبوس کو پھرے میں چھوڑ کر تماشائے دیکھے۔ حب وطن نجاتِ آزادی سے کہے انکار ہے۔ کیا یاد نہیں کالبہ لطیف حضرت ابوالبشر میں جب اسکا گزر ہوا کیسی سچینی بیتابی تھی۔ آہ وزاری گریہ و بقراری تھی۔ نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور تھا۔ کہ دبستگی کا طور ہوا۔ سامان کچھ اور سے اور ہوا! (ولاک المخلقت الدنیا) وہی نور محمدی عشقِ ازلی ہے۔ یہی ازلی ابدی ابدی ازلی ہے۔</p>	
بہر عشق اور اخلاواں گفت	یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عشقِ پاک جفت
<p>یہ عشقی تفرقہ ہے کہ عالمِ اسباب کے (عشق کے) اسباب نے آئین و رسمِ دوئی کی بنیاد ڈالی۔ غفلت ہے کہ توحید میں تثلیث نہ تثلیث میں توحید ہوئی۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری کی شانِ رفیع۔ ایک کھنٹی کے مہراج علیا۔ من رانی کے اسرار میں ظاہر بینوں نے چشم پوشی کی فاوخی الی عبدہ مآوخی کے نکات سے آنکھیں بند کر لیں ید اللہ فوق اید یحصر سے واسطہ نہ رہا۔ وما ریت اذا ریت ولکن اللہ سرطے میں دور از عقل تاو لیں ہوئیں۔ من فوق العرش الی الارضین کلھم یطلبون رضائی و انک اطلب رضاءک یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کرنا زونیا زے بخبری ہوئی۔ مطلب یہ کہ اصل مطلب سے</p>	
<p>۱۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب الوطن من ایمان عت وطن از لوازمات ایمان است ۱۲</p>	

دوری ہوئی مجوری ہوئی جب توحید میں یہ حال وحدت میں یہ مقال ہو۔ تو رہائی
مشکل آزادی محال ہو لی مع اللہ کا حجاب اٹھے تو چشم بصیرت سے وہ کچھ
نظر آئے کہ نظر بھی تاب نہ لائے۔ زبان فقد کل لسانہ کی مصداق ہو جائے
سب ہے اور کچھ بھی نہ ہو۔ حواس ظاہری مغل ہوں۔ زبان بند ہو۔ اور دل جاری
نہ یہ اشارات ہوں نہ اضافات۔ ایک کی ایک سے نسبت ہو۔ سب ایک ہو جائے
ایک قوی نسبت میں تقی و اثبات سے فراموشی۔ اثبات مجرد کی گرجوشی ہو۔ نہ لانا نہ

پیش قدم گردم عدم چون ارغنون	گویدم کا نا الیہ راجعون
زبس کہ حسن فزود و غمش گداخت مرا	نہ من شناختم اور نہ او شناخت مرا
نکو گوئے نکو گفت ست در ذات	کہ التوحید اسقاط الاضافات

کلی شیء یسرجع الی اصلہ وہی آنا جانا پھر آیا۔ ہمیں پھر کہنا پڑا احسان اللہ واننا
الیہ راجعون

ہر سے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش
قوم توجہ انظر اقلیدم النعیم	ولا ذکر الاوطان فحمد القلیہ بسم
کنج علم مایہر معی یا بطن	گفت از ایمان بود حب وطن
آن وطن مصر و عراق و شام نیست	آن وطن شہریت اور انانیت

لہ دبعین مسائل بجائے نظر نظر واقع مت و بجائے فی عہد القیم والحمد القیم منہ جرت لے بر خیز زور اور بسوے تعلیم
کہ انعام کردہ شدہ و یا دکن وطن ہے و حمد را۔ و حمد قیم عبارت ست از جواب آئست بر کرم کہ اقرار بر بوبیت او
قائل و عہودیت خود کردہ بودند ۱۲

کا و دور و سوے آن بے نام شہر	لے خوش آن کو یا بد از توفیق بہر
در غریبے ماندہ باشتی بستیہ	تا بہر کے لے ہر شہر سبا
یوسف یوسف بیا از چہ برون	تا بہر کے در چاہ طبعی سرنگون
دار ہی از جسم و روحانی شوی	تا عزیز مصر ربانی شوی

اس عالم اجسام میں تبدلات تغیرات لازمی ہیں۔ ایک آیا ایک گیا۔ کیا الٹ پھیر
ہی۔ جو سمجھ میں نہ آیا۔ محققین سائنس اعلیٰ درجے کے فلاسفر دکاش مارل فلاسفی
(Moral philosophy) یا ایک حد تک سائیکالوجی
(علم النفس) = science of the soul
سے واسطہ ہو یہ بھی غنیمت ہی جو ہر شے ممکن و نامکن میں ایک ایک فلسفہ نکالتے ماہیت
ڈھونڈتے ہیں۔ باوجودے کہ اناجانا لگا ہی۔ خود آتے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی بنا دے سکے
کہان آئے کہان گئے۔ کون آیا کون گیا۔ سبٹر ڈیکل (Nadkiel) کی غیب دانی
پروفیسر گال ورا برٹسن کی سائنٹفک مثالیں ڈارون کی تھیوری۔ سب کی سب
کنافٹ آلود حواس محدود ادراک مادہ اور اسباب ظاہری سے وابستہ ہیں۔ مانا کہ
تحقیق کا شوق ہی۔ مگر نہ حالت ہی نہ ذوق ہی۔ شوق بھی کیسا الجھن ہی و بال ہی حال
سے بیجا لے قیل ہی مقال ہی ہے
از کجا و با کجا و کیستی ہے
فلسفی گشتی و آگاہ نیستی

۱۵ از چاہ طبعی مراد ہوا و ہوس نفسانی ۱۲

<p>چشم از آیات قدرت و تختند استعد بالله معایفترون خطہ یونان شد بیت الحرام کوزہر اکالایش غیرش جداست سوختن چون شمع اور از زندگیست</p>	<p>ایں جکیان چون سبب آموختند عشق را گفتند از قسم جنون گر جکت کار دین بودے تمام جان جان علم دین عشق خداست دل کہ شد بے عشق در افسردگیست</p>
<p>من عرف نفسه فقد عرف ربه یہ اسلامی فلسفہ ہے۔ جو اسکی تک پہنچنے وہی عارف کہلائے۔ خود شناسی خدا شناسی کا مترادف۔ عارف ہی انسان انسان کامل ہے۔ یہی عقل کامل علم شامل ہے۔ خوض و غور میں بے تکلفی ہے نہ سادگی ہے۔ افعال قدرت میں تکلف نہیں آزادگی ہے۔ مصنوعی غیر مصنوعی سے واسطہ کیا نسبت کیا۔ فلسفیانہ احتمالات ظنیات سے رغبت کیا الفت کیا۔ حکماء یونان۔ اشراقیین سقراط و افلاطون تو ایک طرف ہے۔ یہ فلاسفہ مشائیین سب سے الگ تھلگ۔ حلت و معلول دلیل و مدلول کے شکنجوں میں آپھنسے کہ حقیقی مسرت دائمی انبساط سے قلبی تسکین دلی فراغ حاصل نہوا۔ اتفاق صرف کیا ذرات منتشر کیسے۔ قیاس و ہم کیسیا سبب کیا۔ قوام ارکانی۔ آلات مادی۔ احتمال اعتدال یہ سب استعارات ہیں حقیقت کچھ اور ہے۔ یہ بے حقیقتی ہے کہ ماڈے (نیست) سے انتظام عالم ہوا۔ یہ فلسفیانہ عقل ہے (قدیم ہو یا جدید) کہ صانع کو شعور نہیں بے شعور ہے۔ یہ مسلمات ہیں یا مہملات۔ یہ دعویٰ</p>	
<p>لہذا زمین کی طرح اس لئے کی گھلت طبعی مین ہوا کی بحث نہیں بلکہ اجڑے صغیر سے اجسام کی ترکیب تسلیم کی جاتی ہے ۱۲۱۸</p>	

خود بے دلیل محض بیکار ہو۔ بچتہ دلیل قلبی شہادت نفسی اقرار ہو۔	
لے بروں از وہم وقال قیل ما	خاک برفرق من و تمثیل ما
صاف صاف صدا ہو کہ میں کچھ بھی نہیں مگر حکم خدا ہوں (اسرار ربی) جب تک منظور ہو۔ جسمی تعلقات ہیں۔ ورنہ وہی میں اور سیر نشین صلی۔ وہی فضا کے لامکانی وہی قصہ وہی کہانی ہے	
بعد ازین ما وسائی و لب جو	بعد ازین ما ویا ربوس و کنار
بعد ازین ما و نغمہ و مطرب	بعد ازین ما و خانہ خسار
جسم و جان کی کہانی باہمی تعلقات تک ہے۔ تفرق پر دازی میں وصل و قرب بیگانگی میں یگانگت و وصلت۔ دوری سے ہجر ہو وصال ہو۔ وصل میں فصل رہے ملال ہو۔ نہ ہونے میں ہونا قیام و قرار ہے۔ ہونے میں دل آزاری پرخ و آزار ہے۔	
ہم مٹ گئے تو صورت ہستی نظر پڑی	دیران جب آپ ہو گئے بستی نظر پڑی
این مدعیان در طلبش بے خبر اند	کان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد
یہ محبت کی باتیں حجت سے خالی ہیں۔ قال قول سے معرا حالی ہیں۔ عالی ہیں۔	
اسرار محبت را ہر دل نبود قابل	دُر نیست بہر دریاز نیست بہر کانی
چون نہاید کمال عشق جمال	لال گرد در زبان است دلال
فکر گرشتگی ست در رو عشق	کے رو حکم فک پر شہ عشق
اے خوش آن کو جمال حق دیدہ	پر دہا کے اثر بد دیدہ

پر دگی کردہ جلوہ بر نظرش	گشتہ نور شہود پردہ درخش
گل توحید بے شکے چیدہ	پردہ و پردگی کی دیدہ
بادون نے دوش آن مرد عرب	وہ چہ خوش می گفت با سوز و طرب
ایضا القوم الذی فی المدرسہ	کلمہ حاصلتہ و ہم و سوسہ
فکر کمان کان من غیر الحبیب	ما لکون نشأۃ الاخری نصیب
فانغسلوا یا قوم عن افواد	کل علم لیس ینجی فی المعاد
قما دل عفی ہما رسم الہموم	ان عمری ضائع فی علم الرسوم
دل منور کن بانوار حبلی	چند باشی کا سہ لیس بوعلی
سرور عالم شہ دنیا و دین	سورۃ المؤمن شفا گفت امی حنین
سورۃ سطا لیس سور بوعلی	کے شفا گفتے نبی مقبلی
دل ازین آلود گیہا پاک کن	سینہ را دریا و حق صد چاک کن
ساقیا یک جرعه از جام قدم	برو ہا تم ریز از لطف و کرم

۱۱۔ اسے قوم کہ ہتھید در در سہ چہ چیز پاک حاصل کر دے در وقت و سوسہ است ۱۲

۱۲۔ خیال شہ اگر مہبت سوائے خیال محبوب۔ پس نسبت برای شہ از پیدائش آخرت حصہ ۱۲

۱۳۔ بشویدے قوم از تخیل دل ہر علی کہ نیست نجات دہندہ در آخرت ۱۳

۱۴۔ بر خیز راے ساقی و یا اسے نیم دور کن از من (بنا تیر کن شہاب یعنی خزانہ عشق) نشان غما تحقیق کس من ہر باشد در علوم ظاہر ۱۴

۱۵۔ کنا یہ از دہرچین و خریص و خوشامد گوے و دون ست۔ ۱۲ بہار نجم

۱۶۔ سورۃ المؤمن شفاء پس خوردہ مومن تندرستی دہندہ است ۱۶

۱۷۔ مخفف ار سطا طالیس کہ یکے مشہور بود در یونان ۱۷

ہم بچشم یارِ بسم یارِ را	ایمانم شوقِ شفقہ پندارِ را
حضور کی کیون نہ موجب خود یہ ارشاد ہی قالوا انک اللہ فلا تک الیہ راجعون ۛ	
ہر کسے کو دور اندازِ صلِ بخش	باز جوید روزگارِ صلِ خویش
جہان سے آئے وہیں جائیں گے۔ اب سمجھنے کی بات ہے۔ کون آیا کون گیا۔ کہاں سے آئے کہاں گئے۔ صاف صاف ظاہر کہ غریب الوطن وطن پہونچا۔ مسافر نے منزل مقصود کی راہ لی ۛ	
خودی چھوڑ دی راز دان ہو گئے	خدائی کے جلوے عیان ہو گئے
(طالب جب تک انا نیت سے نہیں گزرتا واصل مطلوب نہیں ہوتا) ۛ	
نہیست از خود شو کہ تیا یا بی نجات چون تو بر خیزی نشین حق بجات ۛ	
پسند حسن آیا تمھیں اپنا جب سے	نہان تم ہوئے ہم عیان ہو گئے ۛ
آئیں کہ خاک مارا گل کرد و خانہ ساخت خود در میان درآمد وارا بہانہ ساخت ۛ	
یہ ملنا تو دیکھو نہ ملنے کی خاطر خلش دل کی گاہے گہ سو رہ چلن کہیں صبح عشرت کہیں شامِ فرقت کہیں نہ لٹ گیسو کہیں چشمِ فتنان	ہوئے درد دل یا کہ جان ہو گئے کبھی دل لیا دستان ہو گئے کہیں غمِ بڑھو شان ہو گئے کہیں ناوک خون چکان ہو گئے

اگر دیر میں شکل ناقوس گونے	تو مسجد میں بانگ اذان ہو گئے
تصور میں ہر شکل تصدیق پیدا	عبث تم سر پا گمان ہو گئے
مراتب کا اُنکے بھلا کیا ٹھکانا	ترے در کے جو پاس بان ہو گئے
کہو مرنے والو کچھ اب بھی ہو سمجھے	کہ ہر آگئے تھے کہاں ہو گئے
محبت میں اے شوخ سفاک تیری	یہاں تک مٹے بے نشان ہو گئے

ہاں تو اب یہ رو ناپیٹنا کیا۔ آہ وزاری نالہ و بکا کیا۔ بیشک یہ روجی تڑپ نہیں جیسی
 خواص ہیں۔ انکی حالت گویا کڑھی کا اُبال ہے۔ مرنے کا روزا ہے۔ اصلیت سے دوری
 ہے اسی سے یہ ناشکیبی نا صوری ہے۔ روحانی تڑپ و جبینی جا تھی بیجا نہ تھی۔ آخر
 تڑپ تڑپا کامیاب ہوئے واصل ہوئے۔ یہ جہانی گریہ وزاری نا وقت کی شنائی
 نہ حاصل نہ حصول۔ بیکار مہل فضول رد ہے قبول نہیں۔ منظور نہیں مقبول نہیں اسکو
 اس طرح سمجھایا ہے۔ خود فرمایا ہے وَ لَشَرِّ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ ۝ وَإِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝ اُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۝ وَ
 اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَخِرُونَ ۝ صابرین کے مراتب کا کیا کہنا اور صبر کی کیا بات۔
 اِنَّمَا يَوْفَى الصَّابِرُونَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ بے صبری سے خدا پچائے کلامن
 لا صبر له فلا ایمان له ۝

اگت پیغمبر خدا ایمان نہ داد	ہر کر اصبرے نباشد در نہاد
ایمان کے دو حصے ہیں۔ صبر و شکر۔ آریہ کریمہ فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَ اَشْكُرْ وَلِي	

کَلَّا تَكْفُرُونَ ۝ سے بھی ثابت کہ ذکر و ایمان۔ مجموعہ صبر و شکر ہے۔ ایک شخص نے
 آنجناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے مال میں بہت نقصان
 آیا اور میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس مومن کے مال
 میں نقصان نہیں ہوتا اور کبھی کسی دکھ میں نہیں پڑتا وہ خیر نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ
 جسکو دوست بناتا ہے۔ اُسکی دوستی آزمائے کو اُسکے مال میں نقصان پہنچاتا نہیں
 آزار دیتا ہر ایک نوع کی تکلیف میں ڈالتا ہے۔ حسین سچا اور جھوٹا بچا ناجائز مومن
 اور منکر معلوم ہو۔ تابعداری اور نافرمانی کھل جائے۔ اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تین وقت
 میں تین کام کرے گا اللہ تعالیٰ اُسکو دنیا و آخرت میں نیک نام فرمائے گا۔

جو حکم اللہ تعالیٰ کا اُسکے حق میں جاری ہوا سپر راضی ہے۔ (وَمَنْ يَتَوَكَّلْ
 عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ج۔ فَكُفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا۔

جب کسی طرح کے دکھ و مصیبت میں بیٹے صبر اختیار کرے۔ (الصبر مفتاح الفرج)
 جب کچھ دولت و نعمت ہاتھ آئے شکر بجالائے (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ)
 حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں میں میرے بیٹے نے
 انتقال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا مضمون یہ تھا۔ اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
 تم پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ چاہئے کہ اس مصیبت میں صبر و شکر بجالاؤ۔ اپنی جان مال
 والا دلو کو حق سبحانہ تعالیٰ کا ہدیہ سمجھو۔ تمہاری خوشی کو چند روز تمہارے پاس رکھا ہے پھر
 اُس پاس جائے گا۔ اس میں اگر تم صبر کرو بڑا ثواب پاؤ گے جو شکوہ زبان پر لاؤ گے

کچھ فائدہ نہ کریگا اور ثواب سے محروم رہ جاؤ گے۔ ہم سب کو ہر ساعت مالک کی رضامندی درکار ہے۔ اُسی کے اختیار میں ہمارا کل کاروبار ہے۔ رونے پٹنے سے مردہ قبر سے نہیں پھرتا ہے۔ اور اپنی موت یاد کرنے سے دکھ درد کم ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست کیا چاہتا ہے۔ اُسپر بلا اور آفت نازل کرتا ہے۔ کہ اُسکا امتحان لے اور گناہوں سے پاک کرے۔ جس قدر وہ دکھ میں صبر و شکر بجالائے گا اُسی قدر اللہ تعالیٰ کے پاس اُسکی رضامندی کا درجہ پائے گا۔ اچھے نیک بندوں پر جب کوئی آفت پڑتی ہے وہ یہی کہتے ہیں۔ رضینا بقضائک فرشتے اس آواز کو سنکر خوش ہوتے ہیں اُن کے کی تعریف و توصیف کرتے ہیں۔ جب دوسری دفعہ یہی کہتا ہے حق تعالیٰ اپنے فضل سے اُسپر نگاہ کرتا جواب میں فرماتا ہے لَنَسُودَنَّكَ وَنَسْعِدَنَّكَ میں تیری آرزو برلائے کو موجود ہوں جو تیرا مقصد ہو بیان کر میں پورا کروں۔ جب صابرین کا مرتبہ فرشتے دیکھیں گے تمنا کریں گے کہ اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ ہمارے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا دکھ پر دکھ دیتا اور ہم اُسپر صبر کرتے تو آج کے دن ان صبر کرنے والوں کا مرتبہ پاتے۔ سئل الشیخ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی دینہ صلیبا اشتد بلاءه وان کان فی دینہ رفقہ ہون علیہ فما زال کذلک حتی یشفی فی الارض

مالہ ذنب ۷

<p>نفس مومن اشرف است آمدیقین زین سبب برانبارنج شکست چونکه زکریا ز عشقش دم زدے چونکه یحییٰ مست گشت از شوق او چون شعیب آگاه شد زین ارتقا شکر گفت ایوب صابر هفت سال روشن از نورش چو سبطین آمدند آن یکے از دهر جان کرد و نثار صد هزاران کیمیا حق آفرید هر که او اندر بلا صابر نشد</p>	<p>کو بر زخم ورنج زفت است مسکین از تپه خلق جهان افزون ترست کرد و رجوت و خفتش جان فدے سر طشت زرنهاد از ذوق او چشم را در بخت از بهر لقا در بلا چون وید آثار وصال عرش را درین و قرطین آمدند وان سرافکنده برایش مست ار کیمیاے پچو صبر آدم ندید مقبلے این در گہہ فاخر نشد</p>
<p>حافظ صبور بهش که در راه عاشقی</p>	
<p>وَلِلّٰهِ دَرَجَاتٌ</p>	
<p>موت جسم وصل آمد سوعی یار وہ چہ خوش باشد کہ سوعی شد و م</p>	<p>مرگ را آما ده باش اے ہوشیار واصل در گاہ آن بیچون شوم</p>
<p>۱۱ اشرفیسم اول و ثالث سیخول را خوانند جائے ست کہ خار ہائے الحق بر بدن دار چون قصدا و کنند آن خار ہا پر کنند کنند گویند اورا چند آنکہ بر تن فرہ تر شود ۱۲ ۱۳ بمعنی بزرگ ۱۲-ن- در بعض رسائل بجای زخم ورنج و زخم چوب مندج است ۱۴ ۱۵ نشر بہ ۱۲ منہ</p>	

<p>پاسے کو بان سوے بام وری تحفۃ المومن کہ الموت لے قتا سخت می گشتیم عاجز پس بون غرفہ سوے آن جہان کبشادہ است سر بر آرد از تعین می رہد ہست جہی سوے و خود بے طلب فہم کن واللہ اعلم بالقنون</p>	<p>وقت آمد کہ جہان بکسی زین سبب فرمود احمد مجتبی اگر نبودے موت در دنیاے ون شکر حق کہ مخلص بہادہ است پس بسوے واحدیت تا احد منتہ سوے خدا شد زین سبب معنی کل الینا راجعون</p>	
<p>سدانہ چولین تو ریان اور سدانہ ساون ہو ندی ناوکا بھٹنا پاک ایک کی پریت جانا ہی رہنا نہیں اور جانا بسوے ہیں نشستی بجائے دگر کس بے</p>	<p>سدانہ جو بن تھر ہے اور سدانہ جیوے کو ہے پل میں کچھڑے جات ہیں ہی جگت کی پریت ایسے سچ سہاگ پر کون گنڈھائے ہیں نشیند بجائے تو دیگر کسے</p>	
<p>دنیا مقام امتحان دارالرحمن ہے۔ جس قدر قربت زیادہ ہو رنج و آلام سے واسطہ سابقہ ہو۔ عشق کے جوش و خروش میں بلا بلا نہیں۔ عین راحت عین آرام ہے۔ نہ غم نہ مصیبت سے لگاؤ نہ کام ہے</p>		
<p>یا خود بہ عقوبتم کنی پست عمر اربکھ خلاف رائی</p>	<p>اگر خود بہ تلطفم دہی دست دل بر نہ کنم ز آشنائی</p>	

ہر چند کہ آن رخ دل انگیز	بنشانہ مرا آبش تیز
از بندگی چنان جالے	آزاد نیم ہیچ حالے
گنجینہ عشق شد وجودم	بے عشق مباد و تار و پودم
آسودہ مباد جانم آن روز	کز درد و غمت نباشدم سوز
مهر تو در استخوان بن باد	در د تو دو واسے جان تن باد
نہ نصیب کہ محبوب مطلوب کی کرم نائی یاد فرمائی ہو۔ مبارک وہ دن کہ ناز و نیاز کی	
اگر مہ بازی دل گدازگی جان فرسائی ہو	
نشو و نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت	سرد و ستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی
بس ہی تمنای ہی حسرت ہو۔ آگے تقدیر آئندہ قسمت ہو۔ قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَ سَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِينَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ	
ندارم ذوق رندی نے خیال پاکدامانی	مرا دیوانہ خود کن بہر رنگے کہ میدانی
اللہ	
یا ایس العاشقین الصادقین	یا رفیقو السالکین الشائقین
یا الہ الخلق یا رب البری	انت مجھ ہی ماسجھ ہی ماجری
انت ربی لیس معبودی سواک	انت جس ہی لیس مقصودی سواک
بکیسم بے کس ندارم بے تو کس	اے کس بکیں بفریادم برس

<p> دورم از دنیاے دون ارے آله وارہان زین مردمان ظاہری صحبت شان مست ریخ و تاب دل این دل افسردہ ام بیرون فلک آن دلے دہ کان بود پر سوز و درد آن دلے دہ کان عشقت میخورست آن دلے دہ کان معنی آر مید آن دلے دہ کان رسید از ناسوا نورم اندر سینه چون قندیل نہ در دل افکن ز آتش عشق تو سوز آن چنان کن خائے تن منہدم سر بلندی دہ چو آہ من مرا من نخو اہم مال و جاہ و طمطراق ذرہ در دم دہ لے درمان من کفر کا فر او دین دیندار را </p>	<p> زانکہ قربش می نمایدین تباہ کز برون موسی و پنهان سامری مونسے دہ کاید از فے تاب دل ولعظ قلبا کان مملوا الحزن نے دلے کان باشد از داغ تو فرد نے دلے کان بہر درد دیگرست نے دلے کان در پے صلوٰۃ و نے دلے کان آر مید اندر ہوا رفت اندر محفل تجیل دہ دل بہ بزم تن چو شمع برفروز کاید از ہر سود و نورست دم سوے خود بناے راہ من مرا سوز خواہم درد خواہم شتیاق زانکہ میدرم بمیر و جان من ذرہ در دل عطا راے </p>
<p> تبیح ملک را و صفارضوان را دنیا جم را و قیصر و خاقان را </p>	<p> دونخ بد را و بہشت مرہکان را جانان مارا و جان ماجانان راے </p>

تا کے بہ غم رخ تو خون شوید دل	آزاد رخصتے تو بہ جان جوید دل
بخشتاے کز آسمان نے بار و جان	رحم آ کر کہ از زمین نے روید دل

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

خواہی زلف راق در فغان دار مرا	خواہی ز وصال شادمان دار مرا
من با تو نگویم کہ چسان دار مرا	زان سان کہ دل تست چنان دار مرا

اللهم انی سألک الشوق الی لقائک ولذاتک انظر الی وجهک الکریم
 امین امین یا رب العالمین بحرمة سید المرسلین و آلہ الطاهرین
 واصحابہ الراشدین و اولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

قالوا ان الله وانا اليه راجعون

صورت از بے صورتی آیدرون

باز شد کانا الیه راجعون

تمام شد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



هو النور المبين

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

نور نور نور نور نور نور

از ہمہ اوہام و تصویرات دور

اِنْ اَعْرَضْنَا الْاِمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَحْمِلْنَهَا
وَاسْتَغْفَرْنَا مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

حسن لیلیٰ گزندانی از قتل عشق پرس
درد مجنون گزندانی از من شیدا شنو

نیستی سے ہستی کا اظہار۔ بی رنگی سے نیرنگی کا ظہور۔ عدم سے وجود کا نمود
وحدت سے کثرت کے مراتب۔ یہ شور و شر۔ نفع و ضرر۔ امانت خیانت۔ محبت نفرت
اسی ایک حسین مہ جبین پردہ دار پردہ نشین کی ناز آفرینیاں۔ سحر سادیاں ہیں۔
اسی نگہ ناز کا جادو اسی شاہ مقصود کی شوخیاں۔ جلوہ نمایاں ہیں۔ تزلزلات ستہ
عروج و نزول۔ ہجر و وصال۔ طلب محصول۔ دریاے حقیقت کی مجازی لہریں

مقامی سیرین ہیں

غرض ہوتے رہتے ہوئے آپ ایسے	کہ آخر کو جان جہان ہو گئے
یہی جہان آپ نگل۔ یہی جان نور دل ہر ع	جملہ عالم چون تن و جان ست دل سے
تن و جان و جان زن مستور نیست	لیک کس را دید جان دستور نیست
عرفان حقیقی اپنی جان۔ اپنی پہچان۔ جب تک خود می سے کام ہر آپ اپنا حجاب ہر جب آپ آپ نہ ہے۔ نہ حجاب ہر نہ نقاب ہر۔ اس جدائی اعتباری کا نقاب اُلٹنا ہو تو صاف صاف صدا ہو	
بیائے عشق و آتش زن دل افسردہ مارا	ہنور خویش و شن کن چراغ مردہ مارا
خواص اسمائیکہ باعث کہ وہی نور دل در دل سے منقلب ہوا۔ کیا اُلٹ پھیر زور حسن جذب عشق ہر کہ کمان سے کمان پہونچایا۔ کالبد خاکی میں امانت رکھی گئی اُدھر لَقْد کَرَمَتَا کا نیاز۔ اُدھر ظَلَمُوا مَآ جُھُوکا کا ناز ہوا۔ اب تعینات کے مذابج کہ اس ناز و نیاز کا نام۔ امید و بیم۔ خوف ورجا۔ فنا و بقا۔ ہستی و نیستی اور معلوم کیا کیا ہر۔ کہیں مارا۔ کہیں جلایا۔ دیوانے اچھے کہ ہر حال میں لطف اٹھایا ہے	
لے ترا با ہر نئے رازے دگر	ہر گدرا بردرت نازے دگر
در باب عشق تائے بیش نیست	ہست ہر جانغمہ و سائے دگر
ہاں لے نور دل۔ درد دل کی صورت ہو۔ بیتابی بقیاری کی حالت ہو۔ کچھ یاد ہر کمان تھے کمان آئے سے	

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو	ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیان
ہاں لے دوست انقلاب زمانہ مسلم اور ضرور مسلم ہے	
درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است	زمانہ جام بہت جنازہ بردوش است
ہماری مفقود الخبری میں کیا شک و شبہ۔ واسد اب بھی اپنی خبر نہیں۔ اب کیا ہے	
جب کیا تھا ہے	
کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں	صورت حیرت ہوں باشیکل خون
یہ سوال کا جواب نہیں۔ سوز و طیش درد و اشتیاق ہے۔ سوال جواب سے جواب۔	
جواب الجواب سے فراق ہے۔ تعلیل و معلل کا داغ کہاں۔ اب یہ علت نہ رہی معلول	
مطلول کا علیل کون۔ اب وہ علالت نہ رہی۔ کسی مرحلے کے طے کرنے کی ذقوت	
نہ طاقت نہ خواہش نہ رغبت ہے	
فارغ البال مجھے سب سے فراغت پائی	لے سیاحتے رہا ہے نصحت پائی
نئے شعبہ دن۔ تازے کرشموں نے تازہ دنیا کی بھی مہلت نہ دی۔ وہی طرز کرم۔ وہی	
لطف اتم۔ وہی وہ۔ وہی ہم مصرع	خوب شد اسباب خود بینی شکست
بدت ہوئی کہ حضوری احکامات اور سرکاری توجہات نے پڑ مرده خاطر۔ افسردہ دل۔	
اور محل سا تو ضرور کر دیا تھا مگر تڑپ باقی۔ بیچینی موجود تھی۔ اب کچھ دن ٹوٹے کہ آخری	
توجہ بگاڑنا نے سب پڑھا لکھا بھلایا۔ بے ٹھکانے تھے ٹھکانے لگایا ہے	
یاد تو لے نگار چہ معجون حکمت ست	کمز ہر چہ خواندہ ایم و فراموشی آورد

جب نہ سمجھے تھے اب سمجھے کہ یہ مٹا ناہین۔ بنا ناہی۔ عین شفقت عین رحمت سے
 سپرد جائے تو ہر کس زیرِ مہیرون رفت توئی بہ جائے ہمتہ چکچکس بجائے تو نیست ع
 سب سے بیگانہ ہر لے دوست تناسلہ خیالی ایذا۔ خجانی حالت کشمکش سے
 رہائی ہوئی۔ نہ مرنے کا غم۔ نہ جینے کی خوشی۔ دردِ دل موئس۔ بیکسی شفیق۔ نہ تمنا
 نہ حسرت۔ نہ طلب نہ خواہش۔ نہ کھینچن دیکھین یا نہ دیکھین۔ کان سُنین۔ یا نہ سُنین۔
 پاؤں چلنے سے جواب دین۔ ہاتھ اٹھنے سے معذور ہون۔ کسکی تیار داری کون
 مریض۔ زندگی کیسی۔ موت کیسا

جان بے کندی و اندر پردہ	ز انکہ مُردن اصل بُدنا و ردہ
تا نمیری نیست جان کندن تمام	بے کمال نردبان نائی بیام
چون نردی گشت جان کندن از	مات شود صبح لے شمع طراز
بہر آن گفت آن رسولِ خوش پیام	رمز موت و اقبل موت یا کرام
بے حس و بے گوش و بے فکر و شوید	تا خطابِ ارجی را بشنوید
موجِ خاکی فہم و وہم و فکر است	موجِ آبی صحو و سُکرت فناست
تا دیرین فکرے ازان سُکرے تودہ	تا ازین مستی ازان جائے نفور

جو ہونا تھا ہوا۔ جو ہونا ہو۔ ہو۔ یہ زبانی باتیں نہیں۔ واقعی حالت ہے
 شاہد کیسی محتشم این بس کہ ز درد مُردہ دبر سراد نوچہ گرے پیدانیست
 آہ کہان ہر وہ گھڑی۔ جب کسی بیدار سے آنکھ لڑی۔ خواب تھا یا بیداری غفلت تھی

یہ ہشیاری۔ کچھ بھی ہو۔ نیک ساعت اچھا وقت تھا

انچہ من دیدم عیان مست فخر اب	ہیچکس ہرگز نہ بنید این خواب
انچہ من دیدم نیارم گفت باز	زین عجائب تر نہ بنید ہیچ باد
ہیچ نشنیدم چو بشنیدم ہمہ	من نہ دیدم گرچہ من دیدم ہمہ
چون نہ میدانم چہ گویم بیش ازین	گرچہ اورا دیدہ ام من بیش ازین
منکہ اورا دیدہ یا نا دیدہ ام	در میان این و آن شوریدہ ام

یہ حیرت بھی تصور ذہنی سے نہیں۔ خواب کی سچی تعبیر ہے۔ یہ خواب خیال نہیں۔ صورت تصدیق جلوہ پذیر ہے۔ بے سرو پائی دیوانگی سے کام کیا یہ سراپا سرتاپا سوز و قلق مجسم شوق و اشتیاق ہے۔ عقل و فرزانگی کا نام کیا۔ دل بے قابو۔ درد مند۔ چشم ہمہ تن انتظار۔ نظائے کی مشتاق ہے۔ یہ خلش اُسی کماندار کے تیر مرگان کی مبارک یادگار یہ کرشمہ اُسی نگہ ناز کا باقی کہ چشم ہی خواب دل بقرار ہے

عیش کا نام لے نہ تو ہم سے	ہم کو فرصت کہاں تے غم سے
جب سے عالم تر نظر آیا	اُٹھ گیا جی تمام عالم سے

عالم و عالمیان کا بہانہ واقعی حسن و عشق کا فسانہ ہے۔ بظاہر حسن عشق کا واؤ غارت پر دال ہے۔ حقیقتہً ایک الف کے سوانہ واد ہے نہ دال ہے۔ مانا کہ دال اور واوسے دونوں کا عکس پڑتا۔ غیریت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ مگر یہ شرکت سوز درمیانی الف کی رنگی کا رنگ رچاتا۔ توحید کا نقشہ جاتا ہے

در دل و در جان توئی ای جان من	در دل من ساختی خود را وطن
من برون فتم درون شد جانی تو	تغی گشتم من نهستی ہائے تو
نیستم من ہر چہ ہستی بس توئی	چون یکے باشد کجا ماند توئی
یہ بھی نہ سہی تو ایک منطقی معاشرت ہو۔ کل وجہ و کی سی نسبت ہو۔	
در حقیقت نسب عاشق و معشوق کیست	بوالفضولان صتم و برہمنے ساختہ اند
ایک چراغ ست درین خانہ کہ از پر تو آن	ہر کجای نگر می اسنجنے ساختہ اند
رسالت کی صورت یہی حسن و عشق کا حجاب ہو۔ شریعت کا ادب یہی پردہ ہی نقاب ہو۔ ورنہ کون محدود۔ کسی غایت ہو۔ بید کون کسکی نہایت ہو۔ مظهر اتم جامع انوار حسی و معنوی کا کیا صاف صاف ارشاد ہو ماعرفنا و حق معرفت شیرازی باوہ ناپ	
نہ حسد غایت دار و نہ سعدی سخن پایا	بمیر و تشنہ مستحق و دریا ہچنان باقی
اُسی سر الوجود اصل ہر بود کار از و نیاز۔ فرمایا یا ابا بکر لکھنوی حقیقت غیر کجی۔ {عرفت ربی برہی۔ یا من دل علی ذاتہ بذاتہ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب { خوش گفتمہ است۔	
فتنہ انگیزی و دامن در کشی	تیر اندازی کمان پیمان کبی
ستر ہزار حجابات سے بے پردہ فرمایا۔ حجاب میں بے حجابی کا انداز سکھایا۔ خوب فرمایا نہایت خوب فرمایا۔ ولقد خلقت الدنیا و اہلہا لا عرفہم کرامتک و منزلتک عندی و لولہا لا خلقت الدنیا۔	

ہم چو شبنم آمد از بحر وجود	خلق عالم از طفیلش در وجود
نور او مقصود مخلوقات بود	اصل مبداء ذات موجودات بود
آفرینش را جز او مقصود نیست	پاک دامن تر از او موجود نیست
در پناہ او ست موجودیکہ هست	در رضاے او ست مقصودیکہ هست

اب خو ریزی کی ابتدا فتنہ و فساد کی بنیاد قائم ہوئی۔ ابوالبشر اور انکی ذریت سے
میثاق کی ٹھہری۔ الست بر بکھ کی دلفریب آواز کانون میں گونجنے لگی متعدد
صف بندیان ہوئیں۔ اس دلکش آواز نے بعض کو ایسا مست و بیخود بنایا کہ ارواح
سے اسباب و برنج تک اسی بیخودی سے کام رہا ہے

میں دارائیکہ مہرت از دل عاشق و دہرگز

چو میر و مبتلا میر و چو خیر و مبتلا خیزد

تعیّنات کی راہیں ہوئیں۔ مراتب کے دروائے کھلے۔ ہوش والوں کو ادب سے کام
دیوانوں سے جدا نامہ پیام۔ اُس نورِ مطلق نورِ نور علی نور کی اتباع کا ارشاد ہوا۔ اس
فراں سے کوئی بھی نہ بچا۔ کلام عام تھا قبول خاص ہوا۔ خاص امین تابعدار ہوئے۔
مؤمنین کے خطاب میں آئے۔ عام خائن نافرمان ٹھہرے۔ منافقین مشرکین کے عتاب
میں آئے۔ وہ یَتُوبُ اللّٰهُ کے مصداق بنے۔ یہ یُعَذِّبُ اللّٰهُ حَتَّمُ اللّٰهُ کے
عذاب میں آئے۔ ہاں یہی وہ امانت ہے کہ پہلے نوری محافظت اطاعت۔ پھر قوی
فعلی تبعیت محبت کی صورت ہوئی۔ صحف منزلہ کتب آسمانی شاہد کہ حضرات نوح
وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْخَلِقَهُ عَلَ الْإِنْسَانِ كَمَا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا وَالْأَوَّلُ فَلَعَتْهُ اللَّهُ عَلَى الْكُفْرِ إِنَّهُ

و موسیٰ علیہم السلام میں کس کل جلال حضرات خلیل و عیسیٰ علیہم السلام میں کس کا جمال ہے مقصود بالذات کیا بالعرض کون کون صاحب کمال ہے۔ ہر عرض میں ذات کے جلوے۔ سب کے سب مظاہر اسما ہیں۔ ہر فرد میں فرد الافراد اصل و گل ہے۔ نسبت ہو و گل ہے ع درمیکدہ وحدت جزو فردنی گنجہ۔ شرائع مختلفہ میں توحید ذاتی کی تعلیم امم ماضیہ میں ایک کی پکار۔ یہ اسی ایک کا جلوہ اسی ایک کا اظہار۔ کثرت نشان بنگی کا وہی رنگ۔ بزم عالم کا وہی سراج منیر ہے۔ کہیں عزیز و نصیر کہیں بشیر و نذیر ہے۔

نئی گویم درین گلشن گل و باغ و بہار از من	بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من
--	--

رہا تا نسخ و منسوخ۔ وہ فروعات سے شاد و آباد۔ یہاں اصل و فرع ذات و صفات سے مراد۔ جن میں واقعی تعلق حقیقی نسبتیں ہیں۔ نہ عملیات معاملات جو عارضی اضافتیں ہیں۔

در معانی قسمت و اعداد نیست	در معانی تجزیہ و افراد نیست
اتحاد یا رب یا ران خوش است	پایے معنی گیر صورت سرکش است
صورت سرکش گدازان کن بچ	تا بہ بینی زیر آن وحدت چو گنج

مقصود بالذات ذات ہے نہ صفات۔ ذات سے صفت کل سے جزو۔ اصل سے فرع مجازاً تعلق قریبہ نسبت قویہ اتحاد جنسیہ کے پابند۔ حقیقہ عین آزادی بیکرنگی کی اصلی شان ہے۔ اس عنیت غیرت میں نئی ادا زالی جان پہچان طرفہ آن بان ہے۔

از حق جزو حق و گرچہ روید با	از حق جزو حق و گرچہ گوید با
در شدت این ظہور مجر و صفت	حق را جزو حق و گرچہ جوید با

حالت کے مطابق بجالی کے اعتبار سے رسالت سے کام لیا۔ بے حجابی ہوئی
حجاب نکلیا۔ تصدیق رسل ادب والوں احسان مندوں کا حصہ ہوا۔ بے ادبوں احسان
فراموشوں کو سخت ہوئی۔ ذلت ہوئی۔ رسولوں کا ماننا عین واجب الوجود کا ماننا تھا

چون خدا اندر نیاید در عیان نے غلط گفتیم کہ نائب یا منوب نے دو باشد تا توئی صورت پرست چون بصورت بگری چشمیت دوتا لاجرم چون بر یکے افتد بصر نور ہر دو چشم نتوان فرق کرد	نائب حقند این پیغمبران گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب پیش او یک گشت کہ صورت پرست توبہ نورش در نگر کان یک توست آن یکے باشد و ناید در نظر چون کہ بر نورش نظر انداخت مرد
---	--

امانت دار فرمان بردار تھے مجھوٹے ہوئے۔ منضوط ہوئے۔ ماننے والے امانت دار
ایمان دار ٹھہرے۔ قربت ہوئی۔ وصلت ہوئی لَبَّيْكَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ

جہذا ارواح اخوان ثقات ہر کسے روے بسوے بردہ اند ہر کہو ترمی پر در مذہبے	مسلمات مومنات قانات وین عزیزان رو بہ بسو کردہ اند وین کہو تر جانب بے جانے
--	---

لَهُ تَقِي كُنِيَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفِلِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۚ
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ

ہر عتاب بے می پر د از جا بہ جا مانہ مرغان ہوا نے خانگی از ان فراخ آمد چنین وزی ما	دین عتابان راست بیجا ہے سزا دائے ما دائے بے دانگی کہ دریدن شد قباد وزی ما
مجاہدہ محاسبہ صبر و شکر۔ توکل رضا بقضا بہت سی ایمان کی شاخیں ہوئیں محبت الون نے اعلیٰ شاخ اصل درخت عشق سوز درو کو سمجھا۔ خوب سمجھا بہت خوب سمجھا۔ درو ہی ایمان۔ ایمان کی جان ہے۔ یہی جان جان جانان کی امانت ہے پہچان ہے عطار کی روح گلاب سے	
ساقیا خون جگر در جام کن عشق را در مے بیا پر دہ سو ذرہ عشق از ہمہ آفاق بہ عشق مغز کائنات آمد مدام قدسیان را عشق بہت درو نیست	اگر نداری درو از ادا مکن گاہ جان را پر دہ در گہ پر دہ دوز ذرہ درو از ہمہ عشاق بہ لیک عشق آمد بے مے تمام درو را جز آدمی در خورد نیست
بیشک انسان ہی نے اس امانت کو اٹھایا۔ جو ظالم و جاہل کا خطاب پایا۔ انسان انسانِ کامل سے مراد جو عہد کا پایہ بند امانت دار ناکام نامراد ہے۔ یہی ناکامی کام نامرادی مراد ہے۔ یہ مراد نہیں خطاب ہے۔ والد عذاب میں ثواب ہے۔ مخاطبت عام۔ مراد خاص۔ ظلو باہول لا کا پر لطف عتاب۔ اس تخصیص کا صاف قرینہ ظاہر دلیل۔ جامی کا جام شراب سے	

ظلم او آنکہ ہستی خود را جہل او آنکہ ہر چیز حق بود نیک ظلمیکہ عین عدلت ست	ساخت فانی بقاے سرمد را صورت آن زلوح دل بزود نغز جملے کہ عین معرفت ست
مولانا کی زبان سے تبریزی اسرار	
ظالم ست او بخود و بر جان خود جہل او مرعلہا را استاد	ظلم بین کز عدلہا کو مے برد ظلم او مرعدلہا را شد رشاد
اب انسان حیوان صفت سے خطاب پر عتاب - اَوَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَشْأَانُ اَتَا حَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَازْهَوْا فِيكُمْ مُمِيتًا ۝ مولانا کا فلسفہ	
آدمی را آدمیت لازم ست آدمیت لحم و شحم و پوست نیست	عود را اگر بونا شد ہیڑم ست آدمیت جہر رضائے دوست نیست
کل بدعت ضلال قد میں بھی بعض کی جھلکین۔ خاص کی کرنیں ہیں۔ کل انسان حیوان و بعض الحیوان انسان۔ یہ عقلی فیصلہ۔ دماغی تحقیق ہر اب مومنین کی توفیق توبہ۔ منافقین مشرکین کے وعدہ عذاب میں اسی امانت خیانت مقبولیت مردودیت کا قدم در میان۔ کہ فرق زمین و آسمان بیکہما بکریح لایعینان یہ جمع و تفریق اسی ایک کی توفیق کہ ارادہ ازلی غالب جو ہونا تھا ہوا۔ کرنا تھا کیا	
انچہ در روز ازل گشتہ قلم انبیا چون جنس علیین بُرند	حک نگرد و بعد از ان حرف رقم سوے علیین بجان دل شند

کافران چون جنس سچین آمدند ز انکہ ہر مئے بسوے جنس خویش	سجن دنیا را خوش آئین آمدند میرودا و در پس جان پیش پیش
<p>تبعیت عین رسالت عین ایمان عین عشق عین درد یہی درد امانت یہی سوز و رشت ہو۔ اسی ورثہ میں تقلیدی ایمان کا حصہ ملا۔ درد دل سے کام رہا۔ استدلال کی ضرورت نہ رہی۔ مشاہدہ کی قابلیت نہ ہوئی۔ بے خبری میں غمگذری خبر نہ ہوئی۔ اپنی ہستی موہوم۔ معشوق کا دہن یا کمر ہوئی۔ کہہ اور نظر نہ آئی۔ رہی اور خبر نہ پائی۔ یہ رہنا پانا بھی بخیر کی خبر میں شوق کی دلیل ہو۔ آپ کہتے آپ سنتے ہیں قال ہو قیل ہو</p>	
ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہو	ایان مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہو
<p>وجودات عالم وجود حقیقی کے ظلال و پرتو سہی۔ یہاں عرفان حقیقی میں کس کا خطاب کس کی نقاب جب سایہ غائب آفتاب ہی آفتاب ہے</p>	
گر ترا پیدا شود یک فتح باب سایہ درخو رشید گم بینی بدام من کہ نے من مانده ام نے غیر من گم شدم درخو نشتن کیا رگی آفتاب فقر چون بر من تباقت من چو دیدم پرتو آن آفتاب ہر چہ گنا ہے بر مردم گو کہ ختم	تو درون سایہ بینی آفتاب خود ہمہ خو رشید بینی والسلام بر ترست از عقل شر و خیر من چارہ من نیست جز بیچارگی ہر دو عالم کم ز یک لرزن نیافت من نماندم باز شد آبی آب جلہ در آب روان اندا ختم

قطرہ بودم گم شدم در بحر راز	می نیام این زمان آن قطرہ باز
محو گشتم گم شدم هیچم نماند	ذرہ در دل حسم و هیچم نماند
اب امانت کیا۔ کسکی امانت۔ کون امانت دار ہے۔ کیسی بخیر کی کہاں کی خبر کون خبردار ہے۔	
اور در دل من ست دل من بہت است	چون آئینہ بہت من و من در آئینہ
این ماؤ تو برائے گفتن ست۔ خوش گفت آگاہ گفت۔	
اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من	این حرف معانہ تو خوانی و نہ من
ہست از پسین پر وہ گفتگوئے من تو	چون پردہ برافتہ تو مانی و نہ من
یہ اُسی محبت قدیم کا باعث کہ عالم خواب و خیال میں اتنی باتیں ہو گئیں۔ ورنہ بات چیت کی حالت کہاں۔ وہ ہم کہاں۔ وہ طبیعت کہاں۔ اب کج خمی ہو اور ہماری آہیں انتظار کی آنکھیں۔ حسرت کی نگاہیں۔ یہ بھی غلط ہم کون ہیں۔ کہاں ہیں کیسی آہیں۔ کس کا انتظار۔ کس کی نگاہیں۔ کیسا پیار۔	
راز اب کیسا کہاں کا سوز و ساز	چشم واکن لے دل ناز و نیاز
آہ۔ یہ آہ بھی سوز و درون کی علامت۔ درد دل کی بیقاری ہے۔ کسی پردہ نشین کی پردہ دری نہیں۔ پردہ پوشی۔ پردہ داری ہے۔	
یہ نہ سمجھو کہ آہ کرتا ہوں	دل لگانے کی راہ کرتا ہوں
عاشقم بر رخ خویش در خویش	بہر خوشنودی شاہ فرد خویش
خاک غم را سرمہ سازم بہر چشم	تازگو ہر پُرشود و دوجہر چشم

<p>من ہمیں گنہگار۔ اوی گنہگار غم چہ ریزی بردل غمناکیان از تن بیجان دل افغان شنو جان فدائے یار دل نجان من</p>	<p>من حلالش کردم از غم بخت چون گریزانی ز ناله خاکیان اے جهان کہنہ را تو جان نو ناخوش او خوش بود و جان من</p>
<p>کیسے مضامین۔ کہان کا چھپنا چھپانا۔ یہاں تو چھپنے سے چھپنا بہتر۔ یہ بہتر۔ بدتر۔ یہی اپنا تصور۔ اپنا خیال ہے۔ عقل جزئی کی گڑھت۔ وہی وبال ہے یہ ہونے کی باتیں نہ ہونے میں کہان سے ہوں۔ یہ ہونا۔ نہ ہونا بھی خالی از علت نہیں ہاں صرف کیسوی ہی دفع علت ہے۔ اب الجھن نہیں وقت نہیں ہے</p>	
<p>گم بر در دیر می نشانی مارا آن بہ کہ ز خویش و ارہانی مارا فانی حق شو کہ تاییابی بستا آب را از جوے کے باشد گریز محو گرد و دروے جوے او شود زمین پس نے کم شود نے بدلقا محو شو والد علم بالیقین</p>	<p>گم جانب کعبہ می دوانی مارا این ہر دو صفت لازمی ہستی است از خودی بگذر کہ تاییابی خدا جوے دیدی کوزہ اندر جوے ریز آب کوزہ چون در آب جو شود وصف او فانی شود و دانش بقا اگر ترا بید وصال راستین</p>
<p>اِنَّكَ لَیْلٌ شَحَّ اِنَّكَ لَیْلٌ</p>	
<p>باز شد کائنات الیہ راجعون</p>	<p>صورت از بے صورتی آمد برون</p>



هُوَ الْعَلَمُ الْحَكِيمُ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

مستم کن و از ہر دو جام بستان
آتش بمن اندر زن و آتم بستان

اے دوست قبول کن دو جام بستان
با ہر چہ دلم ستر اگر گریبے تو

جن سینے انکے بس ہو ہو
سیمیت بیت کرم اور کالو
سُرگ بزرگ جہان لگ بیویارو
موتہ دل پر ماہست ناہین

راگ روکھار کھاند مو ہو ہو
جنم مرن جہان لگ جخالو
دھرم دھام دھرم پر پروارو
دیکھے سینے گئے من ناہین

سو جانے جیتے دیو جانائی | جانت تمہیں تمہیں ہے جانی

آیہ قرآنی مندرجہ عنوان میں کتاب سے مراد احکام شریعت ظاہریہ اور حکمت ہے
مراد احکام باطنی۔ سلوک طریقت۔ تصفیہ باطن۔ تزکیہ نفس۔ تہذیب اخلاق اور
حقایق و معارف ہیں۔ اور یہ ظاہر کہ اصلاح ظاہر و باطن فلاح دین و دنیا کے علاوہ
کہ جس پر انسانی حیات و ممت کا دار و مدار اور بالآخر اسی پر انجام کار ہر اور کلام ربانی
جس اصلاح کا بیڑا اٹھا تا پیکار پیکار کے اپنی طرف بلاتا ہے، انسان کے لیے اور کوئی بات
منظرہ باقی نہیں۔ تو لایحالیہ ماننا یہ کہ دین اسلام ناسخ الادیان اور شریعت محمدی اکمل
الشرائع ہے کہما قال اللہ تعالیٰ اَلْیَوْمَ کَمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَنْتُمْ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا و دنیا میں جس قدر ادیان و مل ہیں اُن کے عملیات

ناسخ سے یہ راہیں مکمل یا مابقی کے احکامات مکمل اور غیر ضروری تھے قرآن نے ان احکامات کی خود تصدیق کی ہے
جیسا کہ اس آیت قرآنی سے ظاہر ہو مصداقاً ما بین بدوہ کسی سی کا تار مارے اور مانے والوں کی حالت مناسب ہو تا ہر نماز
کی ضرورتیں یکساں ہیں بغیر ضروری ہیں اور زمانے کے مناسب انسان اور اس کی ضرورتیں ہیں اور ان کے احکامات بھی احکامات میں
اندہ ہوتا ہے ضروری اور لازمی ہیں تاکہ وہ انتظامی نہایت خوبی اور حسن اسلوب سے جاری بھی ہو اور ختم بھی ہو جائے۔ رہا آئندہ کے لیے
اس سلسلہ کا منقطع ہونا اس کی قوی وجہ یہ کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو انسان کی (موجودہ و آئندہ) دینی معاش و معاشرے کے لیے
قیامت تک کافی و کافی ان الدین عند اللہ الا سلام قد ہر مذہب میں مین باتیں ہوتی ہیں اعتقالات۔ عملیات
معاملات مقدم اور ضروری اعتقاد ہر گویا ہر ایک دھرت ہر اعتقاد و حکم جزو۔ عملیات شاخیں۔ اور معاملات پھل پھول پشیمان
جب چڑھتی تھی تو دھرت کی بالیدگی ماراوری سرسبز تھی و شادابی معلوم و ظاہر۔ ہماری ان تحریرات میں گواہوں اسلام پر
بہت کچھ روشنی ڈالی گئی ہے کہ کچھ بھی صرف دو اہم امور سد رجہ و ذیل پر توجہ دلاتے ہیں منصفین اگر سچی نگاہوں سے دیکھیں ہر چیز میں
غور فرمائیں گے تو یقینی فلاح دین و دنیا اور نجات اخروی کے مستحق ہوں گے وہ یہ قصبہ ہٹ مٹا دے جیسا کہ دنیا کی کوشی سے مجبوری
ڈنچا رہی ہے (۱) اصول ملت اسلامیہ میں کوئی بات منجمہ اعتقالات عقلیہ کے ممکن اور ضروریات عقلیہ کے متفق نہیں (۲) قرآن ہی ایک ایسی
کتاب ہے جو انسان کی دینی معاش و معاشرے کے لیے قیامت تک کافی و کافی وہما علیہنا الا البلاغ ۱۲

و معاملات کی جانچ پر تال خود ان کے اصول مذہبی کی کسوٹی سے ہو جاتی ہے اور
 پر کھنے والے پر کھ لیتے ہیں کہ یہ واقعی صلی سونا ہو یا ملمع کیا ہوا پتیل۔ دراصل چاندی
 ہو یا سیلابی قلعی۔ اور یوں تو اپنی جنس کو (کھوٹی ہو یا کھری) کوئی بھی ناکارہ نہیں
 کہتا۔ کہنا کیا اسپرنازان اور فرحان ہے۔ **كُلُّ حَرْبٍ يَمْلِكُ دِيْمًا قَرِيحًا وَ**
لِلنَّاسِ فِيهَا عِشْقُونَ مذاہب (انسان جس چیز کو محبوب رکھتا ہے اُس میں
 اُسکے لیے بہت سی راہیں ہیں خیر یا شد۔ کھری ہو یا کھوٹی۔ ہمیں اس سے کام
 نہیں۔ یہاں تو ہم ہیں اور ہمارا مذہب اسلام۔ ہماری اطاعت اور اُسکے احکام
 واللہ درو شائل ۷

شغلا الحیاء یلذی فی دُنْیَا ۷
 برائے دیدن انغیا در دلش جانیت

ترکت للناس دنیا هم و دینهم
 شدست سیدنہ ظہوری پر از محبت یار

تصوف

عرب میں صوفہ کل کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ صوفی کی نسبت اسی وجہ سے
 ہے۔ جیسے کوفہ سے کوفی۔ عہد تابعین میں یلقب ہوا۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانے میں صوفی نہ کہتے تھے مقرب بولتے تھے۔ معنی ایک ہی ہیں
 کما قال الشيخ العارف صاحب عوارف المعارف الصوفی هو المقرب
 بعض نے فرمایا کہ صفائے باطن کی وجہ سے صوفی کو صوفی کہتے ہیں اور بعض نے

کہا کہ صوفی کو صفہ سے لیا ہے یہ نسبت اصحاب صفہ کی طرف ہے۔ تصوف کا پہلا درجہ قول سے متعلق ہے۔ دوسرا فعل سے تیسرا حال سے۔ اسی پہلے کو فلسفہ تصوف یا شریعت کہتے ہیں۔ اور تقسیم یا مدارج علمی میں اسی کا نام علم احوال ہے۔ دوسرا علم افعال (اسی درجے میں اخلاق و ذیلہ اخلاق حسنہ سے بدل جاتے ہیں) طریقت ہے۔ تیسرا علم احوال حقیقت ہے۔ اسی حقیقت کا انکشاف معرفت کہلاتا ہے جسکی صفت ہے من عرف ربه فقد کمل لسانہ ع کا نرا کہ خبر شد خبرش باز نیامدہ ولی کا اطلاق انھیں مدارج ثلاثہ پر محیط ہونے سے ہوتا ہے ولا یکن ولیا ما لیکن متبعاً للنبی قولہ وفعلاً وعاکفینے ولی جب ہی ہوگا کہ قول و فعل و حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو۔ اخلاق اللہ سے متخلق ہونا موت و اقبلان تموتوا کا مصداق ہونا تصوف کی غایت تصوف کی جان ہے۔ (یہی تصوف کا آخری درجہ

۱۔ فلسفہ تصوف کی تعبیر شریعت اعتبار مدارج علمی ہوئی ہے کہ ابتدائی مرحلہ قبل از قال سے متعلق ہے ورنہ ہر شے کا فلسفہ جدا گانہ ہے۔ چنانچہ اعتبار اصل شے معشر سے موصوم ہوگا جیسے کہا جائے اسلام و اصول اسلام یعنی مذہب فلسفہ مذہب تصوف و اصول تصوف یعنی تصوف و فلسفہ تصوف۔ اب اس اعتبار سے غایت تصوف یا اصل تصوف فلسفہ تصوف کہلاتا ہے اور چونکہ تصوف علم حسی نہیں علمی و وجدانی ہے لہذا اس کا انکشاف عمل ہی سے ہوگا۔ قبل از قال سے عہد برحق ہونے و ہر مکمل مقامی دارد و ہذا مقام امنہ الام حجاز الاسلام ابوجامع الغزالی الطوسی قدس سرہ نے فرمایا کہ شریعت طریقت حقیقت کی مثال اخروٹ کی سی ہے۔ اخروٹ کے اوپر کا پھلکا شریعت سمجھو اندر کا باریک پھلکا طریقت۔ مغز حقیقت اور مغز کا مغز (روغن) معرفت جانو۔ پلا اور کا پھلکا نکالے اندر کا باریک پھلکا صاف ہوگا۔ اور جب تک باریک پھلکا نہ سکے مغز سر نہ آئے گا۔ اور بلا مغز روغن ہاتھ نہ لگے گا۔ ایسے ہی مقدم شریعت ہے بلا شریعت طریقت حقیقت معرفت کوئی بھی نصیب نہ ہو۔ طریقت سے پھسلنے والا شریعت میں ترک جانا ہے مگر شریعت کی لغزش سے کہیں بھی نہ پناہ نہیں۔ جو دونوں کا جامع ہے وہی انسان کامل کہلاتا ہے۔ برکتے جام شریعت برکتے سندان عشق چہ ہر ہوشا کے مداند جام و سندان باختر ۱۲ منہ

حال سے متعلق ہی اور یہ حواس کے معطل ہونے اور حواس باطنی کی بیداری پر موقوف ہے

بہل علم ست و علم نادانی

اننا نلک در عالم حسد ادانی

قال الغزالی رحمہ اللہ فی الاحیاء العلوم اعلم ان ہذا من عجائب اسرار القلب ولا یسمع بذكره فی علم المعاملۃ وقال المولوی المعنوی فی المثنوی

حسن عقبہ زردبان آسمان

صحت آن حسن بچیند از صیب

صحت آن حسن نہ تخریب بدن

بعد ویرنیش آبادان کند

نیستی بگزین گرا بلہ نیستی

نیست گرد چون کند نوش ظہور

چون خدا آید شود جویندہ لا

آب حیوان در درون ظلمت

نقشہ مابینی برون از آب خاک

حسن دنیا زردبان این جہان

صحت این حسن بچیند از طیب

صحت این حسن نہ معوری تن

شاہ جان مرجم را ویران کند

آیت ہستی چہ بہت نیستی

سایہ ہا کے کو بو جو یاے نور

ہمچنین جو یاے در گاہ خدا

زندگی در مردن در محنت ست

آئینہ دل چون شود صافی پاک

دل محل ادراک ہی یا نہیں۔ اور اگر ہی تو اشیاے محسوسہ وغیر محسوسہ میں کیان اور اک حاصل ہی یا کم و بیش۔ حواس و دل کے ادراک میں کیا تفاوت ہے۔ حواس خمسہ ظاہری کے معطل ہونے میں ادراک کی صورت کیا ہوتی ہے ایسے ہی اور بہت سے سوالات یا اعتراضات ظاہر ہینوں نے پیدا کیے اور چاہا کہ اقلیدس کی طرح چند اصول موضوعہ

نہ تو صاف صاف نہایت زور شور سے انکار کر دیا جائے کہ یہ سب خیالی ٹھکوسلے
 اور وہی منصوبے ہیں باقی کچھ بھی نہیں۔ بیشک ماہ پرست خوب سمجھے اور ایسا سمجھے
 کہ کچھ بھی نہ سمجھے اور یہ سمجھے کہ یہ کرنے کی باتیں کہنے میں نہ آئیں گی۔ تمہارا علم و فہم کی انتہا
 رسائی ہو وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اَلَا قَلِيلٌ لہ جو شوق تھا اے احاطہ علم میں نہ آئے۔ اور تمہاری
 لے پوری آیت یہ ہو کہ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ سِرَّهُمْ لَنُخَوِّفَنَّكُمْ مِنْهُ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ سِرَّهُمْ لَنُخَوِّفَنَّكُمْ مِنْهُ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ سِرَّهُمْ لَنُخَوِّفَنَّكُمْ مِنْهُ
 قَلِيلٌ لہ بیان کیفیت روح میں اہل تحقیق کے دو فرق ہیں۔ ایک فرد اس طرح گیا ہے کہ روح دراصل ایک ہی ہے کسی کو روح کل
 کہتے ہیں۔ ذات واجب الوجود سے الگ کسی کا صدور ہوا۔ اور یہ صدور معدوم و محمول کیفیت ہے۔ اس روح کے اختلاط
 اعتبارات کی وجہ سے مختلف نام ہیں۔ کبھی اسکو حقیقت عظمیٰ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کبھی عقل کل۔ تیسری اول اور ظالم علی کہتے ہیں
 الی غیر ذلک۔ اس سے ارواح جزئیہ کے صدور کا طریقہ اس طرح ہے کہ جب جسم ترکیب پاتا ہے اس پر روح کل کا پرتو پڑتا ہے جس سے
 آثار حیات پیدا ہو جاتے ہیں جس طرح اجسام مثالی مثل آئینہ وغیرہ جب آفتاب کے مقابل ہوں روشن ہو جاتے ہیں موت کی وقت
 یہی ارواح جزئیہ اپنے اصل کی طرف روح کل ہی۔ رجوع ہو جاتی ہیں۔ روح کل بحر وسیط ہے تجوی کی بعض کی آئینہ گنجائش میں
 صرف باعتبار تعدد اجسام متعدد جس طرح پرتو آفتاب کہ زمین پر پڑتا ہے۔ حد ذات میں قابلیت تجوی کی نہیں لکھتا تجوی میں
 باعتبار امکانہ کے ہر جسم میں کو قسمت کرین مشاع آفتاب کی تقسیم یا قسمت بتابعیت زمین قسمت اعتباری ہوگی مگر جب
 مشاع آفتاب آفتاب سے فی تعین اعتباری نہ رہا پھر وہی آفتاب آفتاب رہا۔ اسی طرح ارواح جزئیہ بعد مفارقت بدن اپنی
 اصل سے وصل ہو جاتی ہیں۔ اور یہاں ارواح جزئیہ کو ایک دوسرے سے امتیاز نہیں ہر طرح کہ نہ کا پانی جو متعدد ظروف میں
 ہوا باعتبار ظروف تقسیم ہو جائے گا۔ مگر جب ظرف ٹٹے پھر وہی ایک ذات پانی ہی پانی۔ دوسرے فرقے کے نزدیک کہ جو تحقیق
 کامل رہا باب کشف و شہود ہیں۔ اور ان کے کشف کا اقتباس شکوہ نبوت سے ہے ابدان کا انحصار صرف اجسام عنصریہ ہی نہیں
 جسم ثانی بھی ہے۔ اور اسلئے روح کا تعلق دو نوع کے ساتھ ہے۔ جسم عنصری فاسد ہوتا ہے اور جسم ثانی اصل قابل فساد نہیں
 اسلئے کہ اس میں قابلیت خرق و التیام کی نہیں۔ روح جناب اس بدن عنصری سے تعلق رکھتی ہے۔ رکھتی ہے۔ بعد فساد بدن
 عنصری بدن لطیف (جسم ثانی) سے تعلق ہو جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ اور یہ بات ہر طرح سمجھ میں آجاتی ہے اور ذوق سلیم
 قبول کر لیتا ہے مثلاً خواب کی حالت کیا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو خواب میں کہاں کہاں دیکھتا۔ یلے پھر تاہو اور ظاہر ہو کہ جسم
 عنصری مطلق محض ہے اور روحی تصرف کسی اور بدن پر ہو رہا ہے۔ یہی بدن جسم ثانی کہلاتا ہے اور روح دونوں (باقی صفحہ ۸۲)

عقل جزئی کے حدود سے دور بہت دور ہو تو بجائے اسکے کہ تم اپنی عقل کے عجز کے معترف ہو۔ تمہیں اسکی کذب کا کیا حق حاصل ہو۔ بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذِبًا عَظِيمًا، یہاں ہے اور حال کی باتیں قال میں نہ آئیں گی۔ یہاں زبان بند ہوتی ہے اور دل جاری تشبیہ (اسیکو جوگی سرگن کہتے ہیں اور تنزیہ کو نرگن) میں زبان طول ہوتی ہے فَقَدْ طَالَ اللِّسَانُ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) بدنون کے ساتھ تدبیر کر رہی ہے۔ اگر جسم غصری کے ساتھ ترک نہ ہو فاسد ہو جائے اور قابل تدبیر نہ رہے۔ موت اسی ترک تدبیر کو کہتے ہیں۔ خواب کو بھی خواب خیال سمجھے جانے کی بجائے مرض سکتے پر صیرت کی نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ آئینہ شالی روح کو جسم شالی میں لیے ہوئے کیا کیا دکھا رہا ہے۔ عجائبات غرائب عالم ملکوت کی سیر ہو رہی ہے۔ علاقہ روحی جسم غصری سے قائم ہے کہ فاسد نہ ہو جائے اور قابل تدبیر رہتی ہے۔ یہاں جسم غصری بے حس و حرکت ہے۔ فساد نے فصد لی اور دھڑا آگھیں کھلیں اور سر پہ بھی ختم ہوئی ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا جو کچھ دیکھا جو سنا نئی روشنی والوں کے لیے اگر سمجھنا چاہیں بصورت کے بہت سے مسائل سمجھا دیں گی، دوستو! اما کہ تمہارا جدید علم جدید فلسفہ اور تمام مغربی علوم از قلم مشائخہ بدیہات ہیں مگر خوب یاد رکھو کہ تصوف کا مکاشفہ مشاہدہ اُس سے کہیں زیادہ روشن و وضاحت ہے جسکی تکذیب صرف ہے کہ میں جسکو خدا نے آدمی بنایا ہے۔ مگر آدمی بنکر نہ بنائیں چاہتے۔ آگھیں میں۔ دیکھنا نہیں چاہتے۔ کان دیے سننا نہیں چاہتے۔ اُولَئِكَ كَانُوا لَآئِمًا مِّن قَبْلُ هُمْ أَصْحَابُ ۱ اولیا! اللہ کی حالت انشراح و انخلا میں دس دس دن بلکہ زیادہ گزر جاتے ہیں کہ ان کے رواج مقدسہ عالم مثال کی سیر میں شغل رہتی ہیں اور پھر بدن غصری میں رجوع ہو کر نصرت و تدبیر کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے ان کے لیے عالم اجسام و عالم مثال کے حالات مثل آئینہ ہو جاتے ہیں۔ اسی انشراح و انخلا کی حالت کو موت اختیار بھی کہتے ہیں جسکا اشارہ مَوْتُوا قَبْلَ أَنْ مَوْتُوا میں ہے۔ اسی روحی استقرار و پر انسانی کمال و نقصان کا انحصار ہے کسی کو ولایت حاصل کسی کو جہالت شامل۔ ورنہ بحیثیت ابدان سب مساوی ہیں جن لوگوں نے اپنے ارباب عقل ناقصہ کا خیال پر کہ مثل اگرچہ ذات کے جسم انسانی میں بھی وہی روح حیوانی ہے جو فساد جسم کے ساتھ خود بھی فاسد ہو جاتی ہے یہاں ڈاکٹر ڈکنس میگڈوگل طخیال بھی قابل غور ہے۔ جو انھوں نے روح حیوانی کے متعلق ظاہر کیا ہے کہ پیدا بھی اُسی سے ہوتی تھی۔ جب نہ رہا بھی نہ رہی (یعنی روح ابدی نہیں) افسوس کہ ان کے علم ناقص عقل جزئی نے انھیں اسی جسمی چار دیواری میں محدود رکھا۔ صبح اور رات سے بخیر ہے اور یہ سمجھ کہ ہم کون ہیں کیا ہیں سے فلسفی گشتی و آگاہ نیستی بہاد کیا و اب کیا و کلیستی بہ مبارک ہیں لوگ جو روح کو ابدی جسم کو فانی سمجھ جسمی ریاضت سے کمالات روحی کو بڑھایا کہ ظاہر کی خرابی ہی باطن کی معموری ہے اور جسم کا راجح ہو جاتا ہے کمال انسانی ہے۔ یہی بیروت عیسیٰ اور لاغری بہ تو درندہ آئی کہ خپر و دیو ۱۲ منہ

اور تزیین گوئی من عرف الله کل لسانہ مطلب یہ کہ جس نے اس کو ذات سے پہچانا
اُسکی زبان گنگ ہو گئی۔ اور جس نے صفات سے پہچانا اُسکی زبان دراز ہوئی۔ اول
تکمیل کے مقام میں ہر اور دوسرا تلوین میں جمع السلوک میں حضرت مولانا سعد الدین
خیر آبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہم ارشاد فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔
”پہلے سے معرفت شہودی مقصود ہے اور دوسرے سے معرفت استدلالی یعنی جس نے
اس کو معرفت استدلالی سے پہچانا اُسکی زبان دراز ہوئی اور جس نے معرفت شہودی ضروری
سے پہچانا اُسکی زبان گنگ اور بیکار ہوئی۔ معرفت استدلالی عوام کے لیے ہے۔ ظاہر ہے
کہ عوام زبان کو دراز رکھتے ہیں۔ بعض طالب علموں کو دیکھتے ہو جو معرفت استدلالی
رکھتے۔ باع۔ بیع۔ قیل وقال میں اپنا وصول خیال کرتے ہیں۔ اور ایسی زبان چلاتے
ہیں کہ بیچارہ عارف صاحب شہود و دم نہیں مار سکتا۔ خبر سے بات پیدا ہوتی ہے اور
عرفان سے سکوت۔ سوچو اور سمجھو، یہاں نہ اشارات ہوں نہ اضافات۔ (الوحق)
(اسقاط الاضافات) ع لال گرد و زبان استدلال۔ یہاں دلیل مدلول کا
نام نہیں علت و معلول سے کام نہیں لے

قال را بگذار و مرد حال شو	پیش مرد کا ملے پا مال شو
---------------------------	--------------------------

معنی کے لیے آنکھیں بھی معنوی دکھائیں۔ ذات کا مرتبہ بے نشان ہے۔ جتنا ہر ایک
تعیین اعتبار قیود اور نشان وغیرہ سے بے نشان ہو کر بے نشان نہو جائے۔ وہ اصل
مطلوب نہیں ہو سکتا یعنی اصل باسد ہونا مٹنے کا نام ہے

<p>فانی خود شو کہ تیا بی بی بخت بے حس بے گوش بے فکر شید جان بے کسی و اندر پرده نامیری نیست جان کندن نام لے حیات عاشقان مردگی غرق عشقے شو کہ غرق سائین</p>	<p>چون تو بر خیزی نشیند حق بخت تا خطاب ارجی را بشنوید ز آنکہ مردن اصل جڑنا ورده بے کمال نزد بان نائی پیام دل نیابی جز کہ در دل بردگی عشقها لے اولین و آخرین</p>
<p>اللهم حر قلبی بنار عشقک و ارزقنی از دیار محبتک حتی یبقی شئ غیرک ے</p>	<p>قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دوم در کش حمید این قصہ عشق ست در دفتر نمی گنجید</p>
<p>ارشاد الطالین میں ارشاد ہوا ید چون ہنگی طالب را تنگ غیرت مطلوب فروردا یبقی ولا متذر حال او شود نہ اثر ماندہ خبر چنانکہ می آزد لیلی پیش مجنون آید گفتند این لیلی مطلوب تو است گفت لیلی انا وانا لیلی این مقام تفردست چنانکہ گفت ے</p>	<p>ارشاد الطالین میں ارشاد ہوا ید چون ہنگی طالب را تنگ غیرت مطلوب فروردا یبقی ولا متذر حال او شود نہ اثر ماندہ خبر چنانکہ می آزد لیلی پیش مجنون آید گفتند این لیلی مطلوب تو است گفت لیلی انا وانا لیلی این مقام تفردست چنانکہ گفت ے</p>
<p>تو در و گم باش تو حید این بود</p>	<p>گم شدن گم کن کہ تفرید این بود</p>
<p>این جا سلطان عارفان می فرمایند تا غایت من اورامی جستم خود رامی یافتہ اکنون سنی سال ست کہ خود رامی جویم اورامی یابم ے</p>	<p>این جا سلطان عارفان می فرمایند تا غایت من اورامی جستم خود رامی یافتہ اکنون سنی سال ست کہ خود رامی جویم اورامی یابم ے</p>
<p>جال دوست چندان سایہ انداز</p>	<p>کہ سعدی ناپدیدست از حقیری</p>
<p>مولانا جامی قدس سرہ در لواج می فرماید ے</p>	<p>مولانا جامی قدس سرہ در لواج می فرماید ے</p>
<p>آن کہ فنا شد وہ فقر آئین ست</p>	<p>نہ کشف و تعین نہ معرفت نہ نیست</p>

رفت و زیان میں خدا کا خدا	الفقر اذ تم هو الله اینست
<p>جب تک نمائش اور حکم سری سے مجھ نہ لڑات نفسانی سے علیحدگی خودی و انانیت سے کنارہ نہ ہو۔ ذوق و شوق روحی کا حاصل ہونا انوار تجلیات میں پہنچنا ممکن نہیں۔</p> <p>ان اتصال حقیقی و ذاتی نصیب ہو جو خاص منشاے عرفان ہے۔</p>	
اتصال بے تکلف بے قیاس	ہست لب الناس ابانوع ہاں
<p>اسی تجلی سر سے مشاہدہ حق ہوتا۔ دوئی سے علیحدگی ہوتی۔ اور انسان الا انسان سری و اناسر۔ و اذا تم الفقر فهو الله۔ یکون عیشۃ کعیشۃ الله و تم الفقر اذا تم فلا هم الا انما۔ کا مصداق ٹھہرتا ہے حق تعالیٰ حق ہی کے ساتھ پہچانا جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا عرفت ربی بربی مصرع آفتاب، دلیل آفتاب سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ اسی حال کی خبر دیتے ہیں قال عبد ذاہب عن نفسه متصل بذکر ربہ قائم یاد اء حقوقہ ناظر الیہ بقلبہ احرق قلبہ انوار ہویتہ و سقہ و اشربہ من کاسہ و کشف لہ الحجاب من استار عینہ فان تکلم فباللہ وان تحرك فباللہ وان سکن فمع اللہ فهو باللہ واللہ مع اللہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ بندہ اپنے نفس سے دور۔ رب کے ذکر سے متصل ہو کر جمیع حقوق کے ادا کرنے میں قائم ہو جائے حق تعالیٰ کی طرف اپنے دل کے ساتھ ایسا ناظر ہو کہ اس کا دل انوار ہویت اور شرب معرفت کے پیالے پینے سے جل جانے والا ہو۔ جل جائے۔ حق تعالیٰ اپنی انکس</p>	

پر دے اُس سے اٹھا دیتا ہے۔ اب اُسکا کلام حرکت و سکون وغیرہ سب اس ہی سے
ساتھ ہوتا ہے۔ پس وہ اللہ کے ساتھ اور اللہ اُس کے ساتھ ہے۔ تذکرہ غوثیہ میں ہے حضرت
سلطان نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قلندر صاحب پانی پتی کی خدمت
میں یہ سوال تحریر کیا۔ منکبہ ہج بن ہج بن ہزاران ہزار ہج من خود رایت ہج می پندارم
و حق می فرماید کہ من در توام و شریعت می گوید کہ ادب کن پس حقیقت این ہر سہ کلمہ قلمی فرماید
قلندر صاحب نے جواب میں یہ رباعی ارسال فرمائی رباعی

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من	این حرف معانہ تو خوانی و نہ من
ہست از پسین وہ گفتگوی من تو	چون پردہ برافتہ تو مانی و نہ من

واقعی کسی نے خوب پایا ہے

توئی کہ کرد سراپردہ ہائے مرگانت	ہجوم غم و چنان شد کہ ناز را جانت
---------------------------------	----------------------------------

ہاں پھر کہنا پڑا کہ یہ کرنے کی باتیں سننے میں نہ آئیں گی۔ ایک مثال یاد آئی۔
دواندھے تھے ایک مادر زاد۔ ایک دنیا میں اگر خوب دیکھ بھال کر اگھین گھوٹ بٹھا۔ ایک
دن یہ دو دھپنی رہا تھا۔ اسکے دوست مادر زاد اندھے نے پوچھا کہ یہ کیا ہے جو پیٹے ہو۔
جواب دیا کہ دو دھ ہے۔ پوچھا دو دھ کہا۔ کہا گیا کہ عمدہ لطیف اور رنگ میں سفید ہے۔ پوچھا
کہ سفید کیا۔ کہا کہ سفید جیسے بگلا (بوتیار) پوچھا کہ بگلا کیا۔ مجبوراً اُسکے دوست نے
یہ سمجھ کر کہ اس مادر زاد اندھے کے ساتھ مثالوں سے کام نہ چلے گا اپنا ہاتھ ٹیڑھا کیا اگر
انگریزی حرف زبید کی صورت بنا کر بگلا سے شناسا (انٹروڈیوس) کرایا، آپ نے

نہایت غور کے ساتھ ہاتھ کو ٹٹولنا شروع کیا اور یکبارگی چلا اٹھے۔ اے دوست
ایسی ٹیڑھی پتے ہوا و حلق نہیں پھٹتا۔ تعجب ہی بیچارہ عارف دوست یہ کہہ کر
خاموش ہو رہا۔ جب تک چکھو گے نہیں نہ تم سمجھو گے زمین سمجھا سکون گا من لہر
یذق لہد یعرف (بعض اسی دودھ میں چاول ملا کر کتے ہیں کہ کھیر تھی۔ اور اسی
ٹیڑھی میٹر ہوئی) مادہ پرست بلید لطیف زادہ خشک اور منکرین تصوف یہ کوئی بھی
قلبی اور اک حواس باطنی کے قائل نہوں گے۔ کہ اس ذائقہ سے محض نا آشنا اس
کو پچے سے دور بہت دور ہیں۔

بر سر قصہ سیرغ و قصہ ہمد	کے رسد کشناسا نطق لطیف
--------------------------	------------------------

ان کے نزدیک دل سے یہی کڑا گوشت کا مراد ہے جو بائیں طرف لٹکا ہوا ہے اور جو جانور

لہ فوائد سعدیہ میں ہے۔ ”لفظ قلب کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے۔ ایک تو بارہ گوشت صندبری شکل پر کہ خاص گوشت
ہی اندر سے خالی۔ اسکے جوف میں خون سیاہ ہے۔ یہی روح کا چشمہ اور معدن ہے۔ دوم وہ ہے کہ لطیفہ ربانی روحانی پر
اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسکو قلب جسمانی سے تعلق ہے جیسے اعراض کو اجسام سے اوصاف کو موصوف سے یہی لطیفہ
ربانی حقیقت انسانی ہے۔ یہی لطیفہ مد رک عارف کا ہے۔ اور یہی لطیفہ اہل عتاب و خطاب و اہل مکاشفہ کا ہے
فرکان و سنت میں جہاں کہیں ہے۔ یہی لطیفہ مراد ہے، حضرت کلیب قاری رحمہ اللہ نے ایک دن اپنے خادم سے
کہا کہ میرے تمام بدن میں دیکھ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ گرم نہ ہو۔ خادم نے کہا کہ فقط زبان۔ کلیب قدس سرہ نے
کہا کہ اسی طرح میرے باطن میں سب جگہ گرم ہے مگر دل۔ زبان کو ذکر اور شکر کے لیے رکھا ہے اور دل کو حضور
اور فکر کے لیے کہ اس بلا کی سختی کی کوئی چیز تاب نہیں لاتی۔ کہتے ہیں کہ کلیب قدس سرہ کو جزام ہو گیا۔ شہر سے
بچلے اور جنگل میں جا پڑے۔ ایک شب یاران جنید قدس سرہ گئے اور ارادہ کر دکھڑے ہوئے کان کھ کر
سنا کہ اس حالت میں خدا سے تقاے سے کیا کہتے ہیں سنا تو یہ کہتے تھے۔ یارب اسھی کلیب
وجسی محمد و م و اکل بعد فاقۃ فاین جبرئیل ومن للمبارز ۱۲ ص ۵

بلکہ مُردے کے بھی ہوتا ہے۔ پھر اسمین درک و ادراک کا مادہ کہاں۔ اے مادہ پرستو
 مادی دنیا مادی اجناس کے شیدائیو۔ افسوس کہ تم نے اپنے کو نہ پہچانا کہ کون ہو۔ کہاں
 آئے۔ کیا کیا کیا۔ کیا کیا کرنا ہے۔ کہاں ہے کہاں جانا ہے۔ مالا ب کے مینڈک کی طرح
 اپنی عقل جزئی و ناقص کی چار دیواری میں غل شور مچاتے ہے۔ خواب کا نام بیداری
 رکھا۔ بیداری سے گھبراتے ہے۔ ابھی اور سو لو جب روح کا تصرف جسم پر نہ ہے گا
 خود بخود آنکھ کھل جائے گی۔ (الناس ینام فاذا ماتات انتبهوا لوگ سو رہے ہیں
 جب مرن گے جاگیں گے) قال اللہ تعالیٰ لقد کنت فی غفلۃ من ہذا افکشفنا
 عَنْکَ غِطَاءَکَ مَبْصُرًا لَّیَوْمَ حَکْمِی ۝ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ عقل بھی
 ایک محدود شے ہے۔ وہ چیزیں جو حدود عقلی سے باہر ہیں اسمین کسطح سما جائیں ہیں
 جس قدر قوتیں سامعہ باصرہ شامہ وغیرہ وغیرہ عطا ہوئی ہیں سب کی ایک حد ہیں
 یہی حال عقل کا بھی ہے۔ حد سے زیادہ پائون نکالنا عقل و الون کا کام نہیں۔ اسمین
 بجائے کامیابی خفت ہوتی ہے۔ اور منزل مقصود پر پہنچنا تو درکنار رستے ہی میں
 ٹھوکروں پر ٹھوکرین کھانی پڑتی ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ انسانی زندگی کا دار مدار اور
 پھر انجام کار سب حصول عرفان پر موقوف۔ ورنہ انسان انسان نہیں۔ بہائم سے بدتر
 چوپایوں سے کمتر قال اللہ تعالیٰ اُولَئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ اَسْفَلُ ۝ اُولَئِکَ
 کَالْاَنْعَامِ ۝ وہ مثل چوپایوں کے ہیں۔ بلکہ زیادہ بے راہ وہ غافل ہیں کھانا
 پینا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا۔ لڑنا بھڑنا (وغیرہ وغیرہ) کیا یہی مدار زندگی ہے یا زیادہ بلند و باری

ہوئی۔ عقلی تگے چلا دیے۔ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ کیا یہی عقلی کام ہے؟
یا علم پر آئے تو ہاں کو نہیں۔ نہیں کو ہاں کر دکھایا کہ لا نسلم لا نسلم کا غل جچایا۔ کیا
یہی مقصد علمی ہے؟ کیا اسی قوت علمی سے بام یا تک سائی ہوگی۔ یا مفت کی ہرزہ
سرائی ہوگی۔ ہر شے کی ایک غایت ہوتی ہے۔ علم و عقل کی غایت خدا شناسی (عرفان)
کے سوا کیا کچھ اور بھی ہے؟ کچھ ہے تو بتاؤ کچھ کر کے دکھاؤ۔ زبانی ٹین ٹین مفت کی تضحیق اوتھا
ہے۔ یہ سب خرافات ہے۔ یہ ہونے کی باتیں ہونے میں کہاں سے ہوں۔ یہ ہونا ہونا
بھی اپنا قصور اپنا خیال ہے۔ عقل جرنی کی گردھت وہی بال ہے۔ خوش گفت آنکھ گفت

آب دریا مردہ را بر سر بند	و رہود زندہ بدریا کے رہد
چون مردی تو ز اوصاف شبر	بحر اسرار ت نہد بر فرق سر

مرنے سے پہلے مرنا موت ہی استعداد پیدا کرنا۔ اور اختیاری موت (مضطراری)
اختیار کرنا ہے۔ جب یہ حالت ہو تو روحانی انکشاف قلبی روشنی اپنا جلوہ دکھائے
بلکہ مست و بیخود بنائے۔ اب مکاشفہ یعنی مین یہ ورد زبان ہے

دل نمغے جو ہر روحانی ست	دل ناز جسم ست فی جسمانی ست
کس نہ اند قدر دل جز اہل دل	نیست دل انستہ با آب گل
ہر چہ عارف انداز دل خواہد است	از کتاب درس دست افشاندہ ست
بے تعلیم حق دہد اور علوم	علمہاے برتر از درک فہوم

حضرت شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مین نے چار ہزار حدیثیں چار سو استادوں سے

پڑھیں انہیں سے ایک پر عمل کیا کہ میں نے اپنی بہتری و نجات اُسی میں پائی وہ یہ ہے
اعمل لدنیاك بقدر مقامك فيها واعمل لآخرتك بقدر بقائك فيها واعمل
للہ بقدر حاجتك اليہ واعمل للآخر بقدر صبرك عليها تو دنیا کے لیے بقدر
اپنے قیام کے عمل کر اور آخرت کے لیے اپنی بقا کے موافق۔ اور خدا کے لیے کام
کرنا اتنا ہی ضروری جتنی تجھے اُسکی طرف حاجت ہو۔ اور افعالِ نار بقدر برداشت۔ در
خاندان اگر کسی سے ایک حرفِ بس است۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

تصوف کی درسیاتی حالت افعالی ہے۔ جسے عملیات سے خاص تعلق اور رستی
اخلاق سے اصلی لگاؤ ہے جس قدر نفس اوصافِ ذمیرہ سے پاک ہو اُسی قدر روحِ جبار

لقد اخرج مالك في الموطأ عن عبد الله بن أبي بكر ان ابا طلحة الانصاري كان يصلي في
حائط له فطارد سئ فطفق يتردد ويلتمس خراجا فجعل لك فجعل يتبعه بضراعتهم
رجع الى صلاته فاذا هو كايدي كمر صله فقال قد اصابني وعلاني عن افنته فحاء الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم فذكوله الذي اصابه وحائطه من الفتنة وقال يا رسول الله هو صديقك الله
فضعه حيث شئت وقصه سليمان عليه السلام المشار اليها في قوله عز وجل فطفق مسجدا للسوء الا عاقبته فمعه
امام باكر بن موطا ومن عبد الله بن ابى بكر بن روايت كرا وطلحة انصاري يابى باغ من نازر يترهت تھے۔ ایک خوش رنگ
آرتی بھرتی اور نکلنے کی اہ ڈھونڈھتی تھی۔ وجہ یہ کہ درخت ایسے بیچان و زمین پر پھلے تھے کہ اُسکو نکلنے میں دشواری ہو رہی تھی
اوطلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ امر خوش معلوم ہوا ایک ساعت اپنی نظر اُسکی طرف ڈراتے تھے۔ بعد نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ یاد رہا
کہ کتنی پڑھی تھی۔ سمجھے یہ میرا مال یعنی باغ میرے حق میں فتنہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قصہ بیان کیا
اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ باغ صدقہ ہے اس کی راہ میں جسے چاہیے دیجیے۔ اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ مشہور و معروف ہے۔
حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ گھوڑوں کے معاینہ میں اس قدر مصروف ہوئے کہ آفتابِ وب گیا کہ نماز عصر جاتی رہی
فرمایا اگر گھوڑوں کی نیند لیاں اور گردنیں کافی جائیں ۱۲

اسی کو نفسِ ناطقہ کہتے ہیں یہ جسمِ انسانی سے متصل ہے مفصل نہ داخل خارجِ حیطہ کرمیت (آتی صفحہ ۹۱)

محبت میں کچھ گی۔ اور صفات نیک سے موصوف ہوگی اشد ہم جبالہ احسنہم
تخلقا باخلاقه اس کی محبت میں وہی بڑھ کر ہو جو سب سے زیادہ اخلاق الہی سے
متخلق ہو۔ تمام ریاضات عملیات عبادات کی اصل نفس کی مخالفت ہے قال اللہ تعالیٰ
وَكَمْ لِلنَّفْسِ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ كَيْفَ الْمَاوَىٰ (عملیات سے مراد اذکار و شغال
مراقبہ وغیرہ ہیں کہ یہی سب باتیں مجاہدہ کہلاتی ہیں جن سے مکاشفہ کی نوبت آتی بلکہ
مشاہدہ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ مجاہدے کے لیے مشاہدہ لازمی نہیں ہو یا نہ ہو۔ مگر
سنت اسیوں ہی جاری ہے کہ جو بتا ہو وہی کاٹتا ہو اللہ صابر دعتہ الاخرۃ طالب
کی سچی طلب جزو عظم ہے۔ واصل عمل یقینی سے کام نہیں چلتا۔ ہمت مردان مدوخل معروف
و مشہور ہے۔ ہمت ہارنا آئین عشق سے دور بہت دور ہے (قیمۃ المروء علی قدر ہمتہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) حق سبحانہ تعالیٰ کی اشیاء کے ساتھ ہو ہی حال نفس ناطقہ کا جسم انسانی سے ہر من عرفت
نفس فقد عرفت دہ میں اسی نفس ناطقہ کی طرف اشارہ ہے۔ روح نباتی جو نشوونما کی باعث ہے، اور روح حیوانی
(جو حس و حرکت کی باعث ہے) جسم سے پیدا ہوتی ہے اور جسم ہی کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے۔ نیز روحین نباتات حیوانات
میں بھی ہیں۔ انسانی فطرت اشرافیہ ان روحوں سے نہیں اسی نفس ناطقہ سے جو روح جسمی حیثیت سے صد ہا
حیوانات انسان سے قوی اور بہت قوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس روح (نفس ناطقہ) کی اضافت اپنی طرف کرتا اور فرماتا
ہے وفتح فیہ من دوحی بدن مرکب اور یہ روح اکب ہے۔ وہ جب انسان پر جو رکب سے دو اور مرکب کا مطیع
و فرمان بردار ہے۔ تا تو برشت جازی بار اور بجان تست۔ بار بظن خراب کن اینک اینک منزل است ۱۲

۱۳ خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمایا کہ ذکر سے مقصود یہی ہے کہ بوجہ محبت و تنظیم دل ہمیشہ حضرت حق کے ساتھ حاضر
ہے کہ انی الحاشیۃ العزیزۃ رابطہ مرشد کا اس آیت میں ہے کہ قواعد الصادقین ۱۲

۱۴ مراقبہ کی اصل یہ صریح بھی ہے الاحسان ان تعبد اللہ کان ذوقا فان لم تکن تراہ فانہ براءک ۱۲

۱۵ دنیا کچھ نہیں اور سب کچھ ہے۔ یہ نہیں اس لیے کہ فانی تر اور سب کچھ ایسے کہ مرزۃ الآخرۃ ہے بعض صوفیہ کہتا ہے کہ آئندہ

تو طوبی و ما قامت دوست	فکر ہر کس بقدر بہت دوست
------------------------	-------------------------

المجنون العامری حجتہ اللہ علیہ العتاقین یوم القیمۃ

عشق مولیٰ کے کم از لیے بود	گوے کشتن بہر او لے بود
----------------------------	------------------------

بیچارہ مجذوب شیراز خوش می گوید

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید	یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید
-----------------------------------	-------------------------------------

جب توفیق الہی رفیق طلب میں صداقت مرشد کامل کی دستگیری ہوتی ہے بیچارہ

ہو جاتا ہے۔ طالب کی سچی طلب ہی توفیق کی علامت مرشد ملنے کی صورت ہے مادہ فطری

ہی اصل الاصول ہے تھیدی اللہ لئورہ من یشاء میں ہدایت اسی قابلیت

فطری سے عبارت ہے کہ تحصیل کمالات کے لیے یہی اصل وکل ہے۔ باقی مفت کا شور

وغل ہے

نہ رفع عطش ز تشنگان آب کند	نہ دفع کلال خفتگان خج آب کند
----------------------------	------------------------------

حاشا کہ کن غیر سبب کارے	لیکن نہ پس پردہ اسباب کند
-------------------------	---------------------------

بقیمہ حاشیہ کہ آخرت کے ہزار سال سے دنیا کی ایک ساعت بہتر ہو۔ دنیا تو انی کہ عجبی خرمی و بحر جان و بحر خرمی

عشق عشق سے شوق ہے اور عشق ایک بل ہوتی ہے کہ جس درخت پر لپٹی جڑ سے خشک کر دیا اور خود تر و تازہ رہی یہی

حال عشق کا ہے کہ جان آ یا غیر مجرب بطلب سب کو بھگایا عہر جا کہ سلطان خیرہ ز دغوغا تا مادہ عام راہ عشق وہ آگ

ہے کہ محبوب کے سوا سب کو خلا دیتی ہے۔ عشق جنون الہی ہے اس سے عقل کی عمارت گرجاتی ہے جسکو عشق نہیں وہ

مجنون ہے حاصل ہے۔ این حکیمان چون سبب کمو خندہ چشم از آیات قدرت و خندہ بہ عشق را گفتند از خندہ جنون

استقامت و مایفرتون ہر چہ کہ عشق را شرح و بیان ہر چہ عشق کہ غفل با غم اداں ہو کہ تفسیر بیان و شن گرت ہر چہ عشق

بے زبان و شن ترست ہر چہ غم از نشن می شنافت ہر چہ عشق کہ قلم بہر و دشگافت ہر چہ سخن در وصف احوال سید

خلق بضم خا و سیرت باطن کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ خلق بفتح خا صورت ظاہر کو۔ یہ ایک ٹکڑہ ہے جس سے افعال سہولت سرزد ہوں۔ افعال و طرح کے ہیں۔ یا حسنہ یا خبیثہ خلق سیدہ سے افعال خبیثہ اور خلق حسنہ سے افعال حسنہ کا ظہور ہوتا ہے۔ خلق حسنہ سبکو جوگ و دنیامین بیک ڈل کہتے ہیں۔ بچارہ گیان۔ بھگتی وغیرہ وغیرہ اور خلق سیدہ اسے موہ دل کہتے ہیں، پر صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی سے ابتداء کا رین کامل کی صحبت ضروری بلکہ لازمی ہے۔ مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں ۷

صحبت طالح ترا طالح کند	صحبت صالح ترا صالح کند
بہتر از صد سال طاعت بی ریا	ایک زمانے صحبت با اولیا
چون اصحاب دل سہمی گوہر شوی	اگر تو سنگ خارہ و مرمروی

(اسی نیک صحبت کو جوگی مت سنگ کہتے ہیں) اور ظاہر ہے کہ طریقت کا یہ پہلا قدم

(بقیہ حاشیہ) ہم قلم شکست و ہم کاغذ دریدہ من لہد ق لہد ۱۲ منہ
 جعلت فی النفس طریق الداعی و جعلت فی القلب طریق الزاہدین و جعلت فی الروح طریق العارفین ۷ شریعت راہ تن کذب طاعت بطریق راہ دل شہادت طاعت و حقیقت راہ ان سر زمان است و روشن راہ دل بیرون جہان است ۷ التشریعت کالتفہیت و الطریقۃ کالبصر و الحقیقۃ کالصدق و المعرفۃ فیہا کالدفع من اراد الدرب فی المسفنتہ تشرع فی البصر فیصل الی الدریعنی الی اللہ و من ترک ہذا الطریقۃ فیصل الی الدریعنی الی اللہ شریعت مثل کستی کے ہے طریقت مثل سمندر کے حقیقت کو صدق اور معرفت کو موتی سمجھو۔ جو موتی کا ارادہ کرے پہلے کستی پر سوار ہو سمندر میں چلائے صدق اٹھائے پھر موتی پائے یعنی وصول الی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو۔ اور اسکے برعکس موتی کا ملنا یعنی حاصل حق ہونا دشوار بہت دشوار ہے اور جب یہ نہ ہو تو زندگی ہی بیکار بلکہ آزار سخت آزار ہے ۷ بفرغ دل زمانے نظر سے بخوبی دیکھو ۷ بہر ازان کہ چتر شاہیچ عمر اسے دہوئے ۷ ۱۲ منہ

(فرسٹ اسٹپ) ہو۔ اول ہی قدم کامل کی ضرورت اُس سے عہد معاہدے کی حالت واقع ہوئی۔ (یہی عہد معاہدہ بیعت کہلاتا ہے) بلا تو سل کامل کچھ نہیں ہو سکتا قال اللہ تعالیٰ یا ایہذا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیکم الوسیلۃ لے ایمان وادرو اس سے اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو اور وہ وسیلہ تقرب ہی فقر کی طرف۔ ہی التقریب الی الفقراء قول الجھیل کے حاشیہ میں مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے جد امجد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کے ایک مرید سے سنا کہ اُن کے ایک ہم عصر عالم نے اُن سے بیعت کے سنت یا بدعت ہونے میں گفتگو کی۔ جد امجد نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آئیہ سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجیے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہی چنانچہ یا ایہذا الذین آمنوا۔ اسپر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں دخل ہو اس واسطے کہ تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اس لیے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے۔ اور اسی طرح جاوہی

مولانا شاہ ولی السجرت دہلوی قول الجھیل میں فرماتے ہیں وھذا لان ستم اللہ حجت بان الرجل لا یفعل الا اذ ارای المفلحین کما ان الرجل لا یعلم الا بصحبتہ العلماء وعلیٰ ھذا القیاس غیر ذلک من اقتضاعات اور یہی ہے صحبت کاملین اس واسطے مشروط ہوئی کہ عادت الہی یوں رہی ہوئی ہو کہ مراد میں بتی جیٹک دبانے والا نہ دیکھے جیسے انسان کو علم نہیں حاصل ہوا اگر علم کی صحبت سے اور اسی قیاس میں اور پیشہ جیسے آہنگری بلا صحبت آہنگری تجارتی بلا تجارتی نہیں آتی مولانا شاہ عبدالعزیز رحمت دہلوی حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ جریان سنت اس کا بھیہد ہے کہ انسان اس نیچ مخلوق ہو کہ اس کے کلمات بلا اپنے انباتے جس کی مشارکت معاوضہ حاصل نہیں کر سکتا بجلان اور جوا اس کے کہ اُن کے کلمات بذاتہ ہی ہو اور کسی حمایت کم ہیں چنانچہ تیراجوات میں بذاتہ ہی کمال ہو اور انسان کو بغیر سیکھے نہیں آتا۔ القول الجھیل ۱۲

مراد نہیں ہو سکتا بدلیل مذکور یعنی تقویٰ میں داخل ہی پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور محبت مرشد کی ہے۔ پھر اسکے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہی ذکر اور فکر میں تا فلاح حاصل ہو کہ عبارت ہی وصول ذات پاک سے واسطہ علم دکنافی قول الجھیل (علم تصوف حسی نہیں کہ کتابین دیکھنے سے آجائے۔ راہ دیکھے ہوئے کی راہبری ضروری بلکہ لازمی ہے۔ ترجمہ فوائد سعیدیہ میں ہے۔ جو شخص کہ مرشد حقانی نہ کھے اور کتب صوفیہ کے مطالعہ پر خورسند ہو وہ اُس شخص کی مشابہہ ہو کہ طبابت کتب بینی کے رو سے کرے۔ بلا اسکے کہ استاد حکیم کی شاگردی کرے یقین ہی کہ غلطی میں پڑے۔ نہ اُسے مرض کی شناخت ہو نہ دوا کی مقدار و کیفیت جانے۔ نتیجہ آخر مریض کی ہلاکت اور صحت سے فراغت ہو۔

۱ مسیحائے بیائے صحت پائی

فارغ البال ہوئے سب فراغت پائی

حاکم حکمت میں پیر سے چارہ نہیں۔ نادان کہتے ہیں کہ پیر کی حاجت کیا کتاب سنت کافی ہو

۱ ملانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قول الجھیل میں فرماتے ہیں وَهَذَا الْمَعْنَى هُوَ الْمَتَوَاتِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ طَرِيقٍ مِثْلَ مَا شَهِدَ فِي ذَلِكَ أَنَّ اخْتِلَافَ كَلَامِهِ لَمْ يَكُنْ مِنْ طَرِيقٍ مِثْلَ مَا شَهِدَ فِي ذَلِكَ أَنَّ اخْتِلَافَ طَرِيقِ تَحْقِيقِهَا - اور یہی تصوف متواتر ہے شائع سے یعنی رسول اللہ علیہ وسلم سے بواشت جلا آیا ہوا ہے مرشد دن کے طریق میں اس میں کچھ شک نہیں اگرچہ الوان مختلف ہیں اور تحصیل نسبت کے طریقے رنگ رنگ ہیں مترجم قول الجھیل کی وضاحت ملاحظہ ہو لکھتے ہیں حضرت نصف حقیقی نے کلام دلپذیر و تحقیق عظیم النظر سے شہادت ناقصین کو بڑے اُکھاڑ دیا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ قادریہ حقیقیہ و نقشبندیہ کے اشتغال مخصوص صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس آرم کے واسطے اولیائے طریقت رضی اللہ عنہم نے اشتغال قرار کیے ہیں وہ امر زمانہ رسالت سے اب تک برابر جلا آتا ہے اور طریق اسکی تحصیل کے مختلف ہیں تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کی مانند ہوئے کہ مجتہدین شریعت نے (تقدیر صفحہ ۹۶)

اور یہ نہیں سمجھتے کہ کتاب و سنت ہی سے پر کی ہدایت ہی نفس کے حالات ہر شخص کتاب و سنت سے نہیں جان سکتا۔ اگرچہ کلام اللہ انواع حکمت سے مملو ہے۔ حکیم حاذق کے سوا دوسرا شخص نہیں جانتا کہ مریض کس دوا کے لائق ہے۔ عارف طبیب دوا بہین وہ جانتے ہیں کہ ہر ایک مرض کی دوا جداگانہ ہے اور ہر ایک جنون کی معجون علیحدہ اور شرایط شیخ سے یہ ہے کہ وہ فانی ہو۔ فنا کا اول درجہ فنا سے اوصاف ذمیمہ ہے۔ کہ یہی فناء قرب حق سے باز رکھتے ہیں۔ اور انسانی فنا کا انحصار نفس کے پاک و صاف ہونے پر ہے کہ قال اللہ تعالیٰ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا بیشک فلاح پائی جس نے کہ نفس کو پاک کیا اور گھائے میں رہا جس نے کہ اُس کو گناہوں میں چھپایا۔ بے فلاح آدمی سے کسی نے فلاح نہیں پائی نہ فائدہ حاصل کیا۔ شیخی اور مقتدائی کے لیے یہ پانچ رکن ضروری ملک لازمی ہیں فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعِلْمَنَاهُ مِّنْ لَّدُنَّا عِلْمًا

بقیہ حاشیہ۔ استنباط احکام ظاہری شریعت کے اصول ٹھہرائے اور اولیائے طہیۃ نے باطن شریعت کی تحصیل کے لیے جسکو طہیۃ کہتے ہیں قواعد و مقررات فرمائے تو یہاں بہت سیدھے کلمات پر غلط فہم ہو جان یہ البتہ ہے کہ حضرت صحابہ کو سیدھے فاعل طہیۃ و جہت خود رسالت تحصیل نسبت میں ایسے اشتغال کی حاجت نہ تھی بخلاف متاخرین انکو بسبب بعثت سالۃ البتہ اشتغال انکو رہی حاجت تھی ایسے صحابہ کرام کو قرآن اور حدیث کے فہم میں قواعد صرف اور نحو کے دریافت کی حاجت تھی اب اہل عرب و عجم سب اسکے محتاج ہیں اور علم منہ (قول بحسب) اور اسکے مترجم کے قوال کا حوالہ زیادہ تر مفسرین کی تسکین کے لیے دیا گیا کہ ان صحابہ کو معترضین کو بھی عقیدت ہے۔ یہی علم لدنی علم وراثت کہلاتا ہے (نہ درست) اسی کے جاسنے والے اس حدیث کے مصداق ہیں۔ العلماء و ورثۃ الاولیاء اسے تعلیم و تعلم سے واسطہ نہیں۔ لسان الغیب خواجہ حافظ شیراز قدس سرہ اس علم کی طرقت اس شرح میں اشارہ فرماتے ہیں انکس کہ بکتاب نفرت و خطا نوشتت ۶ بعترہ مسئلہ آموز صد مدرس شد ۱۲ منہ

دوم قابلیت حقیق کے قبول کی بے واسطہ اہمیت رکھتا ہے۔
سوم خصوصیت حصولِ حمت خاص کی اور مقامِ بندگی رَحْمَةُ مِّنْ عِنْدِنَا سے
چہارم علوم کے حاصل کرنے کا شرف بے واسطہ علمائے ہے۔

پہنچم دولت علم لدنی کی صُنِّ لَنَا عَمَاءَ سے اور یہ پانچ مرتبہ تمام معانی لکھا اور کل درجات و مقامات پر مشتمل ہیں۔ اب طالب کا یہ کام ہے کہ جیسے وہ چلائے چلنا جو فرمائے گا کہ ادب ہی اخلاق حسنہ کا پہلا زمینہ بلکہ طریقت کی جان ہے۔ اسی جان سے جانِ جاتان کی پہچان ہے۔ اخلاق سیدہ بہت ہیں مثلاً غضب (بہندی) میں کر وہ کہتے ہیں (غرور (مد) طمع (لو بھ) شہوت (کام) وغیرہ وغیرہ) اخلاقی کتابوں خاص کر احیاء العلوم میں تصریح موجود ہے صبر۔ شکر۔ توکل۔ قناعت۔ زہد۔ ریاضت۔ رضا۔

۱۔ محمد بن فضل احمد انکار اہل توحید کہ تین علامتیں پہنچتی ہیں اول یہ کہ علم ہوا و عمل نہ ہو۔ دوم یہ کہ عمل ہوا خلاصہ نبوی ہو
یہ کہ صحت فقر انصیب ہو مگر لنگہ و بے تقظیم اور بغیر ارشاد سے محروم ہے شائع عنوان علامہ علیہم اجمعین ہے و لایا کہ توحید و وجوب ایمان ہے
جسکو ایمان نہیں۔ توحید نہیں اور ایمان موجب علم شریعت ہے جسکو شریعت نہیں ایمان نہیں توحید ہے اور شریعت موجب ہے جسکو
اور نہیں اسکو شریعت ہے ایمان توحید ہے۔ خلاصہ اس پر توفیق و ادب ہے اور محروم از فضل و ادب ہے و تینانہ خود راہت بدہ ملائش

درجہ اولیٰ ۱۳

برقضا۔ حلم۔ جود۔ رحم۔ تواضع۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب اخلاق حسنہ ہیں (انہیں کے
برعکس کو اخلاق سیئہ سمجھنا چاہیے) ان سب کی تصریح اخلاقی کتب میں ہے۔ صبر
قوله تعالى إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ - إِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ه شكر۔ لَإِنْ شَكَرْتُمْ كَزِدْتُكُمْ تَوَكَّلْ۔ قوله تعالى وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى
اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا۔ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
وَكَيلٌ یہ چند آیتیں تمثیلاً درج ہوئیں قرآن مجید انسانی تعلیم و تربیت پر ہر بات
میں اپنا آپ نظیر اور ہمارے پیشوا و آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نبی برحق ہونے کا سچا گواہ ہے۔ قرآن تہذیب اخلاق کی مجملہ و مفصلہ تاکید کرتا اخلاق
ذمیمہ پر بالاجمال تہدید کرتا۔ اخلاق حسنہ (حلم تواضع کرم و سخاوت۔ شجاعت عفت
وغیرہ وغیرہ) کی بح کرتا۔ اخلاق قبیحہ (غصہ غضب کبر و خجل نامردی و ظلم وغیرہ وغیرہ)
کی مذمت کرتا۔ تقویٰ دلی و پرہیزگاری پر ابھارتا۔ اور نہایت شد و مد سے یاد خدا
اور عبادت خدا کی رغبت دلاتا ہے۔ مختصر یہ کہ لا دُطِبَ وَلا يَأْسِي الْآفِي كِتَابِ
صِبِينَ ہ قرآن کا تو یہ حال اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلق عظیم خود
قرآن عظیم خلقہ القرآن ۵

وصف خلق کسے کہ قرآن ست

خلق را وصف او چہ امکان ست

ہمارے سرور و دو جہان کی نسبت خود خالق دو جہان اِنَّكَ لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٍ ارشاد
فرماتا ہے۔ صاف تو یہ ہے کہ جس ذات ستودہ صفات کا مودب قرآن عظیم ہو پھر کس طرح وہ

مکرم اخلاق و محاسن افعال کا جامع نہو اللہ صلی علی محمد وآلہ بقدرِ حسنہ و جلالہ۔
 اولیائے امت مرحومہ بھی اُسی معدنِ انوارِ حسی و معنوی کے پر تو اُسی اخلاق
 مجسم کے منظرِ اتم بے خود و بیہوش فنا فی الرسولی سے مدہوش ہیں۔ خلقِ نبویؐ نہیں
 میں پر تو فگن یہی نائبِ رسول یہی علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کے صدق
 یہی ہیں جنکی صفت ہو لا یشقہ جلیسہم (ان کے پاس کا بیٹھنے والا شقی نہیں
 ہوتا) یہی ہیں جنکی تعریف ہو کنت سمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ ولسانہ
 فبی سماع و بی بصر و بی بیطش و بی عیشی و بی نطق ان کی کیا بات انکا
 کیا کہنا۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

ہر کہ خواہد ہم نشین با خدا	گو۔ نشیند در حضورِ اولیا
چون شوی دور از حضورِ اولیا	در حقیقت گشتہ دور از خدا
دست اور احق چو دستِ نجش خد	پس یدِ اسد فوق ایدِ یم براند
دست پیر از غائبان کوتاہ نیست	دست او جز قبضہٴ اسد نیست
تا توانی زادیا رو بر متاب	جد کن و اسد علم بالصواب

دوستو۔ طلب میں صداقت ہو اہل دل کی محبت صحبت سے رغبت ہو
 کہ یہی طریقت کی اصل اور سب فروعات ہیں۔ یہی ایک ذاتِ باقی صفات ہی صفات
 ہیں۔ اقوال۔ افعال۔ احوال۔ شریعت طریقت۔ ریاضتؑ ہو یا مجاہدہ کا شفقہ ہو
 ریاضت کی دو قسمیں ہیں۔ ریاضتِ علوی۔ ریاضتِ سفلی۔ ریاضتِ سفلی کم کھاتا۔ کم سوتا کم بولتا (بقیہ آتی)

یا مراقبہ۔ کوئی حال یا کیفیت ہو صحبت کامل ہی پر سب کا دار مدار اور بالآخر اسی پر انجام کار ہے۔ یہ ہر تو سب کچھ۔ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ہاں تو اب یہ ہونا چاہیے۔

پیش مرد کا ملے پامال شو

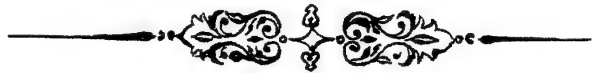
قال راگزار و مرد حال شو

انا لله شھدا لله

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد کانا الیہ راجعون

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۹۹۔ لوگوں سے کم لگنا۔ ہمیشہ ذکر میں رہنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ریاضت علمی خطرات کا وقع کرنا۔ اور پاس آفاس ہے۔ عبادۃ العقید ذوق الحواطر و هوائل متاعی علیٰ ارباب المجاہدات بعض نفی خاطر کے لیے جس نفس بھی جائز رکھتے ہیں (اسکو جوگی پر ایم کرتے ہیں۔ مگر دراصل یہ انیام جس نفس ہے جس نفس سے) حاشا کہ اگر وہ جو گیارہ روزہ و اثبات مقالات رہا میں بکنتہ و جس نفس و جس نفس دار و فرق و جس نفس ست پڑ نہ تاش مدہد و فافم۔ جس نفس و جس نفس میں زمین آسمان کا فرق ہے جس نفس کی شغولیت بالآخر رہبانیت کے درجہ پر پہونچا دیتی ہے و لا رہبانیت فی الاسلام فقیر کو ان کی صحبت بہت رہی اور ہمارش گیا نیون سنبا سیون ہمانی ہر نتیجہ کے جو کیوں کے ساتھ رات دن کی سنگت کا اتفاق رہا۔ ان میں اکثر ہم فوالہ ہم پالہ ہے۔ ذکوئی مفاربت ہی نہ چھوت چھات۔ سنبا س متا کے باعث بعض جنبہ کی قید سے بھی آزاد و چٹیا سے بھی فارغ البال یہ کوئی پرہم نہیں مجبوزب نہ تھے کہ حالت مضطاری میں مذہبی قید شائستری بندھن۔ کرم کا نڈ (علیات) پوجا پاٹ وغیرہ سے معذور سمجھ جاتے۔ بلکہ سب کے سب اعلیٰ بیچ کے شائستری گمانی ذی فہم ذی ہوش۔ حقیقت کے جو یان۔ حق کے متلاشی اور جو بندہ یا بندہ مشہور ہے۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ ملنا تھا مل گیا اس فرقے میں بھی اکثر سنبا سی (جو دیاندی کہلاتے ہیں) متعصب ایسے گئے۔ ان کے ظاہری لباس کو باطن سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی حال ان کے گرو بنڈت دیاندی کا تھا۔ اجیر شریف کے قیام کے باعث میں ان کے حالات سے واقف ہوں۔ وہ دراصل ایک پولیسکل آدمی تھے۔ علی گڑھ میں سرسید کے بھی ہماں رہ چکے ہیں۔ ابتدائیں ان کے خیالات یہ نہ تھے۔ جن کا اظہار بعد میں ہوا۔ وہ نقل مزاجی اور قایم الراء سے بھی بہت دور تھے۔ ذوق بندگی کا خاص مادہ رکھنے والے اور اسی وجہ سے ایک گروہ کے لیڈر ہو گئے۔ بظاہر سنبا سی ہونے کا ادا کیا اور باطن میں یہ تھا کہ تمام ہند کے مالک ہو جائیں۔ جتنی تحریریں جھپٹاؤ میں (بقیہ صفحہ ۱۰۱)

البقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۰) سب میں بظاہر سچائی سچائی حق کا نقل شہور اور زہرہ اگلا کہ جسکی ادنی مقدار
 گنگا جمناد و نون کو زہر ملا جائے۔ ایک مینار تھہر کا سن ہی کو اٹھا کر دیکھیے۔ نہ اپنے کو چھوڑا۔ بیگانے کو۔ ایک نگاہ
 باز میں سب کو گھائل کر دیا اور جو دھوان باب تو اہل اسلام کے لیے خاص الخاص ہی مگر ہو گیا۔ وہی اندر من کا جھوٹا تعصب
 عیسائیوں کا پس خورد۔ توحید توحید کا غل اور توحید کی ہوا تک نہیں لگی۔ روح پر نہایت لمبے چوٹے لکڑ اوریدیش مگر
 روح کی جھلک تک نہیں دیکھی اور جب دیکھی خود نہ رہ گئے۔ خیر وہ ہے یا نہیں۔ سمجھاؤن کا سوچھا کیا کم ہے۔ ساجین
 کے جھگٹے کیا تھوٹے ہیں۔ جس قدر کثرت پیدا زیادہ ہو گی۔ دھوم تیری ستم ایجا و زیادہ ہو گی۔ سماجی
 دوستو! ذرا باتھ پائون بچائے ہوئے پڑوا ہوا سے منہ چھپائے ہوئے کراسکا ترجمہ ہی تک محدود نہیں باطن
 کو بھی خراب کر دیتا ہے۔ ناسکری محسن کشی حیل جوئی فتنہ پردازی یہ سب بہانہ خصلتیں ہیں۔ مغویانہ خیالات کا اصل منبع
 و مخرج ہے آف جنگال ہے جو تھکائے سر پر جسم میں نفس سے مشابہ ہے۔ اسکے دہانے کو بند کرو۔ کیسے سادھو ہو
 کہ اندریان بھی مغلوب نہ ہوئیں۔ مگر نہیں بھارا کیا دکھ۔ تم تو اپنے گرو کے اطاعت شعار چیلے ہو۔ گرو دھرم ہوئے
 وقت عہد معاہدہ ہی یہ ہوا ہے کہ آریہ ورت ہندوستان سے کلشون بدیشون مسلمانوں عیسائیوں کو مار بھگا و
 غلط سلط الزام لگاؤ دست و قلم سے کام لو۔ غرض جب تک نکال نہ دو یا نہ آؤ۔ ہاں سادھوون کا یہی کام رہا
 ہوا اسی کا نام ہے۔ بیشک ہمتی کا یہی انجام ہے۔ اچھا لو۔ رام رام۔ نہیں نہیں۔ نوتارائن نوتارائن اوم اوم
 دھڑام دھڑام دیکھو لون کی آوارہ ہی تم جاؤ اور تمھارا کام ہے۔ بڑے وفاداری و ننگ محبت +
 درپردہ شولے گل کر نظر پر تو حرام ست + فقط ۱۲ منہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



نمبر ہو الحق

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَيْلٍ ضَالِّينَ

عشق آمد و شد چو خنم اندر رک پست	تا کرد ز خود تخی و پر کرد ز دوست
اجزائے وجود ہمگی دست گرفت	نامی ست ز من برین و باقی ہمہ اوست

اسلام اور اسلامی تصوف پر بے سمجھی بوجھے نکتہ چینی کرنا یا جان بوجھ کر ختم پوئی
سے کام لینا دونوں صورتیں ٹھٹھٹ تعصب پر مبنی۔ اصول تحقیق کے خلاف اور
دیانت و راستبازی سے دور بہت دور ہیں۔ اسوقت ہم اس سے بحث نہ کریں گے
کہ منکرین و معاندین اسلام نے اسلام اصول اسلام پیغمبر اسلام قرآن اور تعلیم قرآن پر اپنے
کیا کیا بخارات نکالے کیسے کیسے ناحق کوشی کے جوہر دکھائے ہیں۔ نہ ہم اسوقت

اوسبورن (Osborn) سے مخاطب ہیں نہ ان کی کتاب (Islam under the Arabs) سے۔ نہ ہمارا خطبہ سرولیم پور سے ہے نہ ان کے علمی تصانیف (Mohamet and islam. The rise and fall of) سے۔ نہ اس وقت ہفت (Hughes) سے ہیں کام ہے نہ ان کی کتاب (Dictionary of islam) سے نہ اس وقت سیل (Sale) ہیں نہ ان کی کتاب (Faith of islam) نہ برٹن سے مطلب ہے نہ وہری (Wherry) سے۔ نہ برک ہٹ (Burckhardt) سے۔ نہ فنڈر (Pfander) سے۔ نہ پنڈت دیانند جی ہیں نہ ان کی ستیا رتھ پرکاش نہ بریڈلاور بارٹ انگر سال دہریہ ہیں۔ نہ ان کی دہریہ کی خراش تراش۔ ہاں تو اس وقت تصوف کی پھیر چھاڑ ہے۔ اسی پردہ راز میں ناندیانی باتیں ہوں سوز و گداز سے واسطہ درد دل سے کام ہو پہلے اک نظر اسپر بھی الہین کہ مفت نہ رہے اور مفت راج گفٹ مشہور مثل ہے (Arabia and its prophet) عربستان اور اسکا پیغمبر یہ کہ سچین لٹریچر سوسائٹی (عیسائیوں کی علمی انجمن) کی متفقہ کوشش کا نتیجہ ہے اور فرقہ صوفیہ پر بھی خامہ فرسائی ہوئی ہے بلکہ تصویر میں ان کے وجد و حال کا نمونہ بھی دکھایا ہے اور اس کے نیچے (Dancing Derwesh) ناچنے والے درویش تحریر فرمایا ہے۔ پہلے اصل عبارت کا لفظی ترجمہ کیے دیتے ہیں۔ پھر اصل عبارت انگریزی لکھ کر منصفین حق پسند سے داد پیدا چاہیں گے۔ کہ کیا تحقیق سید کا

نام ہو کہ بے سمجھے بوجھے جو چاہا دھر گھسیٹا۔ جو جی میں آیا لکھ لکھا دیا۔ اب ذرا تحقیق
اینق ملاحظہ ہوا ارشاد ہوتا ہے۔

فرقہ صوفیہ۔ صوفی کے معنی ابھی تک زیر بحث ہیں۔ یہ ایک اسلامی فرقہ
ہو جس نے اپنے فرضی روحانی تعبیرات کی بنیاد پر ارشادات نبوی کے لفظی معنوں سے
علحدگی اختیار کی (ارشادات نبوی سے مراد حدیثیں ہیں یا جیسا متعصب عیسائیوں
کا خیال ہو کہ قرآن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ نہ کلام اللہ۔ اس بنا پر
ممکن ہو کہ ارشادات نبوی سے قرآن مجید ہی مراد ہو۔ بہر حال کچھ ہی مراد صحیح
نہیں) اُن کا قاعدہ (ترکیب اصول) صرف اسلامی مناسبت کے ساتھ (گویا)
ہندوستانی ویدی فلسفہ ہو اُن کا یقین ہو کہ صرف خدا ہی خدا موجود ہے۔ تمام کھلی چیزیں
حقیقۃً اُس سے الگ نہیں (یہ وحدت وجود کی خرابی ہے) اچھے اور بُرے کاموں میں
کوئی اصلی فرق نہیں (یہ بھی وحدت وجود ہی کی ستیاناسی ہے) انسانی خواہش ارادہ
خدا ہی نے پیدا کیا (یا کرتا ہے) یعنی انسان جو کچھ کر رہا ہے سب خدا ہی کر رہا ہے (بہت
درست ہے) تناسخ ارواح بھی مقبول ہے (یعنی صوفی تناسخ ارواح کے بھی قائل
ہیں۔ بالکل ٹھیک) صوفی کا اصل مقصد خدا کی وحدانیت کا خیال اُسکے اسما کا ورنہ
(وغیرہ) ہو تاکہ اُسی کی ذات میں مستغرق ہو جائے (غنیمت ہو کہ صوفی کا اصل مقصد
تو سمجھے۔ مگر ابھی کسر ہے) فارس میں صوفی زیادہ ہیں۔ مشہور فارسی شاعر جامی سوی
اور حافظ صوفی تھے۔ وہ اس طرح تھے گویا خدا سے محبت بڑھاتے ہیں مگر اُنکی تحریر کے

کل فقرات گستاخی پر مشتمل ہیں راب انھیں کون سمجھائے کہ مصطلحات صوفیہ کو آپ
کیا سمجھیں ۷

تو چہ دانی زبان مرغان را	کہ ندیدی گہ سلیمان را
--------------------------	-----------------------

اصل عبارت انگریزی

Sufis:— The meaning of the name is disputed. They are a muslim sect that have set aside the literal meaning of the words of Mohammed for a supposed spiritual interpretation. Their system is but a Muslim adaptation of the Indian of Vedantic Phylosophy. They believe that God only exists; all visible things are not really distinct from Him. There is no real difference between good and evil. God fixes the will of man, transmigration

is accepted. The principal occupation of the Sufi is meditation on the unity of God, the remembrance of God's name etc; so as to obtain absorption. Sufis are most numerous in Persia. The chief persian poets as Jami Sadi and Hafiz, were Sufis. They dwell upon love to God, but all their writings contain indecent passages.

سب سے پہلے صوفی کے معنی نڈار و ہونا۔ پھر صوفیوں کی فرضی و حائیت قرآن باریت کے ظاہری معنوں سے گریز (جہلا کا اعتبار نہیں یہ ہر فرقے میں موجود ہیں۔ ان کا قول و فعل قابل سند نہیں) صوفی سسٹم کی وید سے مناسبت اور سب سے بڑھ کر نئے قسم کا وحدت وجود اور اس سے بھی بڑھا چڑھا تنازع ارواح کا اعتقاد اور ان سب پر طرہ مولانا جامی وغیرہ کی گستاخان بے ادبیان۔ غرض یہ کہ

ایک صید نیا سود زمانے بر زمینے	تیر تو چوڑہ کرد کمانے بہ کینے
<p>دوستو! تحقیق کا یہ طریقہ نہیں کہ یا تو کسی جاہل - بذنام کنندہ ٹکونامی چند کو پاس بلایا - بٹھایا - اور لگے اُس سے عقاید کی تحقیقات کرنے - جو اُس نے کہا نوٹ ٹیک پر جایا - دوستوں کو سنایا اور آخر کار کتاب کی صورت میں چھپوا دیا - یا زیادہ بلند پروازی ہوئی تعین نظری سے کام لیا - وہ کیا کیا - دو ایک اردو کتابیں کچھ اردو ترجمے دیکھے بھالے - اور جو چاہا لکھ لکھا دیا - دوستو! سچ کہنا کیا یہی تحقیق کہلاتی ہے - اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اصول تحقیق کو ہاتھ سے کیوں دو - ہم سچ کہتے ہیں اور اپنی صداقت پر اُس قادر و قوی کو گواہ کرتے ہیں و کفی باللہ شہیداً ط کہ ہمارے دل میں ایک رتی برابر بھی تعصب نہیں - نہ ہمارے پاک مذہب نے ہمیں سکی تعلیم دی - مگر جو امر حق ہے وہ کہا جاتا ہے - سنو اور کان کھول کر سنو - خوب یاد رکھو کہ اسلامی مقصوف نے انسانی اصلاح کے جو قاعدے بتائے - اصول قائم کیے وہ ایسے سہل الحصول اور سہل القبول ہیں کہ فطرت انسانی اُن کے قبول کرنے میں ذرا بھی پس و پیش کا پہلو اختیار کرنے سے بالکل مجبور محض ناچار ہے - ہاں شرط اصلی طلب ہے - اور طلب بھی کیسی سچی نہایت سچی -</p> <p>وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ - هُوَ يَهْدِي الْمَوَلَى وَيَهْدِي النَّصِيرُ</p>	
	تصوف

<p>آن کس کہ ترا شناخت جانِ اچہ کند دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی</p>	<p>فرزند و عیالِ خانانِ اچہ کند دیوانہ تو ہر دو جہانِ اچہ کند</p>
<p>تصوف نام ہر انسانی صلاح کا۔ اب صلاح کی دو صورتیں ہیں۔ ظاہر و باطن لیکن حقیقتہً ظاہر بھی اصلاح باطن پر متفرع۔ کہ جب باطنی صلاح حد کمال کو پہنچی ظاہری اصلاح خود بخود ہو گئی۔ ظاہری اصلاح سے مراد بدن کی ظاہری صفائی یا جسمی نمائش نہیں (یہ صفائی ہر اصلاح نہیں) بلکہ وہ افعال ہیں (یعنی افعال کی اصلاح مراد ہے) کہ جن کی طرف وہ (جسم انسانی یا انسان) منسوب ہو کر نیک و بد اچھے بُے کے جانے کا مستحق ہوتا بُرائی یا بھلائی سے یاد کیا جاتا ہے۔ افعال کے لیے (یعنی صدور افعال کے لیے) قدرت لازمی ہر قدرت کا تعلق ارادت سے ہے۔ اور ارادت کی اصل نیت یا خیال انسانی ہر اسی سے حدیث متواتر ہیں کہ عمل کا مدار نیت پر ہوتا ہے ہر نیت سالم یا خالص رکھنے کی تاکید ہوئی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات اور عمل کا مدار خاتے پر رکھا گیا انما الاعمال بالخیالات دیکھو اس</p>	<p>تصوف کے لغوی معنی مکمل (پستیمند وغیرہ) اور رہنے کے ہیں یہ صوف (بالصم) سے ماخوذ ہوا جسکے معنی مکمل کے نکڑے کے ہیں۔ چونکہ صوفیہ کا لباس ہی تھا چار اُل کے اعمال افعال کی نسبت تصوف سے ہوئی اور بعض نے کہا کہ تصوف صوف (الفتح) سے ماخوذ ہے۔ جسکے معنی ہین کیسو ہونا۔ اور پھر پھیلنا۔ ظاہر ہے کہ صوفیہ ماسوی اللہ سے کیسو روگردان ہونے ہیں اس لیے اُنکے اعمال تصوف کہلائے۔ اور تصوف کے اصطلاحی معنی ہیں اعتدات نفسانی سے اُنکے صاف ہو جانا (انسانی اصطلاح) اور اُنکی عالم کو نظر حق جاننا بلکہ غیرو حق نہ جانا سمجھنا۔ قال اللہ تعالیٰ کل شیء کھا لک الا وحده۔ کہت ہے لکنا معلوم شود کہ وجود ہمہ شیا و در وجود او امر و نہا لکست غیرتش غیر در جہان نلکست ہا لکست جمہ الاشیا لکست ان اللہ لا یبظر کم لکست صور کم ولا الی اعمالکم ولکست یطل لکست قلوبکم ویا اکتکم ترجعوا لکست تعالیٰ بخار ظاہری اعمال اور صورتیں نہیں دیکھتا لکست دلون اور تیتون کو دیکھتا ہے ۱۲ منہ</p>

پچھوٹی سی حدیث میں انسان کی پوری پوری اصلاح موجود ہے کہ جس نے دل میں جگہ لیکر بیٹھ بٹھا کر یہ سب گل کھلائے۔ طوفان اٹھائے۔ جیسا خیال دل آیا۔ شاہِ دل نے حکم لگایا۔ اعضا بوجہ سب نے منظور فرمایا۔ اب اس سے غرض نہیں کہ وہ خیال جذبات نفسانی سے تعلق رکھتا ہے یا روحانی سے جیسی حالت انسان یا انسانی خیالات کی ہوتی ہے قلب پر وہی عکس پڑتا اور بالآخر اعضا بوجہ سب سے اسی کا صدور ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہوا کہ بلا تصحیح خیال و تصفیہ قلب و تزکیہ نفس انجلائے روحی و اخلاص جسمی تو درکنار اخلاقی حالت کا درست ہونا یعنی آدمی کہلانا صرف ناممکن ہی نہیں دشوار بلکہ محال ہے۔

آدمی را آدمیت لازمست	عود را اگر بونباشد ہیزمست
آدمیت لحم و شحم و پوست نیست	آدمیت جیز رضامی و دست نیست

لتصویر تصحیح الخیال۔ خیال کی دو صورتیں ہیں۔
ایک تو وہ مجموعہ خیال جو اس خمسہ ظاہری کی مدد سے دل کے سامنے موجود ہو گیا۔

دوسرا جو اس باطنی سے متعلق کہ خیال اول کی تصحیح کے بعد جب قلبی ادراک کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہی ایک ہی ایک ہوتا ہے۔ بلکہ ایک کی بھی خبر نہیں رہتی۔

اسکی کیفیت ذوقی و وجدانی ہے۔ نہ حسی نہ لسانی۔ اسے چھوڑو کہ اس میں

قیل وقال کی گنجائش نہیں۔ دیکھنا چاہو گے تو دیکھ لو گے۔ آؤ اسی پہلے خیال پر قائم ہوں کہ پہلے ابتدائی مرحلہ طو ہونا ضروریات سے ہے۔ قدم بہ قدم (Step by step) چلنا یہی ترقی کی اصل صورت ہے۔ پہلے نیچے کو چھوڑ دو سرے پر قدم دھڑا سنبھال کے بل زمین پر گرنے کی علامت ہے۔ تمہارا یہ خیال کہ جس خیال میں ہم ہیں اور ہمارے خیال سے جو افعال سرزد ہو رہے ہیں یہ سب کے سب قدرتی ہیں (Natural) اور اس لیے سب ٹھیک ہیں۔ نہایت ہی خطرناک خیال اور نفسی اہمہ ہے {تمہارے روزمرہ کے دنیاوی کاموں سے تمہارے اس خیال کی بچتگی بھی ثابت نہیں ہوتی وہی مثل ہوئی میٹھا میٹھا ہڑپ کرنا اور کڑوا کڑوا کھو۔ قدرت نے تمہیں مجبور محض نہیں بنایا۔ قدرت نے تمہیں عقل و تمیز کا بے بہا جوہر عطا فرمایا (جسے تم اپنے اور مطلبی کاموں میں کام لاتے ہو اور ان میں قدرت طاق نسیان پر دھری رہ جاتی ہے) قدرت نے تمہیں اشرف المخلوقات کا خطاب یا بہائم سے ممتاز کیا

۱۔ شعر گربہ سخن کا و میر شدے و کار نظامی بفلک بر شدے و علاوہ ازیں لسان المحال دطق من لسان المقال زبان حال گویا ترست از زبان قال۔ مولانا قدس سرہی فرماتے ہیں کہ علم حال فوق قال بوندے کے خدے و بندہ اعیان بخارا خواجه نساخ را بہ حال کو قال پر فوقیت کیوں ہے۔ وجہ یہ کہ حال کا تعلق جو اس باطنی سے ہے۔ اور علم قیل وقال کا تعلق جو اس حسیہ ظاہر سے ہے۔ آخر آپ علم کی صحیح تعریف کیا ہے۔ یہی ناکجواہین آپ کے حافظہ میں موجود ہیں۔ وہی علم کمال میں اور ایک امر سے دوسرے نتیجہ نکالنا اور دوسرے سے تیسرا یہ نتائج نکالنا یہی اس علم کی صورت پیدا ہوتی ہے علمی کی۔ آخر ان سب میں اختلافات کیوں ہوتے آئے۔ ان غلطیات میں یوں ہی غلطیاں ہوتے آئے اور ہوتے رہیں گے نہ حافظہ کا بھروسہ صحیح ہے نہ نظری کا۔ سمجھنا ہمیشہ خطائیں ہوئیں اور ہوگی۔ حال یہی ہے جو تمہیں نو گذرے اور گذرنا یقینی ہو مگر غلطی نہیں ع تقلد رہے جو دیدہ گویدہ فافہم کو کا کائنات من الغافلین ۱۲۱ منہ

قدرت نے سمجھا دیا کہ سنکھیا میں زہر ہو کھاؤ گے مر جاؤ گے۔ آگ کا کام جلانا ہے۔ اس سے دور رہو۔ جل جاؤ گے۔ اب تم خود جلو یا مرو۔ قدرت پر کیوں مفت کا الزام ہے۔ یاد رکھو بڑا انجام ہے۔ دوستو! اخلاقی دنیا میں قدم رکھنے والے ایک منٹ کیا ایک سکندڑ کے لیے بھی اس ناپاک خیال و درازو ہم و خیال کو دل میں جگہ نہ دیں گے۔ اس خیال سے کچھ سمجھ بھی نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ ہاں وہ یہ ہو چکا ہا کیا۔ کسی کو جان سے لیا۔ کسی کا مال چھینا۔ یہ کیا وہ کیا۔ خدا جانے کیا کیا کیا۔ اور یہ سب کیا کس نے۔ قدرت نے قدرت ہی کے یہ سائے کرشمے ہیں۔ اور قدرت ہی کے یہ سب کھیل۔ چلنے فرصت ہوئی۔ یا یوں کہیں کہ دنیا کا سب کھیل ہی بھنڈ ہوا۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔ چھی فراغت ہوئی ۵

بار قیباں جدل فزون می شد	یا راکشہ از جدل رستیم
--------------------------	-----------------------

خوب یاد رکھو انسانی سرشت میں بدی کا مادہ غالب ہے۔ جب تک قوت ارادی سے کام نہ لو گے۔ کام نہ چلے گا۔ جب تک روحانی مشق (SPIRITUAL PRACTICE) سے واسطہ نہ ہوگا انسان کبے جانے کے مستحق نہ ہو گے۔ جب تک قول و فعل (WORDS AND DEED) میں مطابقت نہ ہوگی اخلاص نہ ہوگا اور جب اخلاص نہ ہو تو تم صاف دل (SPIRITUOUS) نہ کہلاؤ گے اور جب دل ہی صاف نہ ہو تو اخلاقی قابلیت (MORAL ABILITY) کہان سے آئے گی جو اصل جوہر خاص تنغا سے انسانی ہے۔ تمام پاک ناپاک ایچھے

اور مجھے خیالات کا اصل منبع و مخرج قلب انسانی ہو جب تک تصفیہ قلبی
(PURIFYING) سے واسطہ نہ رکھو گے۔ خیالی ایذا نفسی کشمکش

رہائی نہو گی۔ اور جب رہائی نہوئی تو جمعیت دلی۔ سکون قلبی (PEACE OF

MIND COLLECTION) ناممکن بلکہ محال ہو۔ اور جب یہی نہیں تو

گویا جینا و بال ہو۔

بشباب اچان کہ بطاعت کتنی فیا	زان پیش کا فتاحج انی کن غروب
پیرانہ سرزن در طاعت کہ سپ پیر	در عرصہ و غائبہ دلالت رکوب

بعض متعصبین کا یہ خیال کہ اسلام نے ظاہر داری پر بہت زور دیا۔ قرآنی تعلیم اخلاقی
تعلیم نہیں۔ اسکی تعلیم کی انتہا یہی ہو کہ آدمیوں کو صرف ظاہر پرست بنائے اور کچھ

نہیں (TO MAKE MEN FORMALISTS AND NOTHING)

(MORE) نہ اسلام میں یہ قوت کہ وہ انسان کو اونچے درجے (HIGHER

LEVEL) پر پہنچا سکے (خلاصہ یہ کہ قرآن اخلاقی تعلیم سے معرا۔ باطن سے

گورا۔ بالکل پاک و صاف ہو، ہم نہیں سمجھتے کہ یہ خیال کہاں تک درست ٹھیک ہو

افسوس کہ تعصب و غنا کے دھوان دھا خیالات۔ حق پوشی کے تاریک تخیلات

نے متعصبین کو ایسا مجبور کر دیا ہو کہ وہ اسلام کے چمکدار روشن و مصطفیٰ چہرے کی طرف

رخ کرنے سے بھی مجبور بالکل مجبور محض ناچار ہیں خیر ہم بھی المجبور معذور و مراکمر

اُخسین اُن کے حال پر چھوڑتے اور منصفین کے سامنے چند قرآنی آیتیں تلاوت کرتے

اور پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن عظیم سے بڑھ کر یا کم از کم اُس کے برابر بھی کسی اور کتاب نے
 انسانی اصلاح کا بیڑا اٹھایا؟ اور اٹھایا تو کیا کامیابی بھی ہوئی۔ نہیں ہرگز نہیں
 یہ بالکل ناممکن قطعی محال ہے۔ دوستو۔ اصلاح باطن کا یہ پہلا مرحلہ۔ اخلاق سے
 متعلق ہے۔ اخلاق رفیلہ بین بخل (STINGINESS) حسد (ENVY) کبر و غرور
 (PRIDE) خود پسندی خود رائی (SELF CONCEIT) غصہ غضب (WRATH)
 جھوٹ (LIE) وغیرہ وغیرہ۔

اور اخلاق حسنہ یہ ہیں۔ صبر۔ (PATIENCE) شکر گزاری۔ (GRA-
 TITUDE) حلم (FORBEARANCE) رحم کرم (MERCY) توکل
 (TRUSTING GOD) تواضع (CIVILITY) قناعت (TRAN-
 RESIGNED TO THE WILL OF GOD) راضی برضا
 (LIBERALITY) وغیرہ وغیرہ۔

اب کلام ربانی کے ارشادات سنو۔ اور دیکھو کہ متعصبین نے کس بے
 تک تعصب و عناد سے کام لیا ہے۔ جیتی کھی نگنا اسی کا نام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فی
 القرآن المجید والفرقان الحمید واللہ لا یحب کل فحشئ فحشئ الذی یخجلون
 ویاہرؤن الناس بالخل ط اور اسد نہیں دوست رکھتا کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے
 کو وہ جو بخل کرتے اور حکم دیتے ہیں دوسروں کو بھی بخل کا۔

وَمَنْ يُؤْتِ شَيْئًا نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور جو اپنی جان کو بخیلی سے

بچائے پس وہی (لوگ) فلاح پانے والے ہیں۔

وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۖ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۖ فَسَيُسَرُّهُ الْعُسْرَىٰ ۖ
اور جس نے بخیلی کی اور بے پروائی کی اور جھوٹا کیا اچھی بات کو اُسے ہم دھیرے دھیرے
سختی میں پہنچائیں گے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ كَيْدُكَرْتُمْ
لوگوں کا اُس چیز پر کہہ دیا ہو اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے۔

إِنَّهُ لَا يَجِبُ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۚ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۚ وَتُكْتَبُ لَكُمُ الْوُكُوفُ
فَلَا تَزُولُوا أَنْفُسُكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ أَتَقَىٰ ۚ هُوَ يَسْتَبَاطُ
کو وہ خوب جانتا ہو اُس شخص کو کہ جو پرہیزگاری کرتا ہو (یہ خود پسندی کی مذمت ہو)
وَالْكَافِرِينَ الْعِظَاءُ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ اللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ اور ضبط
کرنے والے ہیں غصے کے (باوجود قدرت کے) اور معاف کرنے والے ہیں مبین
کے (قصور) اور اللہ دوست رکھتا ہو احسان کرنے والوں کو۔

وَابْتَغُوا تَقَىٰ التَّوْبَةِ ۖ وَارْجِعُوا كَيْدَ بُولِغِ ۖ
فَلَا تُطِيعُوا الْفَوَاحِشَ ۖ وَمَنْ يَفْعَلْ ۖ يَأْتِ بِزَلَّةٍ ۖ وَكَارِهُنَّ ۖ
وَلَا تَسْبُوا ۖ وَرَمَتْ بَرَاكُمُورُ ۖ مَنَعُ دُشَانِمْ ۖ دَهِي ۖ سَ۔

وَلَا تَقِفْ مَالِكِ ۖ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ طَائِفٌ ۖ السَّمْعُ ۖ وَالْبَصَرُ ۖ وَالْفُؤَادُ ۖ كُلُّ أُولَٰئِكَ
كَانَ عَنْهُ مَسْمُوعٌ ۖ ۝ اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اُسکے پیچھے مت چل مت پڑ

بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جائے گا (یہ افترا کذب اور قول زور کی مذمت ہے) وقس علی ہذا۔

وَأَشْكُرُ لِلَّهِ - اور شکر کرو واسطے اس کے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور ڈرو اس سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے ایمان والو صبر کرو اور تھام رکھو دوسرے کو۔ اور دل لگائے رکھو عبادت و ذکر و شغل میں، اور ڈرو اس سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا اور اس پر بھروسہ کر اور کافی ہے اس

کام بنانے والا۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ اور ڈرو اس سے بیشک

اسد جاننے والا ہر سینوں کی بات کو۔

وَيَسْأَلُكَ مَاذَا يُعْفُونَ قُلِ الْعَفْوَ اور سوال کرتے ہیں تجھ سے

کیا خرچ کریں۔ کہ معافی (یہ عفو کی تعریف ہے اور سخاوت بھی کیا خوب ہے)

حَنِ الْعَفْوَ وَأُمْرًا بِالْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ دگر اختیار کر

اور حکم کر ساتھ بہتری کے اور منہ پھیر لے جاہلون سے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ اے ایمان والو عہدوں کو پورا کرو۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ کہ حکم کرتا ہوں پروردگار میرا ساتھ انصاف کے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِذَا قُلْتُ إِنَّهُ يَمُرُّ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
احسان کے۔

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ پس نہیں فلاح پاتے ظالم۔
اب ہم ان قرآنی آیتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا پر ختم کرتے ہیں۔
فَاطْرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَذَنْتَ وَلِيَّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَأَنْتَ الْوَكِيلُ
مُسْلِمًا وَالْحَقُّ بِالصَّالِحِينَ ۝ لے زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے تو ہی ہو
میرا دوست۔ یعنی کار ساز دنیا اور آخرت میں موت سے مجھ کو اسلام پر اور ملا مجھ کو
نیک بختوں میں۔

ہاں اب اُسی پہلے نے نے پر اجاؤ کہ تصحیح خیال ہی سب کی جڑ۔ اصل الاصول
ہو۔ دوستو۔ تصفیہ قلب کے لیے جس مشق (PRACTICE) کی ضرورت لازمی
ہو۔ اُسکا تحریر میں آنا اول تو وقت سے خالی نہیں۔ دوسرے اگر لائے بھی (جیسے
کہ تصوف کی تمام کتابیں بھری پڑی ہیں) تو تصوف علم حسی نہیں کہ کتابوں سے
حاصل ہو جائے۔ جب ظاہری علم علم کا محتاج ہو تو باطنی علم اس قید سے کیوں آزاد
سمجھا جائے۔ مگر نہیں کچھ نہ کچھ مستکین ہونی ضروری ہو۔ اسلامی تصوف فرمیں
کار از نہیں۔ اسکا راز و نیاز شوق و محبت کی دلیل ہو۔ اسکی برقی کشش قوت
جاذبہ (ELECTRICITY) و ماغ انسانی (علم مقناطیس انسانی کے جاننے والوں
میں یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ انسانی دماغ کی برقی لہر صبط دوسرے انسانی دماغ پر

اثر ڈال کر پیغام کا مضمون سمجھانے کے قابل ہو اسی طرح کسی بیجان چیز میں حلول ہو کر اُس میں احساس اور حرکت پیدا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ اس برقی لہر کو اور کہتے ہیں۔ اور ایک قسم کا نور ہے جو انسانی جسم سے نکلتا رہتا ہے۔ اور وہ دماغ اور نروس سسٹم میں موجود ہے اور اُس میں الیکٹری سٹی خاصیت کے علاوہ عقل کا مادہ بھی موجود ہے، سے نہیں دل سے تعلق رکھتی ہے اس کی برقی لہر دل سے اُٹھتی دل ہی میں تاثر (EFFECT) پیدا کرتی ہے اس کی آگاہی عقل جزئی کے احاطہ اور اک سے باہر ہے۔ اس میں باطنی دانش

(INTUITION) کی ضرورت اصل قابلیت یا عطیہ روحی (ORIGINAL FACULTY OR ENDOWMENT OF THE SOUL) کی حاجت ہے۔ اس کا تصور یا مراقبہ (CONTEMPLATION)

خیالی نہیں بیسی ہے (SELF EVIDENT) ہاں یہاں نہ علت ہے نہ معلول نہ حامل ہے نہ معمول۔ یہاں ہو کیا۔ جذب قلبی کا ظہور۔ کشش روحی کا اثر قیل و قال سے آزادی۔ جسم فانی کی بربادی۔ عشق و محبت کی باتیں راز و نیاز کی گھاتیں۔ سوز و گداز سے رغبت۔ آہ و نالے سے الفت۔ بخود ہی کے فنا نے۔ درد دل کے ترانے ۷

اگر نداری در دا زام کن	ساقیا خونِ جگر در جام کن
گاہ جانِ پرودہ در گہ پرودہ	عشق را در بے بیا پرودہ سو

ذره عشق از ہمہ آفاق بہ	ذره درد از ہمہ عشاق بہ
عشق مغز کائنات آمد مدام	لیک عشق آمد نہ بی دردی تمام
قدسیانِ عشق ہست در دست	درد و راجہ آدمی در خورد نیست
کفر کا فر را و دین نیست در را	ذره درد دل عطا را

خیر یہ مجذوبانہ بڑ تو دم کے ساتھ ہی۔ اس سے چشم پوشی ہو۔ اور مطلب کی باتیں سنو۔ سب سے پہلے انسان ضعیف البنیان کو اپنی ہستی پر غور کرنا اور سمجھنا چاہیے کہ کتم عدم میں تھا۔ وجود میں آیا۔ ایک قطرہ آب سے پیش ہوئی۔ خون کا دودھ بنا۔ وہ ابتدائی غذا اٹھری۔ نہ حس و حرکت کی طاقت تھی۔ نہ گویائی کی قوت۔ نہ یہ لفاظی تھی نہ یہ ترانے۔ نہ یہ لکچر نہ یہ فسانے۔ قدم پر مجبوری کا نام۔ بات بات میں روئے سے کام۔ کبھی مان کی آغوش رحمت تھی۔ اور کبھی باپ کی کنا رعاطفت۔ کبھی اپنوں کی شفقت۔ کبھی غیری کی محبت۔ اور سچ پوچھو تو یہ سب عارضی نسبتیں۔ برائے نام اضافتیں ہیں۔ حقیقہ یہ اُسی ایک کی شفقت کا ظہور۔ اُسی ایک کی محبت کا وفور۔ جو مان بآپ سے بڑھ کر شفیق و رفیق بندہ پرورد بندہ نواز رؤف و رحیم غفور و حلیم ہے۔ وہی کتم عدم سے وجود میں لایا۔ انسانی جامہ پہنایا۔ اُسی نے عقل کا چراغ پہنائی کو دیا۔ دولت علی سے مالا مال کیا۔ غرض وہ کونسی رحمتیں ہیں جو نازل نہ ہوئیں۔ وہ کونسی نعمتیں ہیں جو حاصل نہ ہوئیں۔ ناشکروں۔ ناحق شناسوں کا

نام نہیں۔ احسان فراموشوں سے کام نہیں۔ ورنہ وہ کون سلیم القلب
انسان ہو کہ ان انواع اقسام انعامات طح طرح کے احسانات پر بھی اُس
منعم حقیقی سے روگردان اور اُسکی بارگاہ سے گریزان رہے۔ اور
پھر بھاگ کر جائے گا کہاں۔ نہیں نہیں۔ اچھے نیک بندے نعمتوں پر شکر
بلاؤں پر صبر کرتے اور راضی برضا رہتے ہیں۔ (یہی ہیں جو صدیقین میں
شمار ہوتے انھیں کے ساتھ اٹھائے جاتے ہیں مَنْ اَسْلَمَ بِقَضَائِ
وَصَبْرٍ عَلَى بِلَائٍ وَشَكَرٍ عَلَى نِعْمَائٍ كَتَبَ لَهُ مَعَ الصَّالِحِينَ يَقِينًا وَمَنْ
لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ يَصْبِرْ عَلَى بِلَائِیْ وَلَمْ يَشْكُرْ عَلَى نِعْمَائِیْ فَلْيَطْلُبْ
رَبَّاسْوَائِیْ وَیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِیْ۔) یعنی جو شخص راضی برضا ہے
بلاؤں پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرے وہ یقینی صدیقوں (کی فہرست میں)
لکھا جائے گا۔ اور انھیں کے ساتھ آسمان پر جائے گا۔ جو راضی برضا
نہ رہے نہ صبر و شکر سے واسطہ رکھے۔ تو اُسے یہ چاہیے کہ وہ میرے سوا
کوئی دوسرا پروردگار تلاش کرے اور اس آسمان کے نیچے سے کہیں
اور جا کر لے، خیر یہ بھی نہ سہی احسانات کا شکر ہو یا نہ ہو۔ راضی برضا ہے
یا نہ رہے۔ مگر کیا یہ بھی ممکن ہو کہ اس مشقت خاک کو اپنی مجبوریاں اپا ریاں
نظر نہ آئیں۔ اپنے فانی ہونے کا یقین نہ ہو۔ خواہ کتنے ہی غفلت کے پردے
کیوں نہ پڑے ہوں۔ پھر بھی اس حیات ستعار میں ایک دن نہیں سیکڑوں

ہزاروں ایسے ایسے واقعات حادثات پیش آتے ہیں کہ جن سے بدن
تہراً اٹھتا دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی موقعوں پر انسانی
فطرت کا حال کھل جاتا اپنے عجز کا اعتراف اسکی قدرت کا اقرار ہوتا۔ اور
بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ اَمَّا بِاللّٰهِ وَحْدَکَ وَکَفَرْنَا بِمَا
کُنَّا بِہِ مُشْرِکِیْنَ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیْدِہِ مَمْلُکُوتُ کُلِّ شَیْءٍ ۝ وَ اِلَیْہِ تُجْبَوْنَ ۝
ترجمہ پاک ہے وہ ذات جسکے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی۔ اور اُسی کی
طرف پھر جاؤ گے۔ پھر جانے کا خیال ہی صحیح خیال کا باعث ہوگا
قلب میں گدازگی پیدا ہوگی۔ نفس کو مغلوبیت روح کو غلبہ ہوگا۔ اور جیسی
جیسی خستگی آتی جائے گی۔ قلبی تاریکی کا فور۔ تجلیات کا ظہور ہوگا۔ تمھارے
سینے میں ایک صاف دل (SINCERE HEART) ہوگا اور ولیم
راستبازی (RIGHTEOUSNESS) تمام بُرائیاں (INIQU)
(TIE S) ناپاک خیالات (IMPURE THOUGHTS) خود
بخود دور ہوتے جائیں گے۔ تمام ناچیز ظاہر واری کے عملوں (TRIVIAL
CEREMONIAL OBSERVANCES) سے کنارہ کشی
ہوگی (ظاہر واری کے عمل یعنی نفاقی حالت دل میں کچھ ظاہر کچھ، تمھارے
زبان و دل میں موافقت ہوگی۔ باطن صاف ہوگا اور طینت پاک۔ تمھاری
اکایا پلٹ ہو جائے گی۔ دل کی تبدیلی چال چلن کی تبدیلی ہے (RTION)

FORMULA OF (CONVE) اب تم سمجھو گے کہ ایمانی قاعدہ (BELIEF) کیا ہے۔ (کیونکہ اب تمہارا ایمان محض استدلالی نہ رہے گا۔ مشاہدہ ہو جائے گا گویا اس حدیث کے مصداق ہو جاؤ گے۔) اَنْتُمْ اَمْرٌ فَرَسَانَهُ
 (FAITH AND) (SCIENCE) کے کہتے ہیں۔ ابھی تک تمہاری حکمتی (SCIENTIFIC) علمی اہل محض حواس ظاہری مادہ و اسباب خارجی سے وابستہ ہیں۔ جب قلبی ادراک (CONCEPTION) ہو گا اور مکاشفہ عینی کی نوبت آئے گی اُس وقت تم پر خود بخود اپنے فلسفہ (PHILOSOPHY) منطق (LOGIC) اور علم بیان (RHETORIC) کی حقیقت کھل جائے گی اور تم بے اختیار چلا اٹھو گے۔

مازیا ران چشم یاری دشتیم	خود غلط بود آنچه مایند دشتیم
گفتگو آئین در فیشے نہ بود	ور نہ با تو با جہرا ہا دشتیم

یہ خیال یا اس خیالی مشق کی ننگی تمھارے دنیاوی تعلقات میں باج نہو گی خیر مقدم نہ سہی موخر ہی سمجھ کر آدمہ گھنٹے اپنے ٹائم ٹبل میں اسکے لیے بھی نکال لو شے کا اخیر حصہ رکھو کہ اُس وقت حواس میں سکون۔ یکسوئی ہوتی

۱۷ سعدی بفرے لوح دل از نقش غیر دوست ۱۸ علمی کہ رہہ حق نہاید جہالت ست ۱۹ شب کے وقت حواس صوری کے تصرفات عالم محسوس میں باقی نہیں رہ جاتے۔ عالم محسوس کے سکون پر حواس کا رجحان باطن کی طرف ہو جاتا ہے ۲۰ چون غائب گشت مراد کار محسوس ۲۱ (بانی)

اور عالم مع عالمیان سنائے میں ہوتا ہے (اسی سے تہجد کی تاکید ہے) پہلے فکرو
تفکر سے کام لو تفکر وافی خلق اللہ ولا تفکر وافی ذات اللہ فکر مصنوعات
میں ہونے صانع میں۔ قرآن مجید کی اس آیت پر عمل درآمد ہو۔ قال اللہ تعالیٰ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا
يَعْنِي وہ زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں فکر کرتے سوچتے ہیں (اور کہتے
ہیں) اے رب ہمارے تو نے یہ (سب کے سب) بیکار نہیں بنائے۔
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفکر ساعة خير من عبادۃ
الف سنة اور حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ ایک ساعت کی فکر (کھانے
کمانے کی فکر نہ سمجھ لینا) ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے (وجہ یہ کہ اس فکر و
تفکر میں بتدریج ایقانی و عرفانی حالت پیدا ہو جاتی ہے) اس فکر کا آل کار
یہ ہے کہ مصنوعات سے صانع کی شناخت۔ انسانی کمزوریوں سے اُس
قادر و قوی کی عظمت و قدرت کا خیال قلب میں راسخ ہوگا۔ کبھی اُس کی
رحمت یاد آئے گی۔ اور اپنی معصیت۔ اُس کا لطف و احسان۔ اپنا
فسق و عصیان۔ اُس کی بندہ پروری بندہ نوازی۔ اپنی ناشکری ناپاسی
اُس کا رحم و کرم جو د و عطا۔ اپنا ظلم و ستم جو رجحان۔ اُس کی وہ شفقت و محبت۔

(بقیہ از صفحہ ۱۲۱) شدہ در باطنی اسرار با سوس ہزار شدہ واردات و الہامات غیبی کا ادراک
شروع ہو جاتا ہے قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا یا اَیُّهَا الْمُرْسَلُ اَلَمْ یَلِکَ الْاَیُّمُ

اپنا یہ نقشہ یہ حالت تہاں تو اس حالت میں ہوگا کیا۔ دل میں درد ہوگا اور
آنکھوں میں آنسو۔ استغراقی کیفیت ہوگی اور سوز و گداز سے رغبت۔ اس حالت
شکستگی میں ان رباعیات کا ورد کیفیت سے خالی نہیں ہے

یار ب دگناہ زشت خود منفعلم	وز فعل بد و خوبی بد خود منجلم
فیضے بدلم ز عالم قدس سان	تا محو شود خیال باطل نہ دلم ہے
اسد بفریاد من بکیں رس	لطف و کرمت یا من بکیں بس
ہر کس بہ کسے مضرتے می نازد	جو حضرت تو نازد این بکیں کس ہے
افعال ہم ز خلق پنهان می کن	دشوار جهان بردلم آسان میکن
امروز خوشم بدار و فردا با من	انچہ از کرم تومی سزدان میکن

اب ایک طرح کا لگاؤ پیدا ہو جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ محاسبہ نفسی سے
بھی کام لے رہے حاسبوا قبل ان تحاسبوا اپنے نفس سے محاسبہ کرو قبل
اسکے کہ خداوند تعالیٰ تم سے محاسبہ کرے۔ روز حساب لے لیا کرو۔ اور
تنبیہ کرتے رہو کہ اس دشمن دوست نما کے کرو فریب عجیب و غریب ہیں
اسی کے حالات سے ہر شخص کا آگاہ ہوا دشوار ہے۔ اسی کا زیر کرنا جہاد اکبر
کہلاتا ہے رجعتا من الجہاد الا صغارا الجہاد الا کبرا


نفس بد را در ریاضت گوشمال	تانا انداز تو ترا اندر وبال
بعض نے فرمایا کہ نفس کو ریاضت سے صاحب ادب کرنا چاہیے کہ سالکی لکھن	

قیامک علی امراد نفسیکے قرآن مجید میں نفس کو تین صفت کے ساتھ
 یاد کیا ہے۔ حقیقتہً نفس ایک ہی ہے۔ باعتبار صفات جدا گانہ ہے۔
 ایک صفت مطمئنہ ہے جو مخلصین کے لیے مختص ہے یا ایتھا النفس
 المطمئنة ان رجی الی ربک راضیة مرضیة ۞

دوسری لواہ جیسا ارشاد ہوا لا اقسیم بئوم القیمة ولا افسیم
 بالنفس اللوامة حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ہر نفس لواہ
 ہوگا۔ یعنی آپ کو ملامت کرنے والا۔ صالح کہیں گے کہ ہم نے صلاح
 کیوں نہ زیادہ کی۔ فاسق کہیں گے کہ ہم نے فسق کیوں کیا۔

تیسری صفت امارہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا ان النفس الامارة
 بالشوء یہ صفت پیدائشی اور سب کے ساتھ مختص ہے (اسی سے انسان
 کمزور اور فطرتاً ہی کی طرف مائل ہے، مگر یہ کہ صفت مطمئنہ سے بدل جا
 خلاصہ یہ کہ خطرات کا دور کرنا ضروریات سے ہے۔ اور اس میں بڑا حصہ
 نفس کا ہے۔ اس کے مکر و کید سے بچتے رہو۔ نہ کرنے سے کچھ نہ کچھ کرنا
 بہتر ہے۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہو۔) (SOME THING IS BETTER

THAN NOTHING) طلب ہوگی اور صحبت نیک کے جو یاں
 رہو گے تو ایک نہ ایک دن بیڑا پا رہے۔ ورنہ محض قیل و قال مفت کا
 آزار ہے

<p>خاک کن برہم ہوایت ہجوما خاک شوتاگل بروید رنگ رنگ تہا کسے گردی با قبال شہان بہترست آن از ثنای دیگران دامن آن نفس کش سخت گیر</p>	<p>خاک شومردان حق را زیر پا از بہاران کی شود سرسبز رنگ زہر ایشان خور نحو شہد خسان مر ترا دشنام وسیلہ شہان یہیچ نکشد نفس اجر و ظل پیر</p>
<p>إِنَّا لِلّٰهِ شَرٌّ إِنَّا لِلّٰهِ</p>	
<p>صورت از بے صورتی آبدرون باز شد کانا الیہ راجعون</p>	
<p>فقط</p> 	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تحفہ درویش

نمبر (۳)

هُوَ اللَّهُ الْأَكْهَدُ

قُلْ إِنِّي هَدَىٰ رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

دل گفت مرا علم لدنی ہو سست	تعلیم کن اگر ترا دسترس ست
گفتم کہ الف گفت و گر گفتم بیچ	در خانہ اگر کس ست یک خم و بیست

ابتدا سے آفرینش سے جب قدر پیغمبر علیہ السلام مبعوث ہوئے سب اسی کی تعلیم فرماتے آئے کہ ذات باری تبارک و تعالیٰ دوئی سے منزہ تمام صفات کمالیہ کی جامع اور جملہ عیوب و نقصانات سے پاک و بری ہے جس طرح وجود صانع سے منکر ہونا ناممکن بلکہ محال ہے۔ یوں ہی اُسکی توحید سے انکار محض ایک خیال ہی خیال ہے۔ فطرت انسانی اور عقل بشری کو خود بخود ماننا پڑتا ہے کہ یہ عظیم الشان کارخانہ خود بخود موجود نہیں ہوا۔ اسکا

کوئی صانع ہو اور ضرور ہو و لکن سألْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ كَيْفَ قَوْلُ رَبِّهِ اللَّهُ
 فرعون کو دیکھیے انکار صانع تو دور رہا۔ اسی دنیاوی چند روزہ عیش و آرام
 میں پھول کر خود خدائی کا دعوائے کیا۔ اَنَّا رَبُّكُمْ اَلَا عَلَیْکُمْ کُفْرٌ
 جب لگا ڈوبنے۔ تو اصل فطرۃ کا حال کھل گیا۔ اپنے عجز اور خدا کی خدائی
 کا اقرار کیا اور چلا اُٹھا اَمْنَتْ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِیْ اَمْنَتْ بِہِ
 بَنُو اِسْرَآئِیْلَ وَ اَنَّا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ ایک فلسفی ڈاکٹر وارڈ کا یہ بیان
 بہت صحیح ہے کہ تمام واقعات کی اصل علت قوت ارادی پر موقوف ہے بشرط
 نے جو کچھ علت و معلول کے متعلق مسٹر ہیوم کی تائید کرتے ہوئے اپنے
 نزدیک زور دار دلیل پیش کی ہے وہ ارباب عقول کے نزدیک تاغلبوت
 سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ مادی اشارے سے افعال کا صادر ہونا یعنی
 غیر ذی روح اشیا کو مصدر افعال تسلیم کرنا نفس انسانی کی قبولیت سے
 کو سون دور ہے۔ اس فلسفیانہ خیال کا یہ نتیجہ ہو گا کہ عالم مادی کی ہر شے متحرک
 بالارادہ مانکر ایک اور صرف ایک بردست قوت ارادی کو چھوڑ کر ہزاروں
 لاکھوں کروڑوں بلکہ لاکھوں چھوٹے چھوٹے خدا تسلیم کیے جائیں گے اور
 ۳۳۔ کروڑ پوتا تو ایک طرف ہے یہاں نہ معلوم کتنے ۳۳۔ کروڑ کی نوبت

۱۲۔ یہ فرعون کا دعویٰ تھا کہ میں بڑا خدا ہوں۔ ۱۲۔

۱۳۔ میں اُس خدا پر ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ فرعون
 وقت غرقِ اسطح خدا کا اقراری ہوا ۱۲۱ منہ

ہو بچے گی۔ مادہ پرست جس بیجان مادے کو جاندار بناتے اور جس ترتیب
 و ترکیب سے انسانی درجے پر پہنچاتے ہیں اس میں خود ہی عقلی ٹھوکروں
 کھاتے اور منہ کے بل زمین پر آتے ہیں۔ ابتداء کچھ بھی نہ تھا بس ایک
 رقیق مائی شرتھی۔ رقیق کثیف ہوئی۔ غلیظ ہوئی۔ چکر لگنا شروع ہوا۔ گرداگرد
 کے حصے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ ابتداء چکر ہی چکر سے واسطہ رہا۔ پھر گولائی
 آئی۔ درمیانی حصہ سوچ ہوا۔ سورج سے سیارے۔ سیاروں سے
 چاند بنے۔ سب کروں میں ہماری زمین کی طرح آبادی ہوئی۔ اور بالآخر
 مادی ذروں سے ٹکراتے ٹکراتے ترکیب خاص سے بل ملا کر پروٹوپلیم
 (زندہ بیج) کی صورت اختیار کی یعنی روح حیات کی بنیاد قائم ہوئی اور
 عالم و عالمیان کا سلسلہ چل نکلا۔ ہاں یہ سب ہوا اور ہوتا جائے گا۔ مگر ذرا
 تحقیق سائنس سے یہ تو بتائیں کہ اس بیجان مادے میں جان کہاں سے
 آگئی۔ جس و حرکت نے کہاں سے خروج کیا۔ رقیق و غلیظ ہونے کی وجہ
 کیا ہے۔ سب تو سب یہ نباتات و حیوانات کہاں سے نکل پڑے۔ فہم جس کہاں
 سے پیدا ہوئی۔ کونسی عقل سلیم باور کرتی ہو کہ یہ جو کچھ ہوا ہو رہا ہو گا
 سب کا سب اتفاق محض کا کرشمہ اور ایک محض بیجان محض بے عقل اور محض
 بیجس مادے کے ذرات کے ملنے ملائے ٹوٹنے پھوٹنے کا شعبہ ہو جس
 نہیں نہیں صاف صاف بڑے زور شور سے دل گواہی دے رہا ہے کہ

یہ سب کسی ایک زبردست قوت ارادی لم یزل ولایزال ہستی کا کام ہے۔
عرف عام میں جس کا خدا نام ہے

دل گوہ است کہ در پردہ دلاری ہست	ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائی ہست
---------------------------------	----------------------------------

عقل موجودات کے جس موجود پر نظر کرے جان سکتا ہے کہ یہ خود بخود موجود نہیں ہوئے۔ اشجار میں نپتگی ثمر کا باعث آفتاب۔ انکی شیرینی کا سبب ماہتاب۔ ایک کا ایک ذریعہ۔ نہ بلا کا تب کتاب نہ بلا محاسب حساب غرض کوئی کام بلا کسی کاریگر کے انجام نہیں پاتا۔ اور کام بھی ایسا جسمین بمثل ترکیب ترتیب حکمت و تدبیر اور انتہا درجے کی صنعت پائی جائے۔ جب جملہ افعال محسوسہ میں ایک قوت حسی کی ضرورت مثلاً کتاب کے لیے کا تب کی ضرورت۔ گھڑی انجن وغیرہ عجائبات سے اُن کے کاریگروں کی ضرورت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اور قلب انسانی فوراً ان موجودات سے موجود کا ہونا ضروری تسلیم کر لیتا ہے تو کیا یہ بھی ممکن ہے کہ وہی قلب اتنے لمبے چوڑے کا رخا نہ دنیا کو دیکھ کر جسکے انتظام کا دور نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے جاری ہے۔ اُسکے صانع حقیقی مالک اصلی کے ہونے کا معترف نہو۔ یہ ناممکن بالکل محال ہے۔ فطرۃ انسانی۔ عقل انسانی۔ قلب انسانی۔ کوئی بھی خدا کے ہونے کا منکر نہیں۔ دہریہ زبانی نہیں نہیں کریں ذلک قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ کبھی نہ کبھی اُنھیں بھی اقرار ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور کرتے ہیں۔ غرض اس سے

انکار نہیں ہو سکتا کہ کوئی صانع ہو اور ضرور ہے۔ اور وہ بھی کیسا ایک
 جملہ عیوب سے مبرہ و منزہ لکھ لکھ لکھ لکھ عقلی بلند پروازی سے اُس
 برتر ہستی وحدہ لا شریک کہ کو دیکھنے بھالنے اور مثل دیگر مشہودات و
 مریات بدیہیہ کے چھونے ٹٹولنے کی تمنا یا خواہش یہی بے قیدی
 کا اول زینہ یا دہریت کا پہلا قدم ہے۔ عقل انسانی نے جملہ صفات ربانی
 کو احاطہ کیا۔ گویا صفت ربانی محدود ہوئی۔ جس سے خود ذات باری
 تبارک و تعالیٰ کا محدود ہونا مستلزم ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خود محدود یا محدود
 قوتوں والا لائق خدائی نہیں۔ حقائق فطرت اور باہیت اشیاء کی واقفیت
 کے متعلق ہمارے عقل محدود اور بالکل محدود ہے۔ ہاں صرف بقدر وسعت
 اشیاء کی خاصیت معلوم ہو جاتی ہے۔ رہے تو اے اور اکی انکا تو یہ حال ہے
 کہ ایک روح ہمارے جسم میں موجود ہے تمام عمر ہمارے ساتھ رہی اور آناً فاناً
 یون غائب ہوئی کہ گویا تھی ہی نہیں اور خاک بھی سمجھ میں نہ آیا کہ تھی یا نہ تھی
 مگر کیا تھی۔ یا مثلاً گشت مقناطیسی یا جذب انابیب شعری وغیرہ سے
 فلسفی راز حقیقت نتوانست کشود | گشت راز دیگران راز کہ افشای کرد

تجربات سے ثابت کہ ایک زمانے میں فلاسفون نے کوئی بات مسلمات
 میں ٹھہرائی دوسرے وقت وہی باطل قرار پائی۔ امور جدید النظر نے
 ہمیشہ ان کا تار و پود توڑنا ڈالا۔ یہی وجہ کہ قدم قدم پر ٹھوکر کھائیں۔

کبھی خاص ایک صورت پر قائم رہنے کی نوبت نہ آئی۔ ایک قاعدہ معین
 کیا دوسرے وقت پھر اُس سے انحراف کیا۔ اب بھی ظنیاات سے
 منکر نہ ہوں تو جدید مشاہدات تکذیب کو موجود۔ لامحالہ ماننا پڑا کہ غلط
 تھا اور اسمین پھر غلطی ہوگی اور ضرور ہوگی۔ جس قدر تجارب و مشاہدات
 آج تک قلمبند ہوئے اُن کے لیے یہ یقینی امر نہیں کہ ان کے خلاف
 یا ان سے عجیب و غریب یا ان سے بڑھ چڑھ کر ممکن الوقوع نہ ہوں چند
 مشہودہ قدرتوں کو قانون قدرت نہیں کہہ سکتے۔ انہی قوانین غیر محدود
 اور اُسکا قانون قدرت بھی غیر محدود ہے۔ عقل انسانی کی ایک حد ہے۔ غیر
 محدود۔ محدود میں نہیں آسکتا۔ یُوْمِئِنْ بِالْغَيْبِ کی شان ارفع
 ایمانی حالت یہ ہی ہے کہ فضول ایچ پیچ کو راہ ندین ممکن نہیں کہ اُس کی
 رحمت و تسکیر ہی نہ کرے اور یہ ہی علم الیقین صاف صاف عین الیقین
 وحق الیقین کی صورتیں نہ دکھائے۔ اپنی ہستی پر غور کریں عرفانی حالت
 پیدا ہو پھر ممکن نہیں کہ منکر رہیں۔ رہا فلسفیانہ چکر وہ تو نہ گیا ہو نہ جائے گا
 جب عبودیت سے انکار کی نوبت آئی ظاہر ہوا کہ دماغ بگڑا علم عقل پر
 غالب آیا۔ علم علم نہ رہا۔ عقل عقل نہ رہی۔ خوب عقل ہے کہ خدا کو خدا بھی مانیں
 اور ساتھ ہی ساتھ اُسکی قوتوں پر احاطہ کرنے کی امید بھی رکھیں۔ جو سمجھ میں
 نہ آئے صاف صاف انکار کر جائیں مگر مصیبت دبائے یا ضرورت پیش

آئے۔ سب مانیں سب سمجھیں۔ جب تک پر دارمچلی دیکھ نہ لی یا دُم کٹنے سے متواتر دُم کٹے گئے پیدا نہ ہوئے کوئی فلسفی قائل نہ تھا۔ جب تک دُم دار ستارے آسمان میں نظر نہ آئے خلاف قانون قدرت تھے۔ جب آنکھوں سے دیکھا تحت قدرت کی فہرست میں داخل کیا۔ فرمائیے اس داخل خارج میں کون سی شان عبدیت ہو جس سے ابدی نجات ابدی مسرت اور کبھی نہ فنا ہونے والی لذت کی امید نہ کی جائے۔ یہاں تک بھی مضائقہ نہ تھا کہ ان کے فضلہ خوار مقلدین ملکی و تہذیبی (پولیس) معاملات میں جولانی طبع دکھا دکھا کر نیپولین و لوٹھر کے ہم پلہ ہو جاتے یا ان سے بھی بڑھ جاتے مگر ستم تو یہ ہو کہ اپنی عقل جزئی و ناقص سے خدائی معاملات میں بھی رلے زنی نہ صرف رلے زنی بلکہ جرح قبح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صرف ایک لفظ **آن نیچرل** (خلاف قانون قدرت) یاد کر لیا۔ اور لگے ہر معاملے میں اُسی کو رٹنے اور یاد کرنے۔ ان کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ خود نیوٹن جو مسئلہ کشش کا موجد مانا جاتا ہوا جس نے کُنسن

۱۷ نیپولین بونا پارٹ ابتداً فرانسیسی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے تھا۔ رفتہ رفتہ اپنی بہادری و بیدار مغزی کے باعث تمام فرانس کا مالک ہو گیا۔ یورپ پر متحد فوج کشیاں کیں اور اپنی دلیری و نمایاں کامیابیوں کے باعث تمام یورپ میں تہلکہ ڈال دیا۔ بالآخر سنیت ہلنیا میں انتقال کیا۔ ۱۲۔

۱۸ سوٹھویں صدی میں ایک مشہور عاقل ہوا جس نے مذہب پر دسٹنٹ دعیسائیوں کا ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی اور یورپ کی سلطنت کلیسیا کو کا لہم کر دیا ۱۲ منہ۔

(علم) کو بالکل ہی اُلٹ پلٹ دیا اپنی عجز کا معترف ہوا۔ اور اعتراف کے
سوا چارہ ہی کیا۔ معلوم شد کہ یہ سچ معلوم نہ شد۔ بڑی سخت و فاحش غلطی
نہ صرف غلطی بلکہ بے دینی لاندہبی ہو کہ جو امر ہماری عقل میں نہ آئے۔ اُس سے
ہم صاف صاف انکار کر بیٹھیں یہی خیال دہریت کا اول زینہ اور یہ
بے قیدی کا پہلا قدم (فرسٹ اسٹپ) ہے۔ بہت صحیح فرمایا ہے

نہ ہر جاے مرکب تو ان خیتن

اگر جاہا سپر یا بداند ختن

فلسفہ و ہیئت کی ایک ایک فنی و وہی دلیل تو قابل تسلیم تھوڑی لکیر
ٹھہری اور اُس کا درمطلق موجود و بوجہ حقیقی کی حکیمانہ طاقتیں غیر محدود و قوتیں
اڈلین و اڈیل کے خیالات (خواہ وہ کتنے ہی نادرہ کیوں نہ ہوں) کے
برابر بھی قابل تسلیم نہ سمجھی جائیں۔ محض ایک نظام شمسی (آفتاب اور کل اجرام
فلکیہ جو اُس کے گرد حرکت کرتے ہیں اُن کے تمام انتظام کو نظام شمسی کہتے ہیں)
کے درست کرنے میں کہ پرنیکس و پوٹسی ڈونس سے لے کر نیوٹن
و ہرشل تک جو جو عقلی ٹھوکرین لگی ہیں اُسکا تماشہ اُس سے پوچھیے
جس نے آرجی ماریشن کی کتاب دیکھی ہو

فلسفی راجستم حق بین سخت نابینا بود

اگرچہ بیکن باشد و یا بوعلی سینا بود

۱۱ فرقہ نچرلسٹ کے مشہور و معروف عقلا جن کو لندن میں ہوئے ابھی بہت زمانہ نہیں ہوا۔ ۱۲

۱۲ یہ سب علم ہیئت قدیم و جدید کے خاص خاص عقلا ہیں۔ ۱۲ منہ

ہیئت کے مسائل میں ابتدا سے اس وقت تک جو جو خرابیاں ہوئیں
 اختلافات ہوتے چلے آئے اور رد و بدل جاری رہی وہ ارباب بینش
 سے مخفی نہوگی۔ علم ہیئت کا دار مدار صرف اسپر موقوف کہ آفتاب و زمین
 میں کس قدر بُعد ہے۔ اسی پر قیاس کرتے کرتے تمام قاعدے کشش و روشنی
 کی رفتار کے مرتب کر کے نظام شمسی درست کیا جاتا ہے۔ مگر صاف تو یہ ہے کہ
 آج تک یہ امر بھی طو نہوا کہ کس قدر بُعد واقعی ہے۔ مثلاً کوپرنیکس صاحب فرماتے
 ہیں - ۱۵۸۶ میل - پوسی ڈونیس - ۱۳۴۱ میل - نیوٹن صاحب قریب
 ۱۵۰۰۰ میل - ہرشل صاحب - ۲۳۹۸۳ میل ع

یہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بلجا

ایک خط نیوٹن نے ڈاکٹر ٹیلی کو لکھا کہ آپ نے آفتاب کا فاصلہ
 سات ہزار گونہ زمین کے قطر کا قرار دیا ہے اور فلنڈ و کسی نے بیس ہزار
 گونہ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ دونوں حساب درست ہیں۔ اب تو کچھ بے بنیاد
 کی ضرورت نہیں۔ اسپر سٹرمار لین لکھتے ہیں کہ نیوٹن ٹیلی سے کہتے
 ہیں کہ فاصلہ آفتاب کا دو کروڑ اسی لاکھ۔ خواہ آٹھ کروڑ چالیس میل ہے۔ پھر
 بھی دونوں یکساں ٹھہراتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی رے
 میں پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ کا فرق کسی شمار میں نہیں۔ نیوٹن جو اسکا
 انجام پر پہنچانے والا یا بانی مبنی ہوا سکا یہ حال کہ ۵ کروڑ ۶۰ ساٹھ لاکھ کا

فرق کسی حساب ہی میں نہیں لاتا۔ جب کسی تحقیق کا بطلان صرف ایک
 نیز عظم کے حساب میں ظاہر ہو گیا تو اور سیارات کے حساب میں کیا حال
 ہوگا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ہ فاعتبروا یا اولی الابصار ہ
 یہ حال تو ہیئت دانوں و فلاسفوں کا ہر جنھیں کچھ بھی عملیات سے واسطہ
 نہیں محض احتمالات کے چکر میں سرگردان لولا الاعتبار لبطلت
 الحکمة (اگر اعتبارات نہ ہوں تو فلسفہ بیکار ہو جائے) غرض اچھی طرح ظاہر
 ہو گیا کہ کوپرنیکس۔ کیلار و نیوٹن کے اقوال پر اس ہیئت جدیدہ کا اعتبار
 ہی اور طریقہ استخراج مسائل بھی قیاسات بعیدہ اور مائلت و مناسبت غیر ضروری
 کے ساتھ واضح ہو گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیشہ یہ مسائل مختلف فیہا چلے
 آتے ہیں۔ خود ہر شل صاحب لکھتے ہیں کہ یہ مسائل وقت ایجاد سے اکثر
 بدلتے رہے مختلف طور پر فرض کیے گئے اور قریب سو برس کے گزرے
 ہوں گے کہ بہت سے ذہین اور فہیم شخصوں نے ان کے مقرر کرنے کے واسطے
 جدوجہد کی۔ اب ایک درمیانی کا جھگڑا ملاحظہ ہو۔ مسٹر لینس کہ مخالف ہی
 نیوٹن سے وہ کہتا ہے کہ انتظام عالم سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ موافق ان
 اصول کے ہو جو حرکت مادہ سے متعلق ہیں۔ یا موافق قواعد علم ادب کے
 ہو وغیرہ ذلک من الاولیاء

خطہ یونان شہی بیت الحرم

اگر حکمت کا ردین بودی تمام

اپاے استدلالیان چوہین بود | پاے چوہین سخت بی ٹکین بود |

ہاں بیشک اسی عقل سے انسان بکلف ہو دونوں جہان کی بہتریاں اسی عقل پر
متفرع مگر اسی کے ساتھ ضرایاں بھی سب اسی سے ہیں۔ منشاء یہ کہ توسط
واعتدال کا پہلو جب تک بہا خیریت ہے۔ ورنہ خرابی و سرگردانی مصیبت و وقت
ہے۔ تمام اسی قدر تون پر حاوی ہونا۔ کل رازوں کا منکشف ہو جانا یا کلیتہً
تحقیق و تفتیش سے منہ پھیر لینا معطل محض کر دینا یہی افراط و تفریط ہے۔ خیر
الامور اوسط ہاں چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ عقل بھی ایک محد و دشہ ہے۔
وہ چیزیں جو حدود عقلی سے باہر ہیں اُس میں کس طرح سما جائیں۔ خداوند قادر
و قوی نے ہمیں جس قدر قوتیں سامعہ باصرہ شامہ وغیرہ و غیرہ عطا فرمائی ہیں
یا یوں سمجھیں کہ یہ سب قوتیں {قوت (FORCE) ہر خواہش میں یہ قوت بطور
جزو لازمی ضم ہے۔ یاد رہے کہ قوت کوئی ضائع نہیں ہوتی بلکہ وہ دوسری
ہئیت میں نظر آتی ہے۔ برہمی خصلتیں گہن۔ نیک عادتوں نے اُن کی جگہ
لی۔ بُرائی نے بھلائی کی صورت دکھائی۔ اور یہ بات قوت ارادی ہی
سے ممکن ہے۔ جب تک ضبطِ حس سے کام نہ لیا جائے گا قوت بہیمیہ ہمیشہ
باقی و قائم رہے گی جس کا نتیجہ لابدی نیکیوں سے دور رہنا اور بدیوں
میں مبتلا ہونا ہی {جو ہم میں موجود ہیں۔ کیا ہم ان سب سے ان کے
اندازے سے زیادہ کام لینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور اگر کرتے ہیں تو

ہرچہ ازنا ہی عیانست تاباہ	ہست بر اثبات صانع خود گواہ
و فی کل شیء لہ آیۃ	تدل علی انہ واحد

اور وہ بھی معرفت وجود واجب نظری نہیں بدیسی بلکہ اعلیٰ الٰہیات سے ہے۔ ایک بدوی سے پوچھا گیا کیف عرفت سر تا ک خدا کو کسطح

جانا پہچانا۔ اُس نے جواب دیا البعۃ تتدل علی البعیر والسروث
 علی الحیدر واثار الاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج وارضی
 ذات فجاج وبحار ذات امواج اما ندل علی الصانع العلیم القدیر
 جب جنگل میں میٹگنی دیکھتا اونٹ کے ہونے کا یقین کرتا ہوں۔ لیکن
 گدھے کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ نشان کف پا کسی کے چلنے پر دلالت کرتا
 ہے۔ تو اتنا بڑا آسمان برجوں والا۔ زمین سڑکوں راہوں والی دریا موحین
 مارنے والے کس طرح اپنے بنانے والے پر دلالت نہ کریں گے۔ اور اُس کے
 وجود و علم و قدرت کی سچی گواہی نہ دیں گے۔ ترجیح بلا مرجح کے بالبداہت
 محال ہونے کی بحث ان بظاہر زبانی انکار کرنے والوں کے لیے بہت
 کچھ تسکین دہ و فائدہ بخش ہو بشرطیکہ اُس فطرت سے کام لیں جسکی طرف
 فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا میں اشارہ ہے۔ جانور کھلے ہوئے
 میدان میں چر رہے ہیں۔ پتا کھڑکا اور وہ چونکے۔ پاؤں کی آہٹ
 پائی اور دم دبائی۔ آخر یہ کیوں؟ اس لیے کہ اُن کے دماغ میں جمی ہوئی
 ہے کہ کوئی فعل بلا فاعل واقع نہیں ہوتا۔ چوپایوں کی تو یہ حالت ہے اور جو
 اپنے کو اشرف المخلوقات سمجھتے ہیں۔ اُن کی یہ گت۔ یہ شامت کہ خلاف
 فطرت مخالف عقل سلیم ایک نہیں ہزار نہیں۔ مگر جب وقت آخر آیا۔
 یا کسی مصائب نے آدبا یا گے پکارنے اَمَّا يَا اللَّهُ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا

بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ۔ جس عقل کے ذریعہ سے ہم نے یہ جانا کہ خدا
 ہوا اور ضرور ہے۔ اُسی عقل نے یہ بھی بتایا کہ وہ ایک ہے۔ اُسین مطلق
 دوئی کی گنجائش نہیں۔ دو خدا ہونے میں مخالفت ہونا ممکن بلکہ یقینی ہے
 جیسے ایک کسی شے کو فنا کرنا چاہے اور دوسرا باقی رکھنا۔ تو دونوں میں
 سے ایک کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ ایک ہی شے کا ایک وقت
 میں فنا بھی ہونا اور باقی بھی رہنا۔ سراسر محال ہے۔ اور عاجزی منافی
 شان اُلوہیت۔ اسیلے تسلیم کرنا پڑا کہ خدا ایک ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ
 إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔

ہر گیارہ صاف صاف زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ وہ واحد ہی ملتا ہے عالم	وحدہ لا شریک نہ گوید
--	----------------------

ہر گیارہ صاف صاف زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ وہ واحد ہی ملتا ہے عالم
 ہر قادر ہے۔ اگر عالم نہ ہوتا تو کسی شے کا ایجاد بلا اُسکے علم کے ممکن نہ تھا۔ کیونکہ
 اول علم بعدہ ایجاد ہے۔ اگر قادر نہ ہوتا تو ایجاد شے سے عاجز ہوتا۔ اور عاجز
 لائقِ خدائی نہیں۔ بعض فلسفی صفات ربانی کے سمجھنے میں عجیب کمشن میں
 رہے۔ پہلے کہتا ہے۔ ”اس دنیا کی طرح کی مصیبتیں بہ کو کسی طرح یقین
 کرنے نہیں دیتیں کہ یہ ان کی حکمران طاقت رحیم ہے“ مسٹر وٹو ڈیڈ کہتے ہیں
 لے پروفیسر نہری ٹامس پہلے ایک مشہور و معروف فلاسفر۔ جس نے ڈارون کی تئوری کو
 اپنی انتہائی کوشش سے انتہا تک پہنچایا۔ ۱۲ منہ

”یکلیفین مصیبتیں بیا ریاں اور موت کیا یہ اپنے پیدا کرنے والے کی حم کی نشانیاں ہیں“ مسٹر بل فرماتے ہیں۔ ”یقین کرنا بہت ہی دشوار ہے کہ یہ رنج و آلام کا گھر (دنیا) ایسے خدا کا بنایا ہوا ہے جسکی رحمت وسیع اور قدرت غیر محدود ہے، ہاں تو قدرت غیر محدود کیا اور قادر مطلق سے مراد کیا ہے۔ قادر مطلق سے یہ مراد نہیں کہ مستحیلات اور محالات پر بھی اسکی قدرت جاری ہو۔ ورنہ لازم آئے گا کہ خدا اپنا مثل بھی پیدا کرے یا اپنا گلا آپ گھونٹ ڈالے۔ قادر مطلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس شے کو اُس نے نامکن عمل نہیں بنایا اُسپر اسکی قدرت جاری ہو۔ رہا رنج و آلام سے سابقہ یہ سب ہمارے ہی ہاتھوں ہے **مصرع**

ہم آپ پس ہے ہین کجخت ل کے ہاتھوں

ہمیں عقل کا روشن چراغ رہنمائی کو دیا گیا۔ نیک و بد کی تمیز کا قیمتی جوہر عطا ہوا۔ پھر اپنے ہاتھوں گناہ کا مرتکب ہونا اور بلاؤں میں پڑنا یہ خود ہمارا ہی کام ہے۔ اُس رحیم و کریم پر ناحق الزام ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ حضرت انسان بھی غنیمت اور بہت غنیمت ہیں۔ کوئی گناہ کا مرتکب ہو۔ سزا نہ پائے تو خدا انصاف نہیں۔ اگر سزا ملے اور کسی بلا میں مبتلا ہو تو خدا اظالم ٹھہرا۔ حالانکہ یہ سزا ہی نہ بلا۔ محض تنبیہ سی تنبیہ۔ اور خدا

لَهُ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَنفُسَكُمُ لِلَّهِ لَئِنْ بَظَلْتُمْ تَتَّخِذُوا مِنِّي حَافِظًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ ۱۲۵

رحیم ہونے کی بین دلیل ہے۔ کہ نہ آئندہ از کتاب ہونہ دائمی سزا کی نوبت آئے۔ اب رہا یہ امر کہ بعض آلام میں گناہ کی کوئی آمیزش نظر نہیں آتی کہ ہم اُن آلام کو کسی گناہ کا نتیجہ کہہ سکیں صاف تو یہ ہے کہ اُنہیں بھی ہماری ہی بہتری اور جلائی مضمحل فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة سچائی و راستبازی صبر و استقلال غرض ہر نیک عادات کا مجموعہ سچ تو یہ ہے کہ رنج و آلام ہی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ انسانی خیال کے پر کھنے کے لیے نعمت اور مصیبت کی کسوٹی سے بہتر کوئی کسوٹی نہیں۔ ایمان بالغیب کا پختہ یقین مصیبت ہی کے بعد ہوتا ہے۔ نیکی کے پچاسون سبق مصیبت میں ازبر ہو جاتے اور زندگی بھر خضر راہ رہتے ہیں۔ ظاہر پرست اسکو بلا اور خدا کو ظالم ٹھہراتے ہیں حقیقۃً بلا بلا نہیں تا زیار غفلت اور ہوا و ہوس سے کنارہ کشی کا پختہ سبق ہے۔ رہے اہل باطن اُن کو تو اس میں جولت ملتی ہے وہ زبان پر نہیں آسکتی۔

نشو و نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ	سرزستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی
---------------------------------	---------------------------------

وہ سمیع و بصیر۔ قدیر و خبیر۔ غرض اچھی سے اچھی اور عمدہ سے عمدہ جتنی صفتیں ہیں۔ اُن سب سے متصف ہے کہ جو انسانی وہم و خیال میں بھی نہ سکیں۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ہر سبب و سبب اور لایزال ہستی کے جاننے اور ماننے کے بعد اس مشیت خاک فانی انسان کے لیے ضروری بلکہ لازمی ہے کہ وہ اپنے کو دیکھے۔ اصلیت سے آگاہ ہو۔ حقیقت کو

جانے صفات میں نہ اُبھے۔ ذات کو پہچانے کہ اپنی جان پہچان حقیقتہً اُس
 اعلیٰ ہستی کی پہچان ہے۔ یہی جان پہچان ایقان۔ یہی عرفان ہے۔ من عرف
 نفسه فقد عرف ربه اگر یہ نہیں تو اس آفرینش کا آخر مقصد صلی کیا ہے؟
 انسان کو انسان ہی ہونا شکل اور سب آسان ہے۔ آدمی کی صفت یہی ہے کہ
 آدمی ہو۔ انسان نام ہے روح اور جسم کے مجموعے کا۔ کام بھی دونوں کے
 مختلف ہیں۔ مگر نتیجہ واحد ہے۔ صاف لفظوں میں یوں سمجھنا چاہیے کہ جسم
 محسوس روح غیر محسوس ہے۔ جسم کو عالم شہادت۔ عالم دنیا سے تعبیر کرنا
 جنس کو جنس سے ملانا۔ روح کو عالم غیب عالم روحانی یا عالم آخرت سے
 نامزد کرنا اصل کو اصل تک پہنچانا ہے۔ اور دونوں کا نتیجہ اس طرح واحد
 ہوا کہ دل بیا رودست بکارے

مجھ میں اُس میں ربط ہے اے ذوق مشعل بوگل

وہ رہا آغوش میں لیکن گریزان ہی رہا
 ہاں یہی اسلامی تصوف بلکہ فلسفہ تصوف ہے۔ جسمانیت روحانیت کی
 تفریق یہی عالم اجسام کا اصل خواص ہے۔ ورنہ حقیقتہً جس کا غلبہ ہوگا اُس پر
 اطلاق واحد کا طور ہوگا۔ جسمانی خواص روحانی اثر پر غالب آئے۔ آدمی
 ترقیان زور وں پر ہوئیں روحانیت کا نام بھی نہ لگایا۔ یا روحانی انوائے
 جسمی تاریکی کا نور کی مادیت کا وجود بھی باقی نہ رہا۔ اب دونوں کا مجموعہ ایک ہوا

جسم کو یا روح۔ مادیت یا روحانیت۔ کھلے ہوئے لفظوں میں یوں سمجھو کہ دین یا دنیا۔ اسلامی تصوف نے دین و دنیا میں مغایرت کی تعلیم نہیں دی۔ بظاہر جو کچھ مغایرت نظر آتی ہے وہ جزو و کل کی منطقی مغایرت سے زیادہ نہیں۔ حقیقت واحد کا طور نہ کچھ فکر نہ غور سے

جزو ہا را روے ہا سوے کل ست	لبلان را عشق یا روے گل ست
----------------------------	---------------------------

تصوف صرف یہ چاہتا ہے کہ تم کو خدا نے آدمی بنایا۔ آدمی بنکر رہو۔ وہ یہ بھی پکار پکار کے کہتا ہے کہ جب تک میرے حلقے میں قدم نہ رکھو گے آدمی کہے جانے کے مستحق نہ ہو گے۔ تصوف کا یہ دعویٰ محض زبانی جمع خرچ نہیں خوب یاد رکھو صوفی اعلیٰ درجے کے فلاسفر کو کہتے ہیں۔ ان کی سائنٹفک شالین جو اس مادہ کی محتاج نہیں ہوتیں۔ وہ دلیل و مدلول علت و معلول کی پیچ در پیچ راہوں میں پڑ کر قدم قدم پر ٹھوکرین نہیں کھاتے وہ دل سے کہتے ہیں۔ دل ہی میں بٹھیتی ہے۔ ان کے یہاں شہادت عینی نہیں قلبی ہے۔ ان کی قیل و قال بھی محبت سے خالی نہیں۔ ہاں عجیب یا دایا تکمل الناس علی قدر عقولہم ہر شخص کے لہجہ میں اسکی تعلیم خوب ہوتی ہے۔

اب صاف صاف سنو۔ حضرت انسان فطرۃً بدی کی طرف مائل ہیں اگر یوں ہی بے ترتیب چھوڑ دیے جائیں تو دنیا میں نہ خود امن سے

رہیں نہ کسی کو رہنے دین۔ یہ مثال بدیہی ہے۔ جیسی تربیت۔ صحبت بچپن سے ہوگی بتدریج ویسا ہی اثر گویا طبیعت ثانی ہو جاتا ہے۔ جب یہ حال ناقص تربیت خراب صحبت سے ظاہر ہوا تو عدم تربیت کا جو آل کار ہوگا اسکی ادنیٰ مثال یا مالوہ کے ہیلون میں پائی جائیگی۔ یا اوڈیہ کے قدیم پتے پوشون میں خُلُوْا لَشَّانُ ضَعِیْفًاہ میں یہی خاص نکتہ ہے۔ انسان کی سرشت میں اماریت کا غلبہ ہے۔ گویا یہ صفت جلی۔ پیدائشی اور سب کے ساتھ مختص ہے۔ اور اس کا کام بدی کی طرف مائل کرنا ہے۔

اسلامی آسمانی کتاب ناطق ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَا مَارَاةً بِالْشُّعْرِ ط لَقُوْنَ اسی بدی کی جڑ برائی کے درخت کو جڑ بنیاد سے کھود کر پھینک دینے کا نام ہے کہ نہ یہ زہر بلا درخت رہے گا۔ نہ اس کے سائے میں حیوانیت جہالت سفاہت نفسانیت کا شکر اپنا پڑاؤ ڈالے گا کہ دنیا میں نیکی کم ہو۔ اور بدی کا دور دورہ ہو عفت اور حیا جاتی رہے۔ راستبازی اور دیانت مفقود ہو۔ نہ کرم ہو نہ سخاوت نہ ہمت نہ شجاعت۔ اخلاق حسنہ پامال ہوں۔ افعال سیئہ کی گرم بازاری ہو۔ خلاصہ یہ کہ آفرینش کا اصل مقصد انخطاط کی صورت دکھائے۔ یعنی انسان۔ انسان نہ رہے ہاں اسی شجرہٴ حبیشہ کو ریاضت کی آری سے کاٹنے کا نام تزکیہٴ نفس ہے صوفیہ کرام کفر کہتے ہیں اساس الکفر قیامت علی مراد نفسا

تزکیہ نفس کی تاکید فرقان حمیدین شدت کے ساتھ ہے۔ یتلوا علیہم
 آیتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ قد افلح من زکھا وقد خاب
 من ذلک شہا یہ ہے تصوف کی اصل حقیقت اور اس عظیم الشان عمارت
 کی بنیادی اینٹ۔ اب وہ کون سلیم القلب انسان ہے کہ اصل تصوف کا
 منکر رکھ بھی اپنے کو انسانوں میں شمار کر سکے۔ یا وہ اپنے کو انسان کہہ
 جانے کا مستحق سمجھے اب تزکیہ نفسی کی دو صورتیں ہیں۔

اول اتالیق کی ضرورت۔

دوسرے اُسکی ہدایات پر عمل درآمد۔ اصطلاح تصوف میں
 اتالیق کو مرشد یا شیخ کہتے ہیں اور اُسکی ہدایات پر عمل درآمد کا نام مجاہدہ ہے۔
 ان ہدایات پر استوار و قائم رہنے کے لیے جس معاہدہ کی ضرورت
 واقع ہوئی اُسی کا بیعت ہے۔ ہمارے حضور آنجناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ہمنشین نیک (اتالیق یا مرشد) کی مثال عطار سے
 دیتے ہیں کہ عطار کو عطر نہ دے مگر خوشبو خود بخود پہونچے گی۔ اور ہمنشین
 کی مثال آہنگر کی سی ہے۔ کہ وہ خواہ قصد کرے یا نہ کرے دھواں اور
 شرارے دماغ تک ضرور بالضرور پہونچیں گے۔ کما قال النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم مثل الجلیس الصالح کمثل لعل طارن لم یحترک من عطر عبق
 باک رائحة و مثل الجلیس السوء کمثل القین ان لم یحرق نارہ عبق باک

راشحة د خانه و شد سر اگر اتالیق یا مرشد کامل نہیں (کامل نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُسے خود تزکیہ نفسی کو حد کامل تک نہیں پہنچایا یا زبانی قیل و قال سے تہذیب نفس کے کل مدارج طے کر لیے۔ خود عملیات سے واسطہ نہیں رکھا۔ یعنی محض جہانیت پر عامل۔ روحانیت سے غافل رہا ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ انسان روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس لیے یہ لازمی ہے کہ تربیت کنندہ کی روحانیت اُسکی جہانیت پر غالب آگئی ہو۔ یعنی وہ خود روحانی کہے جانے کا مستحق ہو۔ اور اُسکی ادنیٰ شناخت یہی ہے کہ اُسکی صحبت اپنا رنگ جائے یعنی آدمی کو آدمی بنائے تو اُسکی صحبت اور تربیت سے خاک اثر نہ ہوگا **مصرع**

اونخویشن گمست کر رہبری کن

فرقان حمیدین اُسکے اوصاف اسطرح ہیں فَوَجَدَ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ لَّا نُعَلِّمُهُ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةً يَّهْدِيْهِمْ بِالْحَقِّ

بر برج حقیقت اختر اند

در راہ خدا سے بہر اند

دریا صفت اند آرمیدہ

دوستہ و کردہ و رسیدہ

با علم و عمل زبان شان راست

میزان صفت اند بے کم و کاست

اب ضرورت ہے کہ قوت ارادی کو کام میں لائیں۔ یعنی مجاہدے کی
 نظر میں مجاہدہ نفسی ہی جہاد اکبر کہلاتا ہے۔

نفس بدر اور ریاضت گمشمال | تا نہ انداز دتر اندرو بال

ذکر۔ فکری مراقبہ بھی اسکے زیر کرنے کے ہتھیار ہیں۔ وجہ یہ کہ نفس کو مشغولیت
 کا موقع نہ ملے گا۔ رفتہ رفتہ غالب خود مغلوب ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے
 کہ فرقان حمید میں اصحاب تفکر و ارباب تذکر کو شرف خطاب سے مشرف
 فرمایا اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُوءًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ
 فِي خُلُقِ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰتِ
 کے متعلق کلام ربانی میں ارشاد ہوا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ
 اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ هِمْ هِمْ اس آیت کے مراقبہ میں عجب سر توحید
 کا اظہار ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ”بیعت کہ فعلے تست فعل تو نباش فعل میں
 بلکہ یہ توید میں ست چون یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا وہاں پس یہ بیعت
 کنندہ ہم یہ او باشد۔ پس صاحب بیعت خود ہم یا خود بیعت کردہ باشد
 فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ دِل برین سرست۔

۱۔ انسان میں بدی کا میلان فطری ہے۔ قوت ارادی ہی سے بدی مغلوب اور نیکی غالب
 ہو جاتی ہے۔ اگر انسان نے اس قوت ارادی سے کام نہ لیا تو اسکی حالت جا نوروں کی سی ہو جی
 جن میں نیکی و بدی کا امتیاز ہی سرے سے ندارد ہے۔ اور یہ یقینی ہے کہ بد نیکی ہی کا بھاری رہینگا۔
 اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِنُ بِهِنَّ السَّيِّئَاتِ - ۱۲ منہ

بشی در خواب دستم داد دلدار	کہ این دتم برای جان دلدار
بروی سینه دست خویش دیم	چو گشتم من خواب خویش بیدار
العلم نقطۃ کثرها الجهال ۵	
سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر دوست	علمی کہ راہ حق نماید جہالت ست
پس علم حسیت کہ نقطۃ وحدت را بند و از جہالت دیدن غیر پاک باشد۔	
جاہل کسیت کہ غیر بند۔ لکن اشک کج خلق عکاس بر خوان ۵	
بیای طالب جو یای دلدار	بہ بین در جان معنی صورت یار
کہ نقطہ در مراتب کرد حرکت	بر آمد صورت پر کار و وار (طالع شریف)
<p>شیخ کی ضرورت۔ بعیت۔ تصفیہ باطن۔ تزکیہ نفس۔ قوت ارادی۔ قوت فطری۔ ذکر شغل۔ اخلاق حسنہ۔ اخلاق رذیلہ۔ وغیرہ وغیرہ ان تمام مراتب کی تصریح تحفہ درویش نمبر ۱۲۰ میں مدلل طریقے سے کردی گئی ہے۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست۔</p> <p>اب رہی یہ بات کہ روح میں کون کون سے ادراکات مادہ ہر یا نہیں۔ اور اسکی قوت بدر کہ مفارقت جسمانی کے بعد اور بڑھ جاتی ہے یا جسم کے فنا ہونے کے ساتھ ہی خود بھی فنا ہو جاتی ہے۔ یعنی روح ابدی نہیں۔ اسکے متعلق اس تحریر میں نہ کچھ لکھا گیا نہ اسکی حاجت تھی کہ پہلے ہی یہ مرحلہ طر ہو گیا ہے۔ اب کہ مادیت کا بڑا زور شور ہے۔ زندگی میں نہیں تو مرنے پر اقرار</p>	

کرنے کو جی اُٹھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس سے کوئی بھی انکاری نہیں
بادی النظر میں آزادی کے لیے یہ پہلو بہت خوشنامعلوم ہوتا ہے۔

یا رقیبان جدل فزون پیشہ | یا راکشہ از جدل رستیم

مگر نفس لوامہ ہر کہ وہ کسی طرح ساتھ نہیں دیتا۔ جب روح فانی ہو تو عالم
جزا و سزا کسکے لیے ہیں۔ او اگون ولے (یعنی دھرم شاستری) بھی ایک
ہمارے لو کے قائل ہیں۔ یہ بھی نہ سہی جنم در جنم جزا و سزا کے معترف ہیں
آریہ بھی ایک مکتی خانہ لیے بیٹھے ہیں۔ اور کرنی بھرنی کے معتقد ہیں
گو ان کے معتقات میں ایک شریلا یعقل محض یعنی مادہ انادی مانا گیا ہے۔
اور باوجود دنیا سے دانی اور دعوے توحید ایک مل تین اور تین مل ایک
کے عجیب و غریب فریمشن میں عیسائی فلسفیوں سے دو چار قدم آگے
ہی نظر آتے ہیں۔ مگر نہیں ع قدم عشق بیشتر بہتر
ہاں تو منشاء یہ کہ جب روح فانی ہوئی تو اب باقی کیا رہا۔ کیسی تہذیب
کہان کی شائستگی نیکی کیا بدی کیا۔ ایک سرے سے ہٹھ چا دو۔ ادھر سے
ادھر تک آگ لگا دو۔ خوب یاد رہے کہ اخلاقی زندگی میں کسی ایک برتر
ہستی کا ماننا روح کا ابدی جاننا واجبات سے ہے۔ اور وہ برتر ہستی
بھی کیسی جو خود نیک اور نیکی پسند ہے۔ جس نے عقل و تمیز کا بے بہا گوہر
انسان کو عطا فرمایا۔ بھلائی بُرائی کے پرکھنے کی کسوٹی نفس لوامہ کو

بنایا۔ پھر ہم اُسے کام میں کیوں نہ لائیں اور وہ کونسی وجہ ہو کہ ہم معذو
 سمجھے جائیں۔ جو اس خمسہ ظاہری سے اشیائے خارجی کے وجود کا
 پتہ لگتا ہو۔ اور ہم ان حواس پر ہر طرح اعتبار کرتے ہیں۔ ایسے ہی قوت
 حافظہ کی صحت واقعات و حادثات گذشتہ کی یاد دہانی کی بنا پر تسلیم کر لی جاتی
 ہو۔ یوں ہی قوت فکری یا تفتیش کسی زبردست قوت ارادی (علت
 معلل) کی معترف ہوتی اور ہمیں اُسکی صداقت پر یقین ہوتا ہے پھر آخر
 کونسی وجہ یا دلیل ہو کہ ہم ان تمام قوتوں پر تو اعتماد کریں اور نفسِ لواہ
 کے اثرات سے موثر نہ ہوں۔ نیک کونیک سمجھیں۔ بد کو بد نہ کہیں۔
 بُرائی بھلائی میں کیساں اثر پذیر ہوں کاشا و کلا یہ کبھی ممکن نہیں۔ صُول
 یوٹلٹی کے ماننے والے بھی اس سے انکاری نہیں ہو سکتے۔ (زبانِ کسی
 قدر نہیں کہیں مگر عملاً ممکن نہیں کہ انکاری ہوں) کہ ہر کام کی خوبی اُس
 کام کے اچھے بُرے ہونے پر موقوف ہو۔ محض فائدے پر منحصر نہیں جانِ بل
 جو سب سے زیادہ مسئلہ افادہ کا موید ہو ایک مقام پر ایک فرقے کی تردید
 میں (جس کا خیال ہو کہ خدا ہمیشہ انتظامِ عالم میں اُن اصول کا پابند نہیں
 جو اخلاقاً تحسن ہیں) کہتا ہو کہ ”میں اس خدا کو خدا نہ مانگوں گا جو صفاتِ محمودہ
 کا جامع نہ ہو۔ خدا کو بد اخلاق ماننے سے عذاب و دوزخِ سہل اور نہایت سہل
 ہو“ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مل نے مسئلہ افادہ میں اوجہ تو یہی کیا کہ نیک

کام وہی ہو جس سے عام خوشی اور عام فائدہ ہو اور پھر خود ہی بدی کے کام سے خواہ اس میں کتنا ہی عام فائدہ اور خوشی چل ہو منکر ہوتا اور اپنی طبعی نیکی کی وجہ سے سچی خدا پرستی پر آجاتا اور خود ہی مسئلہ فائدہ کا ستیاہل کرنے والا ہو جاتا ہے۔ مختصر قوت تمیز سے انکاری ہونا ہر کام کی خوبی کو اس کام کے اچھے بُرے ہونے پر موقوف نہ رکھنا ناممکن بلکہ محال ہے۔ تو کیا جس زبردست قوت سے اس قوت کا (مع دیگر قوتوں کے) ظہور ہوا خود اس کے نزدیک نیکی بدی بھلائی بُرائی میں فرق بین نہیں؟ یا وہ خود نیک اور نیکی پسند نہیں؟ کیا وہ خود تمام نیک اوصاف کا مجموعہ نہیں؟ جس کے پاس خود کچھ نہیں وہ دوسرے کو کیا دیکھا تھا؟ **اللہ مَعْنِ خَلْقَ عُلُوًّا** کہیں؟ ہاں یہی قوت تمیز عبدیت الوہیت کے مراتب بتاتی یعنی خالق اور مخلوق (CREATION AND CREATOR) کے تعلق کو سمجھاتی اور بالآخر انسان کو انسان بناتی ہے۔ کارڈنیل نیومن نے کیا خوب کہا ہے۔

اگر کسی گناہ کے ارتکاب کے بعد ہم ویسے ہی محبوب ہوں جیسا حجاب ہمیں اپنی پیاری مان کے ستانے کے بعد ہوتا ہے۔ اگر کسی نیک کام کے انجام کے بعد ہم کو وہی مسرت نصیب ہو جو باپ کے تحسین کے بعد ہوتی ہے۔ تو ہم اس پر متیقن ہیں کہ ہم کسی زبردست قوت کے روبرو اپنے تمام افعال کے جواب دہ ہوں گے خواہ ہمارا فلسفیانہ دماغ اس کا مقرر ہوا ہو

اور ہم یقینی کسی حاکم کے احکام کے پابند ہیں خواہ ہماری عقل اُسے سمجھے یا نہ سمجھے۔ دوستو۔ اخلاقی دنیا میں قدم رکھنے والو! سمجھو اور خوب سمجھو اگر یہ عقیدہ صحیح نہیں (یعنی عالم جزا و سزا کچھ نہیں) اور محض خیال ہی خیال ہے تو انسانی افضلیت کا بھی خاتمہ۔ بلکہ خود انسانیت کا نام لینا بھی محال ہے۔ یہ کیوں۔ اسلئے کہ نیکی بدی سب رائےگان۔ خیر و شر سب بیسان۔ راستبازی دیانت امانت سب بیکار۔ جھوٹ۔ دغا۔ مکر۔ فریب ہر دم گلے کا ہار۔ پھر اخلاقی حالات سے واسطہ کیا اور آدمی بننے کا ضابطہ کیا۔ مصرع

دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریبان

ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے پروفیسر گال و رابرٹس نے کیا خوب کہا ہے: اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا لمپ فرض کریں جو نہیں جلتا ہے تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے۔ لیکن اگر اسکو مثل ایک ایسے لمپ کے خیال کریں کہ جو جلا یا گیا ہے تو ہیکو اس کا پورا یقین ہے کہ وہ اب دہ سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ ٹکڑ ہو جائے گا۔

سٹرڈبلو ٹامسن کہتے ہیں: کل نیورس (عالم) ایک سٹم ہے جسکی ابتدا ہے اور ختم ہوگا۔ اسلئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک حال پر اور ایک ہی

راکھان تھیں۔ ایسے یوم البحر مقرر ہوا کہ سب نیلی و بدی کے معترف ہو کر
جزا و سزا کے مستحق ہوں۔ لعن بعد الموت غلات نہیں (قیاس کی
پٹی بھی آنکھوں سے ہٹا دیجائے گی جب نظر آئے گا، لَقَدْ كُنْتُمْ فِي
عَقْلٍ مِّنْ هَذَا فَلَکُنَّا عَمَّا كَفَخْنَا لَکُمْ بَصَرًا لِّیَوْمٍ حَدِیدٌ ۝ جب کچھ بھی نہ
تھا۔ تو یہ سب کچھ ہوا۔ اب ہو کر ہونا یہ ہونا نہ ہونا کیون ہوا۔ حادث سے
قنا ہوے پھر منظور ہوا وہی کے وہی ہو گئے مِمَّا خَلَقْنَا کُمْ وَفِیْہَا نَعِیدُکُمْ
وَمِنْہَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً أُخْرٰی ۝ پہلے بھی اس مسئلہ میں بہت جھک مار چکے
مدلل جواب سے لاجواب ہوئے۔ اَوَلَمْ یَکُنْ لِّلْاِنْسَانِ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا
ہُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّلَیْسَ خَلْقُہٗ ؕ قَالَ مِّنْ بُّحْبٰی الْعِظَامِ
وہی کہ ہم نے قُلْ یٰحٰیہَا الَّذِیْ اَنْشَاہَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَہُوَ یُکَلِّیْ خَلْقَہٗ عَلِیْمٌ ۝ الَّذِیْ
جَعَلَ لَکُم مِّنَ الشَّجَرِ اَلْاُخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مُنۡہُ تُوقِدُوْنَ ۝ اَوَلِیْسَ
الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِنۡہُمْ جُنۡدًا ۖ وَہُوَ الْخَلَّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝

۱۷ تو خبر رہا اُس دن سے اب کھول دی ہم نے تجھ پر سے تیری نہ ہیری اب تیری نگاہ آج تیرے ۱۲

۱۸ اس میں سے ہم نے نمونہ بنایا اور اسی میں نکو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکو نکالیں گے دوسری بار ۱۲

۱۹ کیا نہیں دیکھتا آدمی یہ کہ ہم نے اُسکو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا پس ناگمان وہ جھگڑنے والا ہے ظاہر اور

بیان کرتا ہے ہمارے واسطے ایک مثال درج بول گیا اپنی پیدائش۔ کہتا ہے کہ کون نہ کہ گیا ہڈیوں کو اور وہ کل

گھنی ہو گئی۔ کہ زندہ کر گیا وہ اُن کو جس نے پیدا کیا ان کو اول بار۔ اور سب پیدا کیے گئے کا جاننے والا ہے۔ جس نے پیدا

کیا۔ تھارے لیے سبز و زرخشت سے آگ پس (اُسوقت) تم اُس میں سے روشن کرتے ہو۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا

کیا۔ کیا اُس میں قدرت نہیں کہ مانند اُن کے پیدا کرے بیشک (اُس میں قدرت ہے) اور وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے ۱۲

رہا خیر و شر۔ قضا و تقدیر کا مسئلہ اسکا حال یہ ہے کہ لا جبر و لا قدر
 وَلَکِنَّ أَمْرًا بَيْنَ أَمْرَيْنِ۔ اور تقدیر کے لغوی معنی ہیں اندازہ ٹھہرانا
 دنیا میں کوئی شے بلا اندازہ نہیں۔ تقدیر وہ اندازہ ہے۔ جو خدا نے پہلے ہی
 سب سے کر لیا۔ قضا حکم الہی کو کہتے ہیں جو مخلوقات کے حق میں دفعتاً
 واقع ہو۔ تنویر اسی مسئلہ میں سخت گمراہ ہوئے۔ دو خالق مان بیٹھے۔
 کہتے ہیں کہ نسبت شر حق تعالیٰ کی طرف کیسے کریں۔ کہ وہ حکیم ہے اور
 اضافت شر کی حکیم کی۔ **وَلَا جبر و لا قدر۔ صراطِ مستقیم۔ خالقِ خیر**
 یزدان ہے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ شرکت الوہیت منافی شان الوہیت ہے۔ مَسَا
 قَدْ رَوَّاهُ اللَّهُ حَقًّا فَكَذَّبُوا بِرُءُوسِهِمْ اَلْهُونَ نے نہیں سمجھا اللہ کو جیسا سمجھنا چاہیے
 ایجادِ شر میں حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے مثلاً کہ نافع و ضار کی پیدائش سے
 وعدہ و وعید کے معنوں کی تحقیق کامل ہو۔ کیونکہ جو لذت نعمت و دروغ و عقوبت
 نہ جانے وہ اوامر و نواہی خداوند تعالیٰ کا کلب پابند رہ سکتا ہے۔ علاوہ
 بریں نیکی وہی قابل ستائش ہے جو غلبہ خواہشات پر کی جائے۔ مثل اسکے
 اور بہت سی حکمتیں ہیں۔ معدن المعانی کی ایک حکایت مناسب موقع پر
 حکایت ایک عارفہ ایک دانشمند تنویر کے پاس ایک عقرب موم کا
 بنا کر لے گئی۔ اور ظاہر کیا کہ مین بھی تنویر ہوں۔ مگر ایک وقت مسئلہ صانع
 وحدت میں پیش آئی ہے۔ تو سمجھا ورنہ اس عقیدے سے دست بردار ہوتی

ہوں۔ بعدہ وہ مومی عقرب سامنے رکھ کر پوچھا کہ اس عقرب کو کس نے
 پیدا کیا۔ دانشمند نے کہا اہرمن نے۔ عارف نے کہا کہ اس میں ہر کس نے
 رکھا۔ پھر وہی جواب ملا کہ اہرمن نے۔ عارف نے کہا کہ جو وقت اہرمن نے
 عقرب پیدا کیا اور اُس میں زہر رکھا یزدان کو علم تھا یا نہیں جلد جواب دے
 دانشمند لا جواب ہوا۔ اگر کہتا ہے کہ یزدان کو خبر تھی تو کہا جائے گا کہ اُس نے
 شر سے خیر کیوں نہ کیا۔ اور اگر کہتا ہے کہ علم نہ تھا تو جمل لازم آتا ہے۔
 اور جاہل شایان اُلوہیت نہیں۔ ناچار مضطر و ملزم ہوا۔ اور عقیدہ فاسد
 سے نائب ہو کر مذہب ثنویہ سے دست برداری اختیار کی **يُفْعَلُ اللّٰهُ**
مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا يُؤَيِّدُ

ہاں تو کہنا یہ ہے کہ آدمی ہو کر تصوف سے منکر ہونا آدمیت سے بعید
 ہے معتز ضنین مادہ پرستوں نے تصوف کو بنام کرنے کا یہ ڈھنگ اختیار
 کیا ہے کہ جی کھول کر سادہ لوحوں پر منہ آتے ہیں۔ قبر پرستی۔ چوہ پرستی۔
 چادر پرستی سے عوام کو بھڑکاتے ہیں کہیں اعراس اولیا پر پھپھتی شروع
 کی کہیں فاستحہ درود پر طعن و شنیع۔ اولیا کی شان میں گستاخی۔ انبیاء کی جناب
 میں بیباکی۔ نہ عرب کو چھوڑا نہ ہند کو ایک نگاہ میں سب کو گھائل کر دیا ہے
 تیر تو چورہ کر دے کمانے بہ کیلئے

ایک صید نیا سود زمانے بندھنے

۱۷۱۲ء چاہے کرے اور سب اُسی کے قبضہ میں ہے۔ خیر و شر پر یہ اُسی کا اختیار ۱۲۷۲ھ

چونہ پرستی چادر پرستی قبر پرستی نہ تصوف ہے نہ اصول تصوف۔ اسلامی تصوف صرف ایک خدا پرستی سکھاتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اسی حلقہ میں بلاتا ہے۔ یہاں مزارات متبرکہ پر جانا۔ یہ نہ قبر پرستی ہے نہ چونہ پرستی زیارت کا مقابر کا جو مقصد ہے اور صوفیہ کو اس میں جو کیفیت حاصل ہوتی ہے یہاں ان باتوں کا موقع نہیں۔ باقی اعراس اولیا پر طعن تشنیع اسکا حال یہ ہے کہ دل کی سختگی نے تھیں انکاری بنایا۔ جب دل کی آنکھیں کھلیں گی۔ جو دیکھنا ہو دیکھ لو گے قَالَ عَزَّوَجَلَّ لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ فروعات کو اصل شوق قرار دینا۔ اور اس صورت سے طوفان بے تیزی اٹھانا کسی سمجھدار کا کام نہیں۔ عوام کا لانا عام ہر مذہب و ملت میں موجود ہیں۔ ان کے اقوال و افعال نہ قابل حجت ہیں اور نہ اصل شوق پر مذہب موم ہونے کا فتویٰ جاری ہو سکتا ہے۔ اس مختصر سی تحریر میں تصوف کا اصل مقصد ظاہر کر دیا گیا۔ اگر توفیق ہو تو کار بند ہو۔ اور آدمی بن جاؤ۔ ورنہ کم از کم دریدہ دہنی سے باز آؤ اور خاموش ہو جاؤ۔

إِنَّا لِلّٰهِ ثُمَّ إِلَآ لِلّٰهِ

صورت از بے صورتے آید برون

باز شد کا نا الیہ راجعون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



ہوالہادی

مذہب کسے کہتے ہیں۔ مذہب نام ہے انسانی صلاح کا۔ انسان کہتے ہیں روح اور جسم کے مجموعے کو۔ جسم کو ظاہر اور روح کو باطن سمجھو۔ تو گویا مذہب ظاہر و باطن کی اصلاح کی طرف بلاتا یعنی آدمی بنانا چاہتا ہے۔ آدمی کا خود یہ حال کہ فطرتاً ہی کی طرف راغب اور ضعیف الخلق ہے۔ اس کی قوت فطری اپنے میلان طبعی کے باعث وہی پہلو اختیار کرتی ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو (Energy flows in the line of least

resistance.) اگر قوت بالا ارادہ (Power) کا عمل درآمد نہ ہو

تو فتنہ و فساد سے مفر نہ ہو۔ انسان میں علاوہ ضعف خلقت امارت کا غلبہ ہے یہاں قوت فطری سے جو ارادہ لگتی اسکی صحیح تعریف یہ کہ مرغوب کے فٹ نوٹ میں بیان کر دی گئی ہے یعنی انسان فطرتاً ضعیف اور امارت کا محکوم ہے۔ لہذا وہی پہلو اختیار کر گیا جس میں کچھ بھی رکاوٹ نہ ہو۔ جب تک قوت بالا ارادہ سے کام نہ لیا جائے گا کام نہ چلے گا یعنی خطرات سے مفر نہیں ۱۲

اور سب پر طرہ یہ کہ حریص علی ماصنیع اب نتیجہ یہ نکلا کہ اگر مطلق العنان
 چھوڑ دیا جائے تو نہ خود چین سے رہے نہ کسی کو رہنے دے آزادی مذہب
 کا نتیجہ لازمی امن عامہ میں خلل پڑنا شور و شر برپا ہونا اور خصلت ہمیہ کا
 شوگر ہونا ہی۔ یہیں سے انسان کے ساتھ ساتھ مذہب اور مذہب کے ساتھ
 ساتھ نبوت کا ضروری اور لازمی ہونا ظاہر ہو یا یہ کہ انسان اپنی تمام ضروریات
 جزئی و کلی۔ اکتساب کمالات ظاہری و باطنی (مستثنیٰ حالتین) (Excep-
 tional) اس سے بری ہیں، میں دوسروں کا محتاج اور روں کا دست نگر
 پھر کیوں روحانی ترقی اکتسابی نہ ہو اور کس واسطے آدمی بننے سے انحراف ہو
 بان انھیں اصول کے بتانے اور انھیں قواعد کے سمجھانے کے لیے کہ وہ
 کون کون سے طریقے ہیں کہ جن سے حیات ابدی کے ہم مستحق ہوں۔
 مسرت دائمی (Eternal Happiness) نجات حقیقی سے واسطہ
 رہے اُس محسن حقیقی رحیم و کریم نے محض ہماری ادھوری عقل پر یہیں نہ چھوڑ کر
 اپنے مبارک برگزیدہ اور مقبول بندوں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے
 تبلیغ رسالت کا کام لیا۔ جو اپنے اس فرض منصبی کے پورا کرنے میں
 مذہب کے ساتھ نبوت کا لازمی ہونا خود آگے بیان کر دیا گیا۔ اور یوں بھی ظاہر ہو کہ جب مذہب ضروری
 ہوا تو باقی مذہب کیوں نہ ضروری اور لازمی ہو ۱۲ منہ
 مثلاً انبیاء علیہم السلام کو انکی حالت کسی نہیں ہے ہوتی ہے۔ انکی باطنی دانش یا ملکہ نبوت یا مادہ فطری کو
 اکتسابی کی حاجت نہیں ہوتی۔ قوت نظری۔ قوت عملی۔ قوت ارادی سب کی سب وہی اور خیا نبی اللہ ہوتی ہیں

باوجود بے تکلیفین اٹھانے مصیبتیں سننے کے بھی اپنے آخر دم تک مشغول
و سرگرم اور بے لوثی سے یہی فرماتے رہے مَا سَأَلَكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنَّ
أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنَّ أَجْرِي
إِلَّا عَلَى اللَّهِ انھیں احکام تبلیغی کو اس پیغمبر کی شریعت کہتے ہیں پس
انکا شریعت انکا پیغمبر ہی۔ اور انکا پیغمبر انکا رخصا ہے۔

چون خدا اندر نیا دیدریان نائب حق اندازین پیغمبران

رہی تحقیق مذہبی اسکا تو یہ حال ہر کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ہ اب
یہ تحقیق ہر مذہب یا جنگ و جدل کی گراگری یا تعصب و عناد کی شور آشوبی
کیا دیکھتے نہیں ہوا اس طوفان بے تمیزی میں یہ کچھ کلیہ قاعدہ عام طریقہ نظر
آتا ہے کہ کسی مذہب کی تحقیق کے وقت بجائے اسکے کہ خود اس مذہب کے
اصول۔ اسکے ارشادات و ہدایات۔ بانی مذہب کے طور طریقوں اور اسکے
حالات پر محققانہ نگاہ ڈالی جائے۔ پس یہی ہوا کہ صرف پیروان مذہب کے
رنگ و ہنگ طریق تمدن طرز معاشرت اور اخلاقی حالت کو دیکھ بھال
کر مذہب خاص کی نسبت اچھا بُرا جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا اور الگ تھلگ
ہو گئے۔ مذہب اسلام بھی اس عموم اور کلیہ سے مستثنیٰ نہیں رہا۔

۱۔ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کچھ مزدوری کا خواہاں نہیں میری مزدوری تو خداوند عالم پر ہے

۲۔ میں نے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تم رکھو۔ میری مزدوری تو صرف اللہ پر ہے ۱۲ منہ

۳۔ ہر وزن تلق در شہر بود و باش کردن و انتظام شہر نمودن و اجتماع اہل خرد ۱۲ منہ

ہمارے اس مذہب و مقدس مذہب اسلام پر اول تو بجائے اسکے کہ تحقیق حق کی غرض سے تحقیقی نگاہیں ڈالی جائیں۔ اُسے مخالفانہ بیجا حملے ہوئے۔ دوسرے جو دو ایک نے ہماری حالت سے اسلام کا اندازہ بھی کرنا چاہا تو ہماری موجودہ اسلامی صورتوں نقشوں طرز اور طریقوں نے جنہیں نفس اسلام سے کچھ بھی مس نہیں لگاؤ نہیں اُنہیں ایسا بھڑکا چوٹکا یا کہ وہ بھی اب ہمارے اس محلی و مصفی مذہب اسلام کو زنگ آلود اور دھندلا بالکل بے رونق اور پھیکا جاننے سمجھنے لگے۔ یہ ضرور صحیح ہے کہ یا تو اُن میں تحقیقی مادہ نہ تھا۔ یا تحقیقی اصول سے کنارہ کشی کی۔ کسی پروہذب کی حالت سے اُسکے اصول مذہب۔ یا نفس مذہب کی جانچ پر تال اُسوقت درست اور ٹھیک لگی کہ وہ خود (پیرو) قولاً فعلاً حالاً اپنے مذہب کا سچا پیرو پورا پابند مطیع و فرمان بردار غرض اصل مذہب کی اصلی سچی تصویر ہو۔ ورنہ برعکس۔ بدنام کنندہ نگو نامے چند۔ کی جانچ پر تال دیکھ بھال کیا اور پھر اُس پر فیصلہ ہی کیا۔ ع خود غلط املا غلط افشا غلط دنیاوی این اُن سے الگ تھلک بکریجا تعصب بے بنیاد مخالفت کے مخالف ہو کر محض راست بازی و دیانت سے جنہوں نے اسلام کو دیکھا۔ بھالا۔ اُن کے دلوں پر اس مبارک و برگزیدہ مذہب کے سامنے و سلیس مطابق فطرت اصول نے کسی کی ترچھی چٹوں و شوخ نگاہوں کا سا کام کیا۔ اور بالآخر

وہ اس کے شیفٹہ و مفتون تیار و شہید ہی ہو کر رہے۔ انھیں مین ایک
عبداللہ کو سلیم لورپولی والگزنڈروب امریکن ہیں۔ دوران سفر
ہندوستان میں جب وہ حیدرآباد پہنچے تو اُن سے ایک لائڈز نے
طنز آگیا۔ آپ کیا سمجھ کر مسلمان ہوئے شاید مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت
آپ کو معلوم نہیں۔ اس پر جواب لگزنڈروب نے دیا وہ واقعی لاجواب۔
آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اُس لائڈز سے کہا کہ مسلمان کو دیکھ کر
مسلمان نہیں ہوا بلکہ اسلام کو دیکھ کر مسلمان ہوا ہوں۔ تحقیق
حق کی یہ صورتیں شکیلین ہیں۔ مگر بان افسوس نہایت افسوس ہے کہ ہم
خود اسلام کے سچے پیروائے ہر حیثیت سے قابل قدر اصول کے
ٹھیک ٹھیک پابند ہو کر یوں سراپا ایسے نمونے نہیں بن جاتے کہ
ہمارے ہر قول و فعل نشست و برخاست ہر رنگ۔ ہر حالت ہر نقشے
ہر صورت سے شان اسلامی کے جلوے آشکار ہوں۔ اُسکی سخت سے
سخت دلون میں۔ اُتر جانے والی نگاہوں کے انداز ظاہر و مہیدار و شن
و نمودار ہوں۔ ہاں۔ ہم نے اپنی روش چھوڑ دی۔ سچی پیروی مذہب سے
مٹھ موڑا۔ اسی سے یہ افلاس و تنزل ہے۔ اور اسی سے یہ ذلت و رسوائی

لیورپول انگلینڈ کے ایک مشہور قصبے کے رہنے والے ایک معزز عیسائی جو کئی سال ہوئے مع دیکھ عیسائیوں
کے مسلمان ہو گئے۔ علاوہ ان کے امریکن لگزنڈروب وغیرہ بہت سے عیسائی شرف اسلام سے مشرف ہوئے

ذَٰلِكَ يَٰكَانَ اللَّهُ لَكُمْ رَیْكَ مُغْیِّرَ النِّعَمَاتِ نَعْمَ عَلَیْكُمْ حَتَّىٰ یَغْیِرَ وَءَامَا یَا نَفْسِمْ طَمَعُ
یَعْمَلُ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعِیْهِ طَوَّالُكَ كَاتِبُونَ ۝ دوسرو
شفیقو۔ ادھر مخاطب ہو۔ تم ہو اور تمہارا پیارا مذہب اسلام۔ تمہاری
اطاعت ہو۔ اور اُسکے احکام۔ تمہاری دینی دنیاوی حالت ممکن نہیں کہ
درست نہ ہو۔ بہت سے کام۔ پست نہ ہو۔ مست نہ ہو۔ تمہارے اس
برگزیدہ و مقبول مذہب اسلام نے انسانی اصلاح کے جو طریقے بتائے
ظاہر و باطن کی آراستگی کے جو اصول سکھائے وہ بالکل سادے اور
سلیس ہیں کہ نفس انسانی باوجود سید کمزوریوں کے بھی انکاری پہلو اختیار
کرنے سے بالکل مجبور محض ناچار ہے۔ اسلامی آسمانی کتاب ناطق ہے۔ وَ
یَعْلَمُكُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ ۝ یہ دوسری بات ہے کہ شاست نفس سے ہم قرآن
عظیم کے ارشادات اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی ہدایات کی تعمیل میں
قاصر رہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی بد بختی ہے کہ اُن احکام کو پس پشت ڈال دین
جن کی پیروی میں دونوں جہان کی بہبود ہی متصور ہے۔ اغماض کرین یا غفلت
کو راہ دین۔ غرض یہ کہ ہم سے اگر شان اسلامی کے اصلی حقیقی جلوے منور

۱۔ خداوند تعالیٰ کسی قوم کی نعمت کو متغیر نہیں کرتا جب تک وہ قوم خود اپنے کو تبدیل نہ کرے۔ منشا یہ
کہ مسلمانوں نے اپنی حالت بدل ڈالی سچی پیروی مذہب سے ٹھہ موڑا۔ اسی سے دوبار نکبت ہوا اسی سے یہ لٹ رسوائی
۲۔ پس جو کوئی اچھے کام کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اُسکی خوشنکس کے لیے ناقدر دانی نہیں اور
بیشک ہم اُسکے واسطے کھنے والے ہیں ۱۲ منہ

نہوں۔ تو اس کے معنی نہیں کہ خود اسلام کی تعلیم ناقص اور دھوری ہو۔
 اسلام بذات خود نادر عیبی ہر عیب کہ ہمت در مسلمان ہوتا
 ذرا معترضین و مخالفین اسلام اپنے اپنے مذہب کی پیشانیوں سے پہلے
 یہ بنیاد داغ مثالین اعلیٰ درجے کے فلاسفہ میں اپنے اعتقادی مسئلوں کو بدیہی
 اور یقینی کر دکھائیں پھر اسلام کے چمکدار روشن و مصطفیٰ چہرے کی طرف رخ
 کریں ورنہ یہ شعر صادق آئے گا۔

توبہ خوشنیت چہ کردی کہ کئی بانظیر | بخدا کہ واجب آمد تو احتر از کردن

ہاں اسکا ہمین صدمہ ضرور ہو کہ ہم خود ایسے سچے پکے اسلام کے پیرو کیوں
 نہ ہوں کہ ہمارے طور طریقوں سے شناخت اسلام میں غیر اقوام کو کوئی
 موقع ہاں نہیں کا نہ مل سکے اور ہم خود بھی مجبوس نہ ہوں۔ ہم مسلمان نہیں
 ہیں صرف ایسے کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے۔ یا ہمارے مسلمان
 نام ہیں۔ یا سب ہمیں مسلمان کہتے سمجھتے ہیں حاشا و کلا۔

مسلمانی کسی داند کہ در ہنگامہ وحدت | از ہر مو چشمہ خون نیر و از خوانی مسلمان

بہر حال ہمیں اسلام میں ہونے کا فخر ہو ایسے بانی اسلام کا ذکر جو یا ران
 طریقت و ارباب محبت کے لیے باعث طمانیت قلب ہر پیش نظر ہو۔

ذکر توبہ ہر زبان کہ گویند خوشست | وصل توبہ ہر سبب کہ جویند خوشست
 روئے توبہ ہر دیدہ کہ بیند نکوست | راہ توبہ ہر قدم کہ پویند خوشست

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيَّ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
 اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد معدن الجود والكرم منبع
 العلم والحكم والحكم وبارك وسلم

خواب تیان می پرستی کنید

محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 مستی کنید

اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد سابق نوره وآخر ظهوره رحمة
 للعلمين وجوده امان من الله يا سيد الكريم انصرفي بالحق برحمتك يا ارحم الراحمين
 کا کلمت این مستی رشتہ جان گفتہ ام

مست بودم زین سبب کہ پریشان گفتم
 من احب شیئی فاکثر ذکرہ جس شے سے جسے محبت ہے اسی ذکر سے
 اُسے رغبت ہے۔ ذکر رسول مقبول باعث تسکین دل حزن ہے۔ عشاق کا
 یہ ہی شیوہ ہی آئین ہے ذکر الحبيب للمريض طیبہ معروف و مشہور
 ہے۔ ہاں وہی مطلوب ہے جس کا نور عالم میں معمور ہے اول ما خلق الله
 نوری اُسی کی ابتدائی شان ہے۔ جس کی تحت لوئی میں آخری آن
 بان ہے۔ طالب و مطلوب میں یہی عشق جلوہ پذیر ہے فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ
 مَا أَوْحَىٰ میں اسی کی کھلی تفسیر ہے۔ اسی عشق کا اظہار طالب و مطلوب
 کی گفتا رہے۔ طہ و یسین میں یہی مخاطبت یہی ذکر و اذکار ہے من
 سرانی نے سب نقاب اٹھائے۔ خواب میں بیداری کے آئنا نظر آئے
 أَوَّادُنِي میں اسی شان عشقی کا ظہور ہے وَمَا صَمِيتُ میں یہی عشق

نور علی نور ہر مآذِ اغ البصر و مآطخہ سے پاک کی نظر کا وصف
 آشکار ہر واللیل سے زلف معنبر و الفجر سے روئے مصفا کی صفت
 نمودار ہے۔ یہی مطلوب باعث ایجاد عالم و عالمیان ہر لولاک ائلا خلقت
 الدنیا سے ظاہر و عیان ہے۔ اسی ذات ستودہ صفات نے گمشدگان
 بادیہ ضلالت آوارگان دشت جہالت کو تہذیب اخلاق تصفیہ باطن کے
 طریقے تعلیم فرا کر ورطہ ہلاکت سے بچایا۔ کناہے پر لگایا۔ اسی مخبر صادق
 کی دولت سراے اقبال میں ظہور فرمانے سے ہم اس قابل ہوئے
 کہ رسم و رواج کے ناجائز پھندوں سے نکل کر شرک سے علیحدہ ہو۔
 توحید کے پابند ہوں۔ آپ ہی کے مولود مسعود کا یہ شرف ہے کہ آج ہم
 بہائی خصائل سے دور بہت دور نظر آتے ہیں۔ حضور ہی کی وفق افزائی
 نے ہمیں خیر امّۃ کا لقب دلایا۔ ناپاک رسمیں مٹائیں اور وہ وہ
 آداب تعلیم فرمائے کہ جن کے وسائل و معاش و معاد و ونون کے
 لیے بالکل سہل الحصول اور سہل القبول ہیں۔ وہ وہ قوانین سکھائے
 کہ جسمانی حفظ و امن تو یک طرفہ روحانی زندگی کے لیے کافی و وافی
 کامل و مکمل ہیں۔ ایسے رحمۃ للعالمین کی تشریف آوری کی ہمیں جس قدر
 مسرت تھو وہ کم ہے۔ جس قدر سرور و انبساط کے سامان بلکہ اہتمام نہ ہوں
 وہ تھوڑے ہیں۔ جہان تک میلاد کی خوشی کرین جتنی دھوم دھام ہو

وہ بھی کم بہت کم ہے۔ خال ہو وہ دل حسین آپ کی محبت نہیں۔ الفت
 نہیں۔ کورہیں وہ آنکھیں جنھیں دید کی تمنا نہیں حسرت نہیں۔ جو جسم
 حضور کی طلب میں پامال نہو اس کا مٹی میں ملنا خوب بہت خوب ہے۔
 زخاں کم بود آن تن کہ یا مال نہ شد سفاں بہتر از آن کہ از وفا خالی است
 آخر اس سیرنگی سے سیرنگی کی علت غائی کیا ہے۔ ابوالبشر سے فرمایا لولا
 محمد ما خلقتک ولا ارضا ولا سماء کیا یاد نہیں کالبہ لطیف حضرت
 ابوالبشر میں جب روح کا گزر ہوا کیسی بے چینی و بے قراری تھی۔ اندھیری
 کو ٹھری سے وحشت نئے مصاحب کی مصاحبت سے نفرت۔ نہ قیام
 تھانہ قرار تھا۔ یہ نور محمدی ہی کا ظہور تھا کہ سامان کچھ اور سے اور ہوا۔
 ولبستگی کا طور ہوا

بہر عشق اور خدا والا گفت

یا محمد بود عشق پاک جفت

سرکاری ارشاد وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ
 الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ ؕ

مقبلان برداشته واما نہا
 روئے از غیر خدا بر تافتہ
 زان نثار نور نبی بہر شدہ
 بلبلان اعشق بار و کلاست

حق فشاں آن نور را برجا نہا
 وان نثار نور ہر کو یافتہ
 ہر کرد امان عشقے نابہ
 جز وہار را وہا سو کلاست

ازدرون جو رنگ سرخ و زرد	گاہوار رنگ از برون مرد را
رنگ نشان از سیہ آب جاست	رنگہائے نیک از خم صفاست
لغۃ السدوبے این رنگ کشف	صبغة السد نام آن رنگ لطیف
از ہما بخاک مد آنجا میرود	انچہ از دریا بدریا میرود
وز تن ما جان عشق آمیزو	از سر کوہ سیلہائے تیزو

خود اُس منبع انوار و معدن انوار کا ارشاد پاک من رانی فقد رای الحق
اور کیون نہ ہو کہ شان ہی نور سرا یا نور کان الشمس تجری فی وجہہ آپ
کے چہرے پر گویا آفتاب لہریں لے رہا ہے۔ اذاتکلم رئی کالنور یخروج
من بین ثنا یاہ بات کرتے وقت یہ ظاہر ہوتا کہ دندان مبارک سے
نور چھن رہا ہے۔ لم یقیمع الشمس الا غلب ضوءہ صوءہا جب حضور
آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے۔ آپ کی نورانیت غالب رہتی ہے۔

اے طفیل خندہ تو آفتاب	اگر یہ تو کا رفراے سحاب
این جهان بارتبت خود خاک تو	صد جهان جان کرد خاک پاک تو
ہم پس ہم پیش از عالم توئی	سابق و آخو بیک جا ہم توئی

حضور ہی محسن و منعم عالم ہیں۔ حضور کے احسانات عام ہیں۔ خواہ دنیویہ
ہوں یا دنیویہ۔ دینی احسان ظاہر ہو کہ سب سے حضور پر ایمان لانے کا
عہد لیا گیا۔ دنیویہ اُس سے بھی زیادہ ظاہر و روشن۔ فرقان حمیدین ہے

أَعْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ عَمَّنْ فَضَّلَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَسَنٍ السَّعْدِيُّ رَسُوْلُهُ فِي غَنِيٍّ كَرِيْمٍ - اسنادات حقیقت و تجوز و عطاے تسبب میں فرق
 میں ہے۔ حقیقت ذاتیہ اور ہر عطائیہ اور۔ حدیث میں ہے فلیناداغیثونی
 یا عباد اللہ پکارنے والا اس طرح پکارے۔ اے اللہ کے بند میری مدد
 کرو۔ پھر انکا پکارنا کیسا جن کی شان اقدس ہے ولقد خلقت الدنیا
 واهلها لاعرفهم وکرامتک ومنزلتک عندی وکوالا واخلقت الدنیا

بہر خویش آن پاک جان را آفرید	بہر او خلق جهان را آفرید
آفرینش را جزا و مقصود نیست	پاک دامن ترا ز موجود نیست

حضرات یعقوب و یوسف - داؤد و سلیمان - موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کون
 اس نوری اتباع سے باہر ہے۔ دیکھ لو۔ لیلۃ المعراج میں صاف صاف
 ظاہر و روشن کہ یہی مطلوب مقصود سب کا مطلب اصلی مقصد حقیقی ہے۔
 ہاں اسی سرستور کا اظہار توحید کا اقرار رسالت کی گرم بازاری کا نام ہے۔
 حضرت ابوالبشر سے حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک سب اس نوری تبعیت
 میں شریک ہیں ظاہری معنوی مدارج ہوں یہ شمار کو عقد انا مل ہے۔ زمانی
 مکانی قرب و بعد ہونستی فرد و کامل ہے۔

جان پاکان خاک جان پاک او	جان رہا کن آفرینش خاک او
خواجه کونین سلطان ہمہ	آفتاب جان و ایمان ہمہ

سایہ حق نور آن خورشید ذات عرش و کرسی کردہ قبلہ خاک او عرش نیز از نام او آرام یافت	صاحب معراج و صد کائنات ہر دو عالم بستہ بر فتر اک او ہر دو گیتی از وجودش نام یافت
<p> اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ و جمالہ و بارک وسلم صورت محمدی وہ صورت ہے کہ روح عظیم تمامی اسماء و صفات کے ساتھ آئین ظاہر ہوئی۔ حضور کی نبوت ازلی وابدی ہے۔ باقی انبیاء بعض کمالات آنحضرت کے ایک مظہر ہیں۔ جب تک حقیقت محمدی کا انکشاف نہ ہو مدارج علیا کی شناخت ناممکن بلکہ محال ہے۔ خود حضور کا ارشاد ہے یا ابوبکر لو یعرفنی حقیقتہ غیر ربی۔ انصاف نور اللہ والمخلوق کے لیے من نور کی سب کی خلقت کا باعث ربوبیت کے اظہار کا مقصد اصلی یہی نور نور علی نور ہے لولا کہ لما اظهرت الربوبیۃ ساری خدائی کا ظہور خود خدائی کا اسی ذات ستودہ صفات۔ مظہر اتم۔ جامع انوار حسی و معنوی سے ظاہر و باہر۔ ورنہ خدا کو خدا کہنے والا کون ہوتا۔ اب اس اظہار میں شان تنزلی آئی۔ مختلف اسماء سے مختلف شانوں کا ظہور ہوا۔ حقیقت شناس خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ طالب و مطلوب کا نام۔ ناز و نیاز کا بہانہ۔ حقیقت کسی ایک کا کام۔ کسی ایک کا فناء مصرع </p>	
	الف بشکل ہزار ست و دشمار کی ست

صوفیہ کرام کی اصطلاح میں حقیقت محمدی باعتبار تعین اولیات احادیث سے عبارت ہے۔ اور منظر حقیقی احادیث حقیقت محمدی۔ اور باقی مراتب موجودات منظر حقیقت محمدی ہیں۔

صاحب عین المعانی می فرماید کہ اول تعین او تعین علم است کہ خود بر خود بنفس خود تجلی فرمود بے تو ہم تقدم جہل و استتار و فقدان غیبت۔ و اور اسامی مختلفہ است۔ یعنی تعین اول و حقیقت محمدی و وحدت صرف کثر لکن و غیر ہا۔ مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں

تو جان پا کی سر بسر نے آب و خاک اے نازنین
والد ز جان ہم خوب تر روحی خداک اے نازنین
اہل درد بر رخ رسول سے شغل رکھنے والے عشق و محبت کے بڑھانے
والے سمجھتے اور خوب سمجھتے ہیں کہ جس قدر رابطہ محبت قوی۔ آتش ارادت
میں اسی قدر اشتعال ہوگا۔ شوق و اشتیاق میں ترقی بے خودی
بیخبری کا حال ہوگا۔ یہی شغل صفات نفس کو تبدیل کرتا ہے۔ فنا کی
تعلیم دیتا۔ انتہائے فقر تک پہنچاتا ہے۔ یہی تصور تصدیق یہی صورت
دائم قائم۔ یہی ہستی ہستی۔ نیستی ہستی ہے۔ اسی صورت سے بام بار تک
رسائی ہے ورنہ مفت کی ہرزہ سرائی ہے۔ یہی ربط ضبط فنا کے کامل کا حصول
ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صاصب اللہ شیئاً فی صدری

اکا وقد صبیته فی صدری بکره

ازین دل تا بہ آن دل اہ باشد	کسے داند کزین گاہ باشد
چو تو در راہ دل نادر دی گام	چہ دانی حاصل منزل سرخام

یہاں تک اصحاب باطن سے خطاب تھا۔ اب ارباب ظاہر سے مخاطب ہو
 دوستو! دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جو اپنے پیشواؤں کے حالات زندگی
 سے سبق لینے کے لیے کسی ایک دن کو تعین کر کے باہم مجتمع نہ ہوتی ہو۔
 عیسائی ہوں یا ہندو۔ یہودی ہوں یا پارسی۔ باہمی گنگت میل جول
 کے علاوہ اہم مقصد یہ ہے کہ اُس بزرگ کے حالات سن کر قلب متاثر ہو۔ ترقی کا
 خیال پیدا ہو۔ پست ہمتی سے بلند ہمتی آئے۔ رذائل سے فضائل آئیں
 اخلاقی حالات درست ہوں۔ قول سے فعل اور فعل سے حال کی صورت
 نظر آئے۔ محض قیل و قال زبانی جمع خرچ سے کام نہ لے بلکہ عمل کا شوق
 پیدا ہو۔ عمل سے اخلاص کی نوبت آئے۔ دوسروں کی ترقی دیکھ کر خود بھی
 طلب میں ابھار پیدا ہو۔ نام کے آدمی نہ رہیں۔ کام کے بن جائیں دیکھو
 کہ تمہارے پیشوا کی کیا حالت تھی حالت زندگی پر گہری نگاہ ڈالو اور سبق
 لو۔ اُس کے طرز عمل کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ پورے پابند رہو اور بھر دیکھو کہ
 تم کیا سے کیا ہو گئے۔ کہاں سے کہاں پہونچے۔ و ما تو فیقی اکا باللہ
 ہونعم المولیٰ ونعم النصیر۔

محفل میلاد کا بھی سب سے اہم مقصد محبت نبوی ہے۔ جب تک محبت نہو گی نہ آپ کے قول پر عمل درآمد کا شوق پیدا ہوگا۔ نہ فعل پر کار بند ہونے کی ترغیب و تحریص۔ حضور کے حالات زندگی سے علاوہ اور صد ہا باتوں کے دو باتوں کا ایسا پختہ سبق ملیگا کہ وہ اگر ازبر کیا جائے تو یہ آئے دن کا ہمارے قوم و اسے قوم کا نہ رونا باقی ہے نہ یہ ادب اور نکبت کی گھنکھڑ گھٹائیں سرون پر دکھائی دینے

پھر وہی حسن ہو وہی سن ہو

پھر وہی رات ہو وہی دن ہو

ہاں وہ دو باتیں کیا ہیں ؟ سنو اور کان کھول کر سنو۔ راستبازی و استقلال اچھا یہ تو سن چکے۔ اب اس اجال کی تفصیل یہ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَیِّنًا ضَلَالٍ مُّبِينٍ یہ ایک آیت قرآنی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنا احسان ایمان والوں پر جاتا اور بتاتا ہے کہ ہم نے انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا۔ تزکیہ نفسی کی راہیں بتاتا اور ظاہر و باطن کی اصلاح فرماتا ہے۔ اور بیشک اس سے پہلے وہ کھلی

To thine ownself be true, and it must follow, as the night the day, thou canst not then be false to any man.

ہوئی گمراہی میں تھے۔

حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے قبل دنیا اور دنیا والوں کی حالت بے موم اور خاص کر جزیرہ نما عرب کی جو کیفیت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ شرک و باطل پرستی کی گھنگھوڑ گھٹائیں عالم پر چھائی ہوئی تھیں۔ قمار بازی۔ زنا کاری۔ دھوکہ کشی۔ وہ کون سے ذمائم تھے جو عربوں میں موجود نہ تھے۔ وہ کون سے فضائل تھے جن سے انھیں دوری نہ تھی۔ نسل برہمنی ناحق پرستی میں مبتلا تھی۔ اس سے زیادہ کھلی ہوئی گمراہی اور کیا ہوگی کہ اپنے پیدا کرنے والے سے بھی نا آشنا سے محض تھے۔ یہی کشمکش کی حالت گمراہی کی صورت تھی کہ ناگاہ آفتاب اقبال مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ یعنی نبی امی خاتم المرسلین آنجناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت سراے اقبال میں ظہور فرما ہوئے۔

امی و لوح خوان ما اوئے	نقد طیبہ سلالہ بطحی
لقب امی خدا ازان کردش	فیض ام الکتابچہ و روش
ہمہ زاسرار لوح داد خیر	لوح تعلیم ناگرفتہ بربر
زان فرسودش از قلم نگشت	قلم و لوح بودش اندر مشیت
بقلم گربند دست چہ غم	آنکہ شوق قلم گریز چو قلم
ورقے گریساہ نہ کرد چہ پاک	از گناہ شست دفتر ہمہ پاک

اے خطا دوست انسان جان اسر اگر نخواستہ خطے ازان چہ خط

اللہم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

یا صاحب الجمال یا سید البشر	من وجهک المنیر لقد نور القہر
لا یمکن الشاء کما کان حقہ	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب بعد کی کیا حالت ہوئی۔ یہ بھی محتاج بیان نہیں۔ وہی جاہل عرب وہی وحشی عرب۔ وہی بہائم کی خصائل والے ایسے مہذب ایسے شایستہ ایسے حکیم ایسے فلاسفہ ایسے موجد اور ایسے محقق ہوئے۔ کہ اور تو اور خود یورپ کے بڑے بڑے محققین روشن خیال اُن کی شاگردی کا اعتراف فرماتے اور اپنی منصفانہ رائے کا اظہار اپنی اپنی تحریریں میں نہایت فہم دہام سے کرتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں۔

”یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے جو آپ کے عادات سے خوب واقف تھے۔ اگر معاذ اللہ آپ فریبی ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے۔ اور اُن پر یہ فریب ظاہر ہو جاتا۔ حقیقت یہ بات کبھی ثابت نہیں ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ترویجِ شریعت یا اثباتِ دعوائے نبوت کے لیے مکر اور حیلے کئے یا جھوٹے معجزے دکھائے۔“

اسلام حضرت کی حیات ہی میں تمام عرب میں قائم ہو گیا۔ اور

بہت پرستی کی بیخ و بن باقی نہ رہی۔ ایسی کامیابی حضرت کو سببِ ثنجات اور قوتِ جنگ کے حامل نہیں ہوئی بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپ نے مذاہبِ مذہب درست کیا۔ اخلاقی حالت سے دلوں کو مسخر کیا۔ دیانت و رستبازی نے اپنا سکہ بٹھایا اور استقلالِ ہمت نے نمایاں ترقی پر ترقی دکھائی۔ بعد

۱۔ جس طرح کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاہبِ مذہب درست کیا حضور کے پیروں نے بھی اپنی علمی و فنی سے تمام عالم کو معموم اور خاص کر یورپ کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر روشن و منور کیا یورپ کے نامور مخبر مثل ڈور و ڈیکن - ہنری لوئیس - ڈاکٹر ہیل - سڈلیو فرانسسی - سکندر ہیمولیٹ وغیرہ وغیرہ معتز ہن کہ ہمارے فضل و کمال کا حشرِ عرب تھا۔

ڈاکٹر ڈار صاحب لکھتے ہیں کہ علم کے سیکھنے میں اہل فرنگ ابوعلی الحسن ابو موسیٰ ابو الوفا اور دیگر علماء عرب کے زیادہ احسان مند ہیں۔ ڈاکٹر اسپنکر نے لکھا ہے کہ علم رجال پر سلمان جتنا فخر کریں بجا ہی ہنری لوئیس اپنی تاریخِ فلسفہ میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں ہی کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ ہو گیا۔ اس امر خاص میں یورپ اُن کا ممنون احسان ہے۔ اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ اُن لوگوں نے علمِ ہندسہ - ہیئت - طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انھیں کی بدولت اسپین سے فرانسیس کو کھلتا ہوا علم بھلا - مشہور صاحب کا قول ہے کہ مورخان معتبر کے نزدیک بات قرار پائی ہے کہ دسویں صدی میں یورپ غایت درجے کی جہالت میں پڑا ہوا تھا۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ اُس زمانے میں اہل عرب یعنی اہل اسلام نے، ملک ہسپانیہ و رائل میں بہت سے مدرسے جاری کیے تھے۔ ان مدرسوں میں ہزاروں عیسائی طلباء عربی - فارسی اور حکمت کی تعلیم پاتے تھے۔ پھر ان علوم کو مدارسِ اسلام سے لاکر عیسائی مدرسوں میں جاری کرتے تھے۔ یہاں بات کا اقرار کرنا چاہیے کہ تمام قسام کے علوم یعنی طب و طبعیات فلسفہ و ریاضی جو دسویں صدی سے یورپ میں جاری ہوئے یہ سب اصل میں اہل عرب مسلمانوں کے فلسفہ و ارس سے سیکھے گئے تھے۔ خصوصاً ہسپانیہ کے اہل اسلام باقی فلسفہ یورپ خیال کیے جاتے ہیں۔ اہل اسلام کو علمی ترقی بھی ایسی ہی جلد حاصل ہوئی جیسے اُن کو ملکوں پر تحقیق حاصل ہوئی تھیں۔ سول (شمالی) سے صفحہ ۱۸ تک اہل عرب کا علم بہت جلد بھیل گیا۔ اور بغداد کو ذوقِ قاہرہ و بصرہ فیروز کو کورڈوا و قرطبہ (گرنیدہ) اور غرناہ ولن شیا (بلنسیہ) اور سول میں اہل عرب کی حکمت نے بہت جلد رواج پایا۔ حقیقت میں (بقیہ صفحہ ۱۸)

دعوے نبوت باقرار جارج سل صاحب تیرہ برس کے عرصے میں اسلام کی تلوار میاں سے نہ نکلی۔ کہاں ہیں وہ مخالفین اسلام جو کہتے ہیں کہ بڑو شمشیر اسلام پھیلا یا گیا۔ سب سے پہلے لڑائی جنگ بدر تھی۔ اُس میں بھی یہ بے سرو سامانی کہ تین سو آدمی دو گھوڑے اور تیرہ تلواریں۔

پھر مسٹر جان ڈیون پورٹ نے کھلم کھلا اقرار کیا ہے کہ ”مجھے اس میں شک نہیں کہ اُس شے سے جس کے آنے کی خبر اپنے بھائیوں میں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷) اہل عرب مسلمانوں نے تمام علوم کو نئے سرے سے ترقی دی۔ یونانی روم کے علم میں دو بارہ جان ڈالی نوین صدی سے جو دھوین صدی تک عرب کے علم و فضل سے یہ نور حاصل ہوتا رہا اور اہل عرب کو تاریکی جہالت سے روشنی علم و عقل میں لایا۔ اگر آٹھویں صدی میں ہسپانیہ میں مدرسے و مکتب جاری نہ کرتا تو ہمیں بیتک اہل عرب کے علم و فضل سے مطلق فائدہ نہ ہوتا کیونکہ بغداد۔ بخارا۔ اور مصر کے مدارس کو بہت مشہور تھے مگر وہ اس قدر دور تھے کہ طلباء یورپ کو ہاں جائیں بہت وقت ہوتی تھی۔ مذہب اسلام اپنی ترقی کے زمانے ہی میں نہیں بلکہ ابتدائی حالت میں بھی اور مذہب کی نسبت علم کی طرف بہت مائل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ جس آدمی میں علم نہ ہو وہ قالب بے روح ہے۔ آہ ہمارے یہ حال ہے۔ غیر لیٹن محفل میں بوسے جام کے پھم رہیں یون آتش لب پیغام کے پخالی فخر سے کام نہ لے لے کچھ کر و اور کر کے دکھاؤ۔ تم کس سلف کے اصحاب ہو۔ تم کیا تھے کیا ہو گئے۔ اور خدا جانے ابھی کیا ہو گئے۔ افسوس افسوس! دوستو بیدار ہوا اٹھو۔ اٹھو اور چلو۔ چلو اور دوڑو۔ ورنہ وقت ہاتھ سے جاتا ہے اور قافلہ نے کوچ کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۲ منہ

۱۔ تلوار کا اسلام سے کیا تعلق رہا۔ اسلام نے تلوار اٹھائی یا نہیں۔ ہاں اٹھائی اور ضرور اٹھائی۔ تلوار کا ہمیشہ دنیا کے ہر حصے تعلق رہتا چلا آیا اسلام ہی پر کیا موقوف ہے جب تلوار کا موقع ہوتا ہے سب ہی تلوار اٹھاتے ہیں مگر یہ کہ بوجہ کی خونریزی ظلم و تعدی یہ کبھی اسلام کا شعار رہا۔ آئندہ ہیگا ہو موقع پر تلوار تلوار کا غل چاٹا گویا واقعات تاریخی کی تکذیب کرنا اور محض حکم ہی حکم ہے۔ سخن شناس نہ جان میں خطا ایسا نہ ۱۲

موسیٰ (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کو دی۔ اور فارقلیط جس کی خبر عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) نے انجیل یوحنا میں دی ہے محمد صاحب مراد ہیں۔

توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسطرح بیان فرمایا ہے۔ ”خدا سینا سے آیا۔ سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُن پر چمکا۔“ توریت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے جس میں حضرت اسمعیل علیہ السلام سکونت پذیر ہوئے۔ اور یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی رسول نہیں ہوا۔

زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام نے حضور کی عظمت جلالت کا اقرار کر کے اسطرح فرمایا ہے۔ ”تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے لبوں میں نعمت بتائی گئی ہے اسی لیے خدا نے تجھے اب تک مبارک کیا۔ اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کہ تیرا دامن ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں۔“

انجیل متی باب سوم میں یوحنا نے اسطرح گواہی دی۔ ”میں تو تھیں تو بے کے لیے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے“

قومی ترہ ہر وہ تھیں روح قدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا، بعض تعصب آئے
 والے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیتے ہیں۔ یہ محض تعصب ہی تعصب ہے
 اس لیے کہ یوحنا خود حضرت مسیح کے ہم عصر تھے۔ علاوہ برین آتش محبت سے
 بپتسمہ دینے کا مصداق بجز ذات اقدس جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم اور دوسرا کوئی نہیں۔ صبغة الله ومن احسن من الله صبغه خود
 جناب مسیح علیہ السلام نے حضور کی عظمت کا اقرار فرمایا جو انجیلوں میں جا بجا
 موجود ہے۔ فرماتے ہیں ”میری تعلیم ناقص ہے۔ کیونکہ ہنوز لوگوں کو تعلیم کی برکت
 نہیں مگر وہ روح رستی جو نقصان سے خالی ہے وہ کامل تعلیم لائے گا۔ اور
 لوگوں کو نئی باتوں کی خبر دے گا۔“

انجیل پر بناس میں تو صریح نام مبارک حضور ختم الانبیاء درج ہے جسے
 لاکھ چھپانا چاہا مگر چھپ نہ سکا۔

صحیفہ ابراہیم علیہ السلام میں ہے ”اے ابراہیم! میں نے تیری دعا
 اسمعیل کے لیے قبول کی۔ اُس پر اور اُس کی اولاد پر برکتیں نازل کروں گا۔
 اور اس سے ایک پیغمبر مکرّم و معظّم پیدا کروں گا۔ جس کا نام محمد ہے (صلی اللہ
 علیہ وسلم) اور امت اُسکی سب امتوں سے افضل و بلند مرتبہ ہوگی۔“

صحیفہ حقیق علیہ السلام میں ہے ”اللہ تعالیٰ جبال کہ سے احمد (صلی اللہ
 علیہ وسلم) کو ظاہر کریگا۔ جسکی تعریف سے زمین بھری ہوگی۔ اور زمین گردنوں کا

مالک ہوگا۔ یہ بات قابل لحاظ ہو کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام
 نے بمقتضائے زہد و تقویٰ نبوت بڑی خوشی سے یہ خبر دی تھی کہ زمانہ
 آخرین ایک ایسا نبی مبعوث ہوگا جو ہم سے بھی افضل و اولیٰ ہوگا
 اور شاگرد مسیح (علیہ السلام) نے بھی وعدہ کیا ہو کہ فارقلیط یعنی تسلی دہندہ
 آئے گا۔ یہ دونوں پیشنگویان بے شک و شبہ اشرف الانبیاء تام النہیین
 یعنی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں ہیں۔ اور آپ ہی کی ذات
 پاک میں اُنکی تکمیل ہوئی واللہ یمدنی من یشاء الی صراط مستقیم
 ہمارے حضرت شافع ام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی
 دنیاوی اغراض کی نہ کبھی تناسک کی۔ نہ خواہش۔ نہ عالیشان محلات بنوائے گئے
 نہ شان و شوکت کی اونچی اونچی عمارتیں۔ حضرت کی پیدائش سے وفات تک
 وہی ایک سی سادگی کی حالت رہی اور وہی ایک سی کیفیت۔ قبل و بعد
 نبوت جیسی جیسی وقتیں۔ اذیتیں۔ توسیع دین میں سہین وہ ارباب سیر سے
 پوشیدہ نہیں۔ کھانا پانی بند کیا گیا۔ بول چال لین دین ترک ہوا۔ راستوں
 میں کانٹے بچھائے گئے۔ قتل کرنے کے مشورے ہوئے ہوتے ہوتے
 یہ نوبت آئی کہ گھر چھوڑا عزیز و اقارب چھوڑے۔ ایک جان تھی اُسکو لے کر
 مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے مشرکین مکہ نے ترغیب۔ تحریص۔ تہدید
 غرض ہر طرح چاہا کہ دین حق کی اشاعت سے باز رہیں۔ مگر رستی مستعلا

ساتھ نہ چھوڑا۔ اور بالآخر نتیجہ ہوا **حُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا**

اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ
اڈورڈ گبن مشہور عیسائی مورخ اپنی کتاب **ڈکلائن اینڈ فال**
جلد پانچ مطبوعہ لندن میں تحریر کرتے ہیں کہ ”رسوم روزمرہ میں حضرت اپنے
ہم وطنوں سے خلق و تہذیب سے پیش آتے اور اُمرا و اہل قدرت سے
بڑی تعظیم و تکریم سے ہم کلام ہوتے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی تھا کہ غریب ترین
باشندگان کہ سے نہایت مروت فرماتے“

دیباچہ ترجمہ قرآن مصنفہ جی ایم راوویل صفحہ ۲۳۔ (مطبوعہ لندن ۱۸۷۱ء)
میں ہے۔ ”دلیلون سے ثابت ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کام اس نیک
نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ لوگوں کو جہالت اور بت پرستی کی ذلت
سے چھڑائیں۔ اور یہ کہ نہایت مرتبہ کی خواہش اُن کی یہ تھی کہ سب سے بڑا
امر حق یعنی توحید الہی کا جو اُن کی روح پر غالب درجہ مستولی ہو رہا تھا اشتہار
کریں۔ اُنکی ذات کریم اور سیرت صداقت مشحون سے ہمیشہ اُن کو اُن لوگوں
میں تصور کرنا چاہیے۔ جن کو اپنے ابناءے جنس کے تمام حیات دنیوی پر
ہر طرح اختیار حاصل ہے“

بعد فتح مکہ معظمہ آپ حسب احکام قرآن حج بجالائے اور حجر اسود کے قریب

گھڑے ہو کر باواز بلند خداے برحق کا نام لیا۔ اور باطل پرستی کی بنیاد ہمیشہ کے لیے بے بنیاد ہوئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک غریب عرب نے اپنے ملک کے قبائل وحشی۔ مفلس برہنہ اور گرسنہ کو ایک گروہ معقول و مضبوط کر دیا۔ اور انھیں وہ وہ افعال و اطوار تعلیم کیے جو محض جسمانی ہی حیات تک کافی نہیں ہیں بلکہ روحانی نجات کا اہم راز بھی اُن میں اپنی پائداری کا رنگ چمکا رہا ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسکے اصول میں کوئی ایسی کتنہ نہیں جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آئے۔ اصول ملت اسلامیہ میں کوئی بات منجملہ معتقات عقلیہ کے ممکن اور ضروریات عقلیہ کے متغ نہیں اور قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو انسان کی دستی معاش و معاد کے لیے قیامت تک کافی و وافی۔ قرآن میں خدا کی صفات کاملہ کا بیان ہے۔ اُسکا واحد۔ قدیم۔ ازلی۔ ابدی۔ قادر۔ عالم۔ سمیع۔ بصیر۔ تکلم۔ حکیم۔ خیر۔ اور آسمان و زمین کا خالق ہونا۔ رحیم۔ رحمن۔ صبور۔ عادل۔ قدوس۔ محیی یعنی جلانے والا۔ ممیت یعنی مارنے والا۔ وغیر ذلک۔ تمام صفات کمالیہ کا جامع ہونا۔ اور جملہ عیوب و نقصانات سے بری و منزہ ہونا۔ مثلاً حادث ہونے سے۔ عاجز ہونے سے۔ جاہل ہونے سے۔ ظالم ہونے سے۔ وغیر ذلک یہ کلام مجید کا پہلا سبق ہے۔ جو اسکے ہر پیروی کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ قرآن توحید

خالص کی دعوت کرتا شرک سے مطلق منع کرتا بلکہ سخت بیزاری ظاہر کرتا ہے
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ
 يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ إِنَّكَ مِنْ بَشَرِكِ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ حَرَّمَ
 اللَّهُ عَلَيْكَ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّكْرُ - قرآن میں پیغمبروں کا تذکرہ اُن پر ایمان
 لانے والوں کی مدح اُن کے منکروں کی مذمت عقیبی کی تعریف اور اُسکی
 پابندی کا مذکور۔ چیزوں کے حلال و حرام ہونے کا بیان نہایت شرح
 و بسط کے ساتھ ہے۔ اللہ اور اللہ والوں کی محبت پر اُبھارتا۔ اور عبادت بدنی
 و مالی میں نیت خالص خدا کے واسطے رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ قرآن میں ایسی
 چیزوں کا ذکر ہے جو خدا تک پہنچانے کی ذریعہ ہیں۔ قرآن۔ فاجر۔ فاسق۔ لوط
 کی صحبت ہمیشگی سے منع کرتا۔ ریا و سمع سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔
 قرآن میں قوانین عبادات معاملات بیان اخلاق مہلکات اور منجیات
 سراپا دانائی کی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ جب ہی تو مسٹر جان یون پورٹ
 لکھتے ہیں۔ ”مسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہیں کہ عیسائیوں
 نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہیں دیکھی۔ قرآن شریف میں صرف

۱۔ بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شرک لایا جائے اُسکے ساتھ اور بخشتا ہے سوا اُسکے جسکو چاہے
 اور جو کوئی شرک لائے اللہ کے ساتھ پس گمراہ ہو اگر اسی بڑی ۱۲
 ۲۔ بات یہ کہ جو کوئی شرک لائے اللہ کے ساتھ پس حرام کی اللہ نے اُس پرشت اور جگہ اُسکی دوزخ ہے ۱۲
 ۳۔ ان کی کتاب پالوہی فار محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ایند قرآن مشہور ہے ۱۲ منہ

احکام مذہبی و تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہیں بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہیں۔ اور وہ مسائل نجات روح و حقوق عامہ و حقوق شخصی و نفع رسانی خلافت وغیرہ پر حاوی ہے۔ منجملہ اور فضائل مناقب قرآن کے حسین اُسے فخر و مباحات کرنا بجا ہے و فضیلتیں بہت بڑی ہیں۔

ایک فضیلت تو یہ ہے کہ جس مقام پر حق تعالیٰ کا ذکر ہے بڑی عزت و احترام بڑی عظمت و مہیت کے ساتھ ہے اور کسی جگہ اُسکی ذات پاک کی طرف عیوب و شہوات انسانی منسوب نہیں کیے گئے۔ نیز قرآن شریف کی خوش بیانی حسین خداے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوت آتا ہے۔ قرآن تمام اُن خیالات سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جاسکتے ہیں۔ اور اُسکے تمام اصول ایسے ہیں کہ ایک بھی انہیں سے خلاف عقل نہیں۔

دوسرا شرف یہ ہے کہ جملہ خیالات باطلہ۔ الفاظ رکیکہ۔ خیالات لغو۔ اور حکایات بیہودہ سے منزہ ہے۔ لیکن افسوس۔ کہ کتب یہود و ان عیوب صریحہ اور مناقص واضحہ سے ملو ہیں۔ حقیقۃً قرآن ان عیوب واضحہ سے ایسا مبرا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک پڑھے کہیں امر رکیک اور بیا کا شائبہ بھی

نہ پائے گا، مسٹر کارلائل اپنی کتاب لی جلد ۶ صفحہ ۲۱۴-۲۱۵ میں لکھتے ہیں
 "قرآن کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور
 صداقت سے ملو، وہ کون سی نصیحتیں حکمتیں ہیں جو کلام ربانی میں نہ پائی
 جاتی ہوں وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ قرآن مجید
 علم حکمت نظری خصوصاً علم الہیات مبدا و معاد اور کائنات الجوار کا اس خوبی
 و خوش اسلوبی سے بیان ہے کہ باید و شاید حکمت علیہ جو افراط و تفریط سے
 معرا - تدبیر منزل - سیاست مدن - تہذیب اخلاق - تطہیر باطن - صلہ رحمی
 امانت داری - راست بازی - رحم دلی - علم و حلم - رفق تو اضع مروت -
 زہد و تقویٰ - ریاضت - عبادت - تسکین و عمل شجاعت سخاوت و رع و وقار
 عفت قناعت - صبر و عفو - عدالت الفت - تسلیم و وفا - شفقت دیانت
 حیا و ثبات - ہمت رقت - گویا ہر علم کا معدن ہر فن کا مخزن قرآن مجید و
 فرقان حمید ہے لَا رَطْبٌ وَلَا يَاسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ قرآن مجید
 انسانی تعلیم و تربیت پسند و ہدایت اور فصاحت و بلاغت میں اپنا آپ نظیر ہے۔
 فصحاء عرب فصاحت و بلاغت بے عدیل تھے۔ قصیدہ طویلہ
 اور شربیع فی البدیہ و بے تکلف کہہ دیا کرتے تھے۔ نوٹڈیان باندیان تک

۱۵ اس قرآن میں لوگوں کے لیے سب مثلیں موجود ہیں ۱۲

۱۶ کوئی تر و خشک نہیں مگر قرآن میں ہے ۱۲ منہ

شعر کہتی تھیں۔ وہ زمانہ تھا کہ فصاحت و بلاغت بڑا کمال سمجھا جاتا تھا۔
 اہل عرب اپنی زبان کی عمدگی پر یہاں تک نازاں تھے کہ سائے جہان کو
 عجم یعنی گونگا کہتے تھے۔ شعر کو اسی فصاحت و بلاغت سے تو یہاں تک
 قوت تھی کہ چاہیں جس قبیلے میں تلوار چلا دین۔ خون کرادین۔ عرب کے
 مشہور فصحا و لغّاء کے قصائد موسم حج۔ میلون ہر گلی کو چے میں پڑھ جاتے
 اور دروازہ خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے۔ غرض فصاحت و بلاغت کا
 تو یہ زور شور۔ اور قرآن کے مقابلہ میں یہ عاجزی کہ برابر اَنَا اعْطَيْنَاكَ
 کہ سب سے چھوٹی سورۃ ہونے بنا سکے اور عاجز ساکت و صامت ہے
 حضور نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکار پکار کر بلانا اُن سے
 کہا فَاتْلُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ قَاذِعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ اِنْ كُنْتُمْ
 صَادِقِينَ ہ لاؤ تم کوئی سورۃ قرآن کی سی اور بلا لیا اپنے مددگاروں
 کو سو اللہ کے اگر تم سچے ہو۔ پھر صاف صاف ارشاد فرمایا۔ فَاتْلُوا لَكُمْ
 تَفْعَلُوا وَاِنْ تَفْعَلُوا فَاتْلُوا لَكُمْ تَفْعَلُوا وَفَوَدَّهَا النَّاسُ الْحِجَابُ اُعْلَتَتْ
 لِكُفْرَانٍ ہ پھر اگر نہ کرو اور ہرگز نہ کرو گے یعنی ایک سورہ بھی نہ لاسکو گے
 تو بچو اُس آگ سے جو تیار ہے منکروں کے واسطے اور آدمی اور تھر جسکے
 ایندھن ہیں۔ فَاتْلُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ قَاذِعُوا مِّنْ اَسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ
 اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ لے آؤ ایک سورۃ ایسی اور پکارو جسکو پکار سکو

اس کے سوا اگر تم سچے ہو فَا تَوَاتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ وَاَدْعُوا
صَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰلِحِيْنَ ہ تم نے آد ایک دس
صورتیں ایسی باندھ کر اور پکارو جس کو پکار سکو اس کے سوا اگر تم سچے ہو
لَئِنْ اَجْمَعْتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
لَا يٰاْتُوْنَ بِمِثْلِهِ وَاَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَعِيْرًا اگر جمع ہوں آدمی اور
جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن نہ لائیں گے اور پڑے مدد کریں ایک کی
ایک۔ باوجود اس شدید سے کہنے اور تہدید کرنے کے بھی تمام جزیرہ
عرب میں سے کسی ایک فصیح و بلیغ کی نہ تو زبان چلی۔ نہ لب ہلے اور
سب فصاحت و شاعری قرآن کے مقابلے میں گم ہو کر لگی کچھ سطح
حواس باختہ اور گنگے ہوئے کہ دم تک نہ مار سکے۔ جنبش تک کی گنجائش
نہ رہی۔ یہ کیسا کھلا ہوا ثبوت قرآن کے کلام خدا ہونے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کا ہے۔ علاوہ برین تاریخ کی
کتابیں دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں کہ کلام مجید کی پیشین گوئی ان کس قدر
ٹھیک اور پوری ہوئیں۔ مثلاً ابتدائے سورہ روم میں خبر دی کہ فی الحال
فارسی رومیوں پر غالب آگئے ہیں مگر چند سال میں نو برس کے اندر پھر
رومی فارسیوں پر غالب آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس آیت میں
ایک اور پیشین گوئی کا بھی ظہور ہوا۔ یَوْمَئِذٍ يَغْرِبُ الْمَوْءُوْنُوْنَ يَنْصُرِ اللّٰهُ ط

اُس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے۔ مطابق اس کے بھی واقع ہوا کہ جس دن رومی فارسیوں پر غالب آئے۔ اُسی دن کہ وزید مرتضیٰ مسلمانوں کی بھی مدد ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہودی کبھی مسلمانوں پر غالب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح ہمارے پیشوا و سردار حضور خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ان ہیں۔ کہ مطابق ارشاد سب کا ظہور ہوا۔ ہو رہا ہے۔ اور ہو گا۔ صحیح بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے ملک حجاز میں ایک آگ نکلے گی کہ اسکی روشنی سے شہر بصرہ کی پہاڑیاں جن کا نام عناق الابل ہیں روشن ہوں گی۔ چنانچہ مطابق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵ھ ہجری میں متصل مدینہ طیبہ ایک آگ بطور شہر کے زمین سے نکلی۔ اور مدت تک رہی۔ پھر معدوم ہو گئی۔ آپ نے ارشاد کیا تھا کہ سفید محل کسرے میں جو خزانہ ہے مسلمانوں پر تقسیم ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور نے فرمایا تھا کہ چھم وائے مسلمان ہمیشہ غالب رہیں گے جب تک خدا کا حکم اُن کے پاس پہنچے مطلب یہ کہ قیامت آجائے اور مارچم والوں سے شام اور بیت المقدس کے مسلمان ہیں کیونکہ شام حجاز سے چھم واقع ہے۔ اور ابی امامہ کی روایت میں لفظ اہل شام صاف موجود ہے۔ سلطان

صلاح الدین کے وقت میں جب تمام یورپ نے متفق ہو کر مسلمانوں کو شام سے نکالنا چاہا تو انجام یہ ہوا کہ بلیسینا میں ہزاروں عیسائیوں کی قبریں بنانا پڑیں ہماری حضور صادق و مصدق کے فرمانے کے موافق اہل شام ہی غالب رہے جیسا کہ ڈاکٹر ٹیلر نے اپنی تصنیف لب التواریخ میں لکھا ہے۔ ان لٹرائیون کو کروسیڈ یا جہاد مقدس کہتے ہیں۔ اور اور بہت سی پیشین گوئیاں ہیں کہ سب مطابق ارشاد ظہور میں آئیں۔ بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے پڑھایا نہ لکھایا۔ حضور کے والد قبل ولادت ہی انتقال کر چکے تھے۔ والدہ کو بھی لبت ہوش نہ دیکھا نہ کسی حکیم و فلاسفہ کی صحبت سے واسطہ رہا۔ ان حالات پر ایسی مکمل شریعت کا ظاہر ہونا اور قرآن جیسی کتاب نصیح و بلعج جامع جمیع فوائد دین و دنیا کا نازل ہونا منجانب اللہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسی قیمتی مسکینی حالت میں تمام جزیرہ نما عرب میں اس زور شور سے کلمہ توحید کا ڈنکا بجنا۔ دین اسلام کا تمام دنیا میں پھیل جانا بڑے بڑے بادشاہوں کا مطیع و فرمان بردار ہونا۔ قوموں پر گناہ صاف صاف اور کھلی ہوئی دلیل دین اسلام کے منجانب اللہ ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے اور قرآن کے کتاب ربانی ہونے کی ہی مسٹر جان ڈیونپورٹ کی تحریر دیکھو وہ لکھتے ہیں "دین قرار کرتا ہوں"

کہ اس زمانے کے عیب اور ان لوگوں کی بات ہرگز میرے خیال میں
 نہیں آتی جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ جلساں تھے
 اور انھوں نے قرآن ایسا لکھا ہے۔ یعنی قصد افریب کیا ہے۔ جیسے کوئی
 جلساں لکھے۔ میری رائے میں جو نصف آدمی قرآن کو پڑھے گا
 اُسکا یقین اس قول سے بالکل مختلف ہوگا، افسوس کہ مخالفین اسلام
 سخت بیجا تعصب سے کام لے رہے ہیں جتنی کھنی گلانا انھیں
 کا کام ہے۔ مگر خوب یاد رکھیں کہ آفتاب پر خاک ڈالنے سے اُس کی
 آب و تاب چمک دمک میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آسکتا۔ مذہب اسلام
 ایسا مذہب نہیں کہ وہ ایسے بے سرو یا اعتراضات۔ واہی تباہی خیالات
 سے رتی برابر بھی اپنی جگہ سے جنبش کر سکے۔ وہ ایسا نازک جسم نہیں کہ
 بادِ سموم کے جلتے ہوئے جھونکے اُسے گزند پہنچا سکیں۔ وہ ایسا جھللاتا
 چراغ نہیں کہ نسیم صبح کے تیز جھونکے اٹھلا اٹھلا کر آئیں۔ اور کسی نامراد
 کی امیدوں کی طرح ٹھنڈا کر کے چلتے پھرتے دکھائی دیں۔ عمارت اسلام
 کا بنیادی پتھر ایسے زبردست مبارک ہاتھوں کا رکھا ہوا ہے کہ انشاء اللہ بعزیز
 قیامت تک اس مضبوط عمارت کو جنبش ہو اور نہ حرکت و کَوَکَرَةُ الْمُشْرِکُوْنَ ۝

۱۔ یہاں سے آخر تک کی عبارت (یعنی مختلف ہوگا) مستر تھامس کا رلائل کی کتاب

مطبوعہ لندن جلد ۶۔ صفحہ ۲۱۴ میں پائی جاتی ہے ۱۲۰

۲۔ اصول اسلامیہ ۱۲

آنجناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر کے ہر ایک کام سے یہ بخوبی ظاہر
 و عیان ہے کہ حضور میں اعلیٰ درجے کی سچائی اور استقلال تھا۔ خودی
 و تکبر کا نام تک نہ تھا۔ جب ہم اس امر پر غور کریں کہ باوجودیکہ اسلام
 آپ کے زمانہ حیات ہی میں مضبوط ہو گیا اور حکومت دولت سب قوموں
 کے نیچے تھی۔ مگر آپ نے ہرگز اُس سے اپنا ذاتی فائدہ نہ اٹھایا اور
 زمانہ وفات تک وہی سیدھی سادی وضع رہی تو یہ امر اور بھی ہمارے
 قول کا مؤید ہے کہ ہمارے حضور تکبر اور خودی سے کوسوں دور تھے انسان
 خیال کا صحیح اندازہ نعمت اور مصیبت کی دو متضاد حالتوں کے گزرنے
 کیا جاسکتا ہے دولت مندی میں اُس کا کیا حال تھا اور مصیبت میں کیا رنگ
 رہا۔ یا برعکس۔ غربت میں کیا ڈھنگ۔ دولت مندی نے کیا کایا پلٹ
 کی۔ ہمارے آقائے نعمت پر دونوں حالتیں گزریں۔ مگر وہی یک رنگی
 کی شان وہی سیدھی سادی آن بان الان کماکان ۛ

باز شد انا الیہ راجعون

صدورت از بے صورتی آمد برون

اڈور و ٹامس کارلائل کے یہ جملے منصف مزاجوں کے لیے سبق آموز
 ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ بت پرستی کا معدوم کرنا اور خداے تعالیٰ واحد مطلق
 کی عبادت کی ایسے مذہب و قوم میں بنیاد ڈالنا جو نہایت درجے کی بت پرست
 اور خدا کو بھولی ہو حقیقت میں ایک ایسا کام تھا۔ جسکے واسطے خدا تعالیٰ نے

مقرر کیا ہو، کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جس ذات ستودہ صفات نے اس نہایت ناپسند اور حقیر مخلوق پرستی کے بدلے حسین اُن کے ہموطن (اہل عرب) مدت سے ڈوبے ہوئے تھے۔ خداے واحد برحق کی پرستش قائم کرنے سے بڑی بڑی دائم الاثر اصلاحیں کیں۔ مثلاً اولاد کشی کو موقوف کیا۔ نشہ کی چیزوں کو قمار بازی کو جن سے اخلاق کو بہت نقصان پہنچتا ہے منع کیا۔ ہتات سے کثرت ازدواج کا اسوقت رواج تھا اُسکو بہت کچھ گھٹا کر محدود کیا۔ غرض کہ ایسے بڑے اور سرگرم مصلح کو ہم معاذ اللہ فریبی ٹھہرا سکتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ خدا کے سچے نبی نہ تھے؟ نہیں ہرگز نہیں کہہ سکتے بیشک آنجناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجر دلی نیک نیتی۔ راستبازی اور سچائی کے ایسے استقلال کے ساتھ اپنی تبلیغ رسالت پر ابتداءے نزول وحی سے (جس کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا، اپنے اخیر دم تک کہ شدت مرض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں انتقال فرمایا) مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ بیشک ایک نیک صادق طبیعت۔ رستباز و امانت دار۔ امانت دار۔ خوش خو۔ خوش خلق۔ اور حد سے زیادہ مستقل مزاج اور بیدار سیدھا سادہ انسان جسکو اپنے خالق پر بھروسہ ہو اور جو معاش و معاد کے ٹھیک ٹھیک آداب سکھائے

نجات ی راہین بتائے۔ اور رسم و رواج میں بڑی بڑی اصلاحیں
 فرمائے۔ حقیقت میں صاف صاف خدا کا ایک آئہ ہوتا ہے اور اُسکو کہتے
 ہیں کہ خدا کا مرسل اور سچا پیغمبر ہے۔ اور اُسکو زمانے اور زمانے والوں کی
 اصلاح کے لیے۔ وحدانیت سکھانے کے لیے۔ ملکی اخلاقی امور میں
 نصیحت کرنے کے لیے اور روحانیت کی تعلیم دینے کے لیے خدا نے
 بھیجا تھا۔ اور استبازی و نیک کرداری کا وعظ تھا۔

المحصل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ و حمالہ

اڈورڈ ٹامس کارلائل فرماتے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)
 مشرق میں پیدا ہوئے اور آپ نے اپنے مذہب کو قائم رکھا۔ اور بت پرستی
 کو ملک ایشیا افریقہ اور مصر کے اکثر حصوں سے بالکل نیست و نابود کر دیا
 چنانچہ ان ملکوں میں اب تک خدائے تعالیٰ واحد حقیقی کی پرستش جاری ہے
 لاکھوں آدمیوں کے دل میں اس عرب کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی
 ظاہری اور باطنی برکتوں نے جگہ کپڑی اور ہماری صاف باطنی اس امر
 کی مقتضی ہے کہ ہم خیال کریں کہ حقیقت میں آپ یہ دل سے قائل تھے
 اور یہ سچ جانتے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ سچے نبی ہیں
 ایڈورڈ کیبن لکھتے ہیں کہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب شکوک
 اور شبہات سے پاک و صاف ہے۔ قرآن (شریف) خدا کی

وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ کہ (مظہر) کے پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم نے بتوں کی انسانوں کی ستاروں کی اور سیاروں کی پریش
 کو اس معقول دلیل سے رد کیا۔ کہ جو شمس طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے
 جو حادث ہے وہ فانی ہے۔ اور جو قابل زوال کے ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے
 غرض ایسے ہی مسٹر چیچرس۔ مسٹر اڈویل۔ مسٹر اپرنکر۔ آنریبل
 ولیم میورا اور مسٹر رینین وغیرہم مورخین کی شہادت ہے والفضل
 ما شہدت بہ الاعضاء ہمارے سردار و آقا حضور خاتم النبیین اعلیٰ
 حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور والیان ملک
 کو نامے لکھے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ ہر قتل بادشاہ روم کے پاس
 جب نامہ مبارک پہنچا۔ اُس نے نہایت نفیسم و تکریم سے لیا۔ اُسین
 لکھا تھا۔ یہ خط ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہر قتل
 سردار روم کو۔ ہم تمھیں اسلام کی طرف بلا تے ہیں۔ اسلام لاؤ سلاط
 رہو اگر نہ مانو گے تو تم پر تمھاری رعیت کا بھی گناہ ہوگا۔ پھر یہ آیت
 لکھی یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوائے بَیِّنَا وَبَیِّنَا کُلُّا اَنْ لَا تَعْبُدَ
 اِلَّا اللّٰهَ وَلَا تُشْرَکْ بِہِ شَیْئًا وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ
 دُونِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَعُولُوْا اَشْہَدُ قَوَائِمًا مَّسْلُْمُوْنَ ۝
 جب ہر قتل کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پہنچا

اُس نے کہا کہ تلاش کرو۔ اُس شخص کے وطن کا کوئی آدمی یہاں ہے؟
اگر ہے تو بلالو۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں مع ایک قافلہ قریش کے اُن دنوں
شام میں تھا۔ لوگ مجھے مع ہمارے بیوں کے ہرقل کے روبرو لے گئے
اُس نے کہا کہ جو اُن سے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے)
قریب تر ہو آگے ہو بیٹھے۔ ابوسفیان ہی اقرب تھے آگے ہو بیٹھے۔
ہرقل۔ یہ شخص جو تم میں دعوے پیغمبری کا کرتا ہے۔ نسب میں
کیسا ہے؟

ابوسفیان۔ بہت اعلیٰ!۔
ہرقل۔ دعوے نبوت سے پہلے تم نے کبھی کسی بات میں اُسے
جھوٹا پایا یا نہیں؟

ابوسفیان۔ نہیں!۔
ہرقل۔ اُن کے باپ دادے میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان۔ نہیں!۔
ہرقل۔ بڑے آدمیوں نے پیشتر اتباع اُن کی۔ کی ہر یا غریبوں
نے؟

ابوسفیان۔ غریبوں نے!۔

ہرقل - جماعت اُن کی روز بروز بڑھتی جاتی ہو یا کم؟ -

ابوسفیان - بڑھتی جاتی ہو! -

ہرقل - کیا جو کوئی مسلمان ہوتا ہو پھر اسلام ناپسند کر کے مرتد بھی

ہو جاتا ہو؟

ابوسفیان - نہیں! -

ہرقل - لڑائی میں ہمیشہ تم غالب رہتے ہو یا وہ؟ -

ابوسفیان - کبھی ہم کبھی وہ! -

ہرقل - خلاف عہد بھی کرتے ہیں؟ -

ابوسفیان - نہیں! - اور اب ہمارے اُن کے عہد ہوا ہے۔ دیکھیں

خلاف کرتے ہیں یا نہیں! -

ابوسفیان کہتے ہیں کہ سارے سوال و جواب میں سوا لانا نعم

کے اور کوئی بات بڑھانہ سکا۔ سوا اتنی بات کے جو آخر میں بڑھائی۔

ابوسفیان اسوقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے۔ یہ بھی

اسوقت کے حال میں بیان کیا کہ مجھے ڈراس کا تھا کہ اگر جھوٹ

کہوں گا مشہور ہو جائے گا۔ نہیں تو میں جھوٹ بھی کہہ دیتا۔

بعد استفسار حالات ہرقل نے کہا کہ پہلے سوال کے جواب میں

تم نے کہا کہ ینغیر نسب میں اعلیٰ ہیں۔ تو اسد جل جلالہ ینغیر عالی نسب ہیں

رتا ہے۔ جب آدمیوں کے معاملہ میں جھوٹ نہیں بولتے تو تعجب
 ہو کہ خدا سے تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔ اگر ان کے باپ دادا
 میں کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ خیال گزرتا کہ اس بہانے سے اپنے باپ
 دادا کا ملک لینا چاہتے ہیں۔ اگر پہلے کسی نے دعویٰ پیغمبری
 کیا کیا ہوتا تو یہ گمان ہوتا کہ تقلید سابق کرتے ہیں۔ پہلے غیب ہی
 لوگ پیغمبروں کے تابع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روز بروز جماعت
 اُن کی بڑھاتا ہے۔ جب حلاوت دین حق کی دل میں آجاتی ہے۔ پھر
 آدمی اُس دین کو نہیں چھوڑتا لڑائی میں بھی یہی حال ہوتا ہے کہ کبھی
 کبھی دشمن پیغمبروں کے غالب ہو جاتے ہیں۔ آخر کو غلبہ پیغمبروں ہی
 کو ہوتا ہے۔ اور خلافت عہد بھی انبیاء نہیں کرتے۔

پھر ہر قل نے کہا کس قسم کی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ ابوہنیان
 نے کہا۔ نماز و زکوٰۃ کا۔ اقارب سے سلوک کرنے کا۔ حرام سے بچنے
 کا۔ ہر قل نے کہا کہ جو باتیں تم نے بیان کیں اگر سچی ہیں (سچی تو کھنیں
 ہی۔ وہ تو خود کہتے تھے کہ موقع جھوٹ کا نہ مل سکا۔ ورنہ یہ باتیں بھی
 تنقیص کا پہلو لیے ہوتیں) تو وہ پیغمبر ہیں۔ اور جو میں پہنچ سکتا تو
 اُن کے حضور میں حاضر ہوتا۔ اُن کے پانوں دھوتا۔ اور غنیمت جہان
 میرے قدم ہیں یہاں اُن کا ملک ہو جائے گا۔

ہر قل بڑا حکیم تھا اور ان مشین گوئیوں سے جو حضرات موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی تھیں بخوبی واقف تھا۔ علاوہ برین بڑے بڑے علمائے نصاریٰ اور اکثر بادشاہ ہمیشہ اقرار نبوت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے اور جن کو توفیق ایزدی رفیق ہوئی ایمان لائے۔ جیسے صفاط عالم نصاریٰ بحیرا اہب بنظورہ۔ نجاشی بادشاہ حبشہ۔ اور یہودین حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ وَلِیُّ الدِّینِ اَمْوَا بُخْرِیْ جُمُعَہ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ اَ تَحْضُرُ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں اخلاق حسنہ۔ اوصاف جمیلہ اور کمالات علمیہ و عملیہ سب موجود تھے۔ حضرت کا اُمّی ہونا ہی دلیل نبوت ہے۔ بابی انت وامی

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

ہمارے ہادی و رہبر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و اعمال بہت ہی پسندیدہ و برگزیدہ تھے جو حضور کے پیغمبر ہونے پر دلیل قاطع و برہان ساطع ہیں۔

جب مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا غل ہوا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی جو یہود کے بہت بڑے

عالم متبحر تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے آئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دیکھتے ہی میرے دل میں یہ خیال پختہ جم گیا واللہ ما هذا الوجه کذاب خدا کی قسم ان کے چہرے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ جھوٹ کہنے والے نہیں اور بالآخر شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ ہمارے آقائے نعمت سردارِ دو عالم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہکرم اخلاق و محامد صفات کی جامع و مجموعہ تھی کہ جسکا اعتراف مخالفین بھی بڑے شہ و مد سے کر رہے اور دھوم و دھام سے لکھ رہے ہیں۔

اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اخلاقِ حسنہ یہ ہیں۔ صبر و حلم۔ عفو و تواضع۔ جود و سخا۔ ہیبت و حیا۔ شفقت و رافت۔ رحمت۔ کرم۔ صدق و عفت۔ عدل و امانت۔ وقار و صمت مروت۔ زہد و تقویٰ وغیرہ وغیرہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقِ حسنہ اعمالِ حمیدہ اور صفاتِ محمودہ سے بدرجہ اتم متصف تھے۔

اللہم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

عقل کامل و علم شامل

حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اخلاق شریف سے عقل کامل و علم شامل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم و ظاہر اس لیے کہ اخلاق کا منبع و منشا عقل ہے عقل نور و حانی ہے کہ علوم ضروریہ و نظریہ اُس سے دریافت ہوتے ہیں۔ کمال علم و عقل حضور اقدس کا اس مرتبے پر تھا کہ کسی بشر کو یہ مرتبہ نصیب نہوا۔ علم حضور اقدس کا کتب سماویہ۔ صحف منزلیہ۔ سیر امم حالیہ۔ احوال ایام ماضیہ پر پوری طرح حاوی بدرجہ اکمل تھا۔ عرب کہ مثل و حوش شاردہ صاحب طبائع متنافرہ متباعدہ تھے۔ اور مرتبہ جہل و نادانی و جہانین مکتیا کس قدر تحمل اُنکے جفا و ایذا پر فرمایا کہ رام و متقاد ہو کر طریق سلوک و راہ فلاح و ارین اختیار کی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بغیر تعلم و مدارست۔ مہارت و ملازمت کتاب ہمارے پیشوا و آقا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس درجہ علم شامل و عقل کامل رکھتے تھے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

حکم

صبر ہمارے حضور اقدس میں بدرجہ غایت تھا۔ سب صبر و ن سے بڑا اور صعب تر صبر حضور کا غزوہ اُحد میں تھا کہ کافر مجاہدین و مقاتلہ کرتے

طرح طرح کے آزار و تکلیف دیتے تھے حتیٰ کہ چہرہ اقدس خون آلود اور دندان
 مبارک بھی شہید ہوئے۔ باوجود ان مصائب شدیدہ کے ازراہ شفقت
 و رحم انھیں معذور رکھ کر ان کے حق میں فرماتے اللہ عا ہد قوی ذائع
 لا یعلمون بارخدا یا ہدایت کر میری قوم کو کہ وہ نہیں جانتی (یعنی نہ تجھے
 پہچانے نہ مجھے) کفار سے جیسی جستی تکلیفیں حضور کو ہوئیں انبیاء سابقین
 میں سے کسی کو اتنے صدمے و ایذائیں نہیں پہنچیں۔ خود حضور کا ارشاد
 پاک ہر ماو ذی نبی مثل ماو ذیت نہیں ستایا گیا کوئی نبی میرے
 برابر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضیہ مال و منال (وغیرہ) میں اپنے
 نفس کے واسطے انتقام نہ فرماتے۔ بلکہ اُس صورت میں کہ کوئی حلال کو
 حرام اور حرام کو حلال سمجھے (یعنی خدا واسطے انتقام فرماتے) بمقابلہ
 جہل حضور کا حلم زیادہ ہوتا (جس قدر کوئی جہل کرتا آپ حلم زیادہ فرماتے)
 چنانچہ ایک یہودی نے بوعده معین حضور سے خرے خرید کیے اور
 تسلیم خرے سے قبل اُسکی قیمت دیدی۔ مگر بوعده معینہ کے پہلے خرے
 لینے آیا۔ اور تقاضاے شدید کیا۔ دامن قمیص مبارک اور ردا شریف
 پکڑ لی۔ نظر تیز و تند سے دیکھ کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم حق میرا
 نہیں دیتے اور تم اے اولاد عبد المطلب! اے حقوق میں جیلہ گر ہو۔
 فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے دشمن خدا میرے سانس

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسے کلمات گستاخانہ و بے ادبانہ کہتا ہو۔ قسم خدا کی اگر مجھے حضور کا ادب مانع نہ ہوتا تو تیرا سر بھی تلوار سے جدا کر دیتا۔ اور حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آرام و آہستگی دیکھتے اور ازراہ تبسم فرماتے تھے۔ اسے عمر رضی اللہ عنہ (تھیں لائق تھا کہ مجھ کو بحسن ادب اور اس مرد کو بحسن تقاضا امر کرتے۔ جاؤ حق اسکا ادا کرو واپس صاع زیادہ اسے اس کے حق سے دو کہ تم نے اسے ڈرایا اور تہدید کی۔ فاروق عظیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موافق حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کیا۔ یہودی نے کہا کہ سب علامات نبوت نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) تورات سے میں جانتا تھا۔ مگر یہ دو حصلتیں کہ اُن کا اب امتحان کیا۔ یہ کہا اور فوراً مسلمان ہو گیا۔ حضور اقدس کا حکم اس مرتبہ کہ کلام مجید میں اور انبیاء علیہم السلام کو نرمی کا حکم اور ہمارے حضور کو تاکید کہ سختی کیجیے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اگر ردائے مبارک حضور کی کھینچی کہ خشونت چادر کے باعث گردن مبارک میں خراش ظاہر ہوئی۔ حضور نے اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ تیری غرض کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ دونوں اونٹ میرے کدو دادو۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے اس حالت سے چھوڑ تو تیرا کام کروں۔ اعرابی نے کہا بخدا میں تمہیں نہ چھوڑوں گا تا وقتہ کہ یہ دونوں اونٹ میرے کد نہ جائیں گے۔ حضور نے ایک آدمی کو بلا کر

حکم دیا کہ ایک مین خرے اور دوسرے مین جو بھردور نرم خوئی یہاں تک
تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی فَمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لَئِنْ لَّهُمْ رِيبٌ
اللہ کی رحمت ہے کہ تو نرم خو ہوا،

اور منجملہ عفو و صفح حضور سے ہے لبید بن العقلم یہودی کو معاف
کرنا اور ایک یہودیہ خیرہ سے درگزر فرمانا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ جَزَاءُ
سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا بُرَاءُیْ کَا بَدْلُهُ بُرَاءُیْ ہر ویسے ہی۔ مگر حضور رحمۃ اللعالمین
ہمیشہ بُرَاءُیْ کے بدلے عفو و رحمت فرماتے تھے

اگر مردی جن الی سُنْ اَنَا

بدی را بدی سهل باشد جزا

اللہ صلی علی سیدنا محمد والہ بقدر رحمہ و جمالہ

عفو و تواضع

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں من بن سہم خدمت
مبارک میں رہا گا ہے حضور نے اُن سے کیا (یعنی کسی بات پر چھڑ گائیں)
اور نہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا اور وہ کیوں نہ کیا۔ ملاقات میں تقدیم سلام
کی فرماتے۔ منتظر اس بات کے نہ رہتے کہ وہ شخص سلام کرے۔ سب سے
بتا زہر روئی و کشادہ پیشانی پیش آتے۔ جو کوئی حضور کو پکارتا اُس کے
جواب میں لبیک فرماتے۔ جب کوئی حضور سے سرگوشی چاہتا ہے مبارک

جھکا دیتے۔ جب تک وہ اپنے عرض حال سے فارغ نہوتا۔ سر مبارک بلند نہ فرماتے۔ جس مجلس میں تشریف لیجاتے کنارہ مجلس میں بیٹھ جاتے صدر مجلس بالانشینی کا قصد نہ فرماتے۔ زانوے مبارک کسی کے زانو سے ملا کر نہ بیٹھتے اور مجلس میں پائے مبارک دراز فرماتے۔ اگر کوئی حضور کا ہاتھ پکڑ لیتا جب تک وہ نہ چھوڑتا خود نہ چھوڑاتے۔ بڑھی عورتیں اپنے کام کے لیے حضور کو ساتھ لیتیں۔ ساتھ ہو لیتے اور کام کر دیتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس برس میں نے حضور کی خدمت کی قسم خدا کی ہر وحضیرین جس قدر میں حضور کا کام کرتا تھا اُس سے حضور میرا کام زیادہ کر دیتے تھے۔ اصحاب کے ساتھ کام میں شریک ہو جاتے۔ جو کوئی حضور کے پاس آتا اگر اُرام کرتے اور اپنا کپڑا اُس کے لیے بچھا دیتے۔ فقر کے ساتھ مجالست فرماتے۔ مساکین کی عیادت فرماتے۔

اللہم صل علی سیدنا محمد والہ بقدر حسنہ وجمالہ

ہمیدہ

حضور کے جمال میں بدرجہ نایت تھی۔ لیکن باوجود اسکے تواضع وخلق اس مرتبہ تھا کہ بجز ملاحظہ آثارِ رُعب ہر اس حضور کمال التفات سے

تشکین فرماتے تھے۔ حضور ایسے خوش اخلاق و متواضع تھے کہ اگر
مدینہ منورہ کی ایک باندی بھی حضور کا ہاتھ پکڑ لیتی تو جہان وہ چاہتی اسے
ساتھ چلے جاتے۔ حاجتمندوں کو ناخوش و نارضا مند نہ فرماتے۔ ساکنان
مدینہ طیبہ اپنے ظروف سے پانی سے بھر کر بیماروں کے واسطے حضور
کی خدمت میں لایا کرتے اور حضور اقدسؐ پاس خاطر عین موسم سرما میں
ہر ایک ظرف پانی میں جدا جدا ہاتھ ڈالتے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ گو افراط
سرودی سے گزند دست مبارک کو پہنچے۔ کبھی طعام پر عیب نہ فرماتے
کہ شور ہر یا ترش۔ نمک کم ہر یا زیادہ۔ خوش آتما ناول فرمالتے ورنہ چھوڑ دیتے
حضور کا بڑا وسب کے ساتھ نہایت لینت کا تھا بالخصوص مساکین
و اضیاف اراہل و آتیام کی جیسی بھائی و شفقت فرماتے اُس سے زیادہ
کسی بشر کے امکان میں نہیں۔

اللہم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

جود و سخا

بعد باری تعالیٰ اجواد الابد وین حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
ہمیں۔ ہمارے حضور احسن الناس و اجود الناس و اشجع الناس جامع جمیع
ملالات حسنی و روحی اور حاوی خوبی صورت و سیرت تھے۔ شان اقدس یہ

کہ رسول سائل نہ فرماتے لفظاً لا زبان حق ترجمان پر جاری نہ ہوتا کسی نے
ایک عربی شعر کا ترجمہ خوب کیا ہے
نہ رفتہ لا بزبان مبارکش ہرگز مگر دلاشہد ان لا الہ الا اللہ
اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

کرم

سخا و کرم حضور کا ایک طرح پر نہ تھا۔ انواع مشتملہ اور انچائے تنوع
سے سائلین کو بالامال استغنا فرماتے۔ وقتے بطریق ہبہ و گاہے بطور صدقہ
کبھی بسبیل قرض اور گاہے بطریق ہدیہ۔ چنانچہ ایک روز کوئی عورت
ایک طبق خرماسے ترکہ مرغوب لطیع تھا۔ حضور میں لائی۔ حضور نے عرض
ہیہ زہر و زیور کہ فتح حنین سے آیا تھا اٹھی بھر کر لے دیا۔ عرض کہ ہر حال
میں ذات شریف پر تکلیف و رنج اٹھاتے مگر غیر کو راحت و آرام پہنچاتے۔
اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

حیا

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حیا وجود و خوف و
ہیبت ہر دل انسان میں یا وحشت و مذمت بسبب پیش آنے امور ناشائستہ

بجانب باری عزاسمہ۔ اور کہا ہے۔ المحب ينطق والحياء يسكت والخوف
يعلق محبت گویا کرتی ہے محب کو بہ ثنا و مدح محبوب۔ جیسا خاموش کرتی ہے
بشہود و تقصیر اور اسے حق محبوب۔ اور خون مضطرب آرام رکھتا ہے عتاب و
عقاب محبوب سے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو کوئی
شرم رکھتا ہے خدا سے طاعت و عبادت میں۔ اُس سے خدا بھی حیا رکھتا
ہے معصیت و تعذیب میں۔ اور حیا کا صدور کبھی کرم کے سبب ہوتا ہے۔
طعام ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں جو لوگ حاضر تھے انکی نشست
عرصہ تک ہی۔ حضور کو تکلیف ہوئی لیکن حیا کے سبب کچھ نہ فرمایا۔
حق تعالیٰ نے ایذا سے حضور سے اُس قوم کو متنبہ فرما کر کہا۔ قَدْ اَطَعْتُمْ
فَانْتَشَرُوا وَلَمْ تَسْتَأْذِنُوا لَنْ يَكُ الْوَكَاكُ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَبَسَّحَتْ حُجَّتُكُمْ
وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَتَرْجَمُهُ جَبَّحًا كَمَا كُفِّرُوا لَمْ يَسْتَحْيِي مِنَ الْمُنْكَرِ
ہوا ورنہ بیٹھو آرام و چین سے باہم باتیں کرنے کو۔ یہ فعل تمہارا ایذا دیتا ہے پیغمبر
کو پس وہ حیا کرتا ہے اور خدا نہیں شرما تا حق سے۔ جیسا حضور کی ذات کریمہ
میں بدرجہ کمال تھی کہ گاہے کسی معین و مخاطب ٹھہرا کر نہی نصیحت فرماتا
اور نام لیکر منع نہ کرتے۔ بلکہ بکلامِ حالمہ و عبارتِ شامہ بنا بر منع از تکاب
منہا ہی نصیحت فرماتے۔ اور غرض اس ارشادِ کنایہ سے یہ تھی کہ کوئی مرتکب
منہا ہی اپنے ہم چشموں میں شرمندہ و خجل نہ ہو۔ حضور اقدس کلامِ فاحش

یعنی نامشروع اور الفاظ مکروہ بطبع (اور متفحش یعنی بھکھٹ ایسے الفاظ)
 زبان مبارک پر نہ لاتے تھے۔ بازاروں میں آواز بلند نہ فرماتے۔ اگر کوئی برائی
 و بدگوئی اور بدزبانی پیش آتا عفو و درگزر فرماتے۔

اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر رخصتہ وجمالہ

شفقت۔ رافت۔ رحمت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
 لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ
 رَؤُوفٌ شَرِيفٌ ترجمہ (اور تجھے نہیں بھیجا مگر رحمت تمام عالم کے لیے
 بیشک تمہارے پاس آیا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں میں سے اُس پر
 شاق ہو یہ کہ تم ایذا میں پڑو۔ تمہاری بھلائی پر حرص کرنے والا مومنین کے
 ساتھ شفقت کرنے والا مہربان) ہمارے حضور یہاں تک یقین القلب تھے
 کہ اگر کسی لڑکے کے رونے کی آواز کہ مان اُسکی شریک جماعت ہوتی
 سنتے تو قراءت کو سبک فرمادیتے۔ اور مقتضائے شفقت و رحمت
 میں یہ بھی داخل ہے کہ حضور کبھی کبھی لوگوں کو پند و نصیحت فرمایا کرتے نہ ہر وقت
 کہ سامعین پر آگندہ و منتشر نہ ہوں۔

اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

صدق و عفت - عدل و امانت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے امانت دار بڑے عادل نہایت پارسا اور اس مرتبہ راست گو تھے کہ دشمن بیگانہ سب مقرر تھے کہ صفات ستودہ میں اپنا عدیل نہیں رکھتے پیش از نبوت حضور کو موسوم بہ محمد الامین (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے تھے (یعنی امانت دار) چنانچہ قصہ اٹھانے حجر اسود کا معروف و مشہور ہے۔ اکثر وقایع میں پیش از زمان اسلام قریش حضور کو اپنا حکم کرتے چنانچہ یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واللہ انی لامین فی السماء و امین فی الارض اسیر دال ہے عفت و پارسائی ذات ستودہ صفات میں اس مرتبہ تھی کہ دست مبارک حضور نے احیائاً ہاتھ کسی عورت اجنبیہ کا مس نہیں کیا۔
اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ و جمالہ

وقار و صمت و مروت

وقار حضور کا سب سے زیادہ تھا۔ مجلس میں کبھی ہاتھ ہلانا یا بے مبارک دراز کرنا عادت شریف نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کثیر السکوت تھے۔ بے حاجت تکلم نہ فرماتے۔ کلام حضور فصیل تھا۔ یعنی رشتہ مروارید نہ کم نہ زیادہ حضور ایسا کلام و حیر و مختصر فرماتے کہ اگر کوئی چاہتا ہر کلمہ جملہ

گن لیتا۔ حضور کا سکوت منحصر چار چیزوں پر تھا۔ علم۔ حذر۔ تقدیر۔ تفکر۔
 مجلس منہیت ہمیشہ علم و حیا سے آراستہ رہتی۔ کوئی آواز بلند نہ کرتا۔ تذکرہ
 کلمات قبیحہ سے اجتناب ضروری سمجھتا۔ اور جب حضور درریز موعظ
 و نصایح ہوتے تو سامعین ایسے سرفگندہ و سرنگون ہوتے کہ گویا اُن کے
 سروں پر پرند بیٹھے ہین۔ غرض یہ کہ سیرت و خصلت حضور کی بہترین سیرتوں
 و خصلتوں کی تھی۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

زہد و تقویٰ

۷

بے رغبتی دنیا اس حد کی تھی کہ بارہا حضور نے زبان حق ترجمان
 سے یہ دعا فرمائی اللھم اجعل رزق ال محمد قوتا۔ حضرت علی کرم اللہ
 وجہہ سے روایت ہو کہ میں نے طریقہ و حال کی نسبت استفسار کیا حضور
 نے فرمایا المعرفة مر اس مالی۔ والفضل اصل دینی۔ والحب اساسی۔
 والشوق مرکبی۔ و ذکر اللہ انیسی۔ والثقة کنزی۔ والمخزن رفیقی۔
 والعلم سلاحی۔ والصبر ردائی۔ والرضا غنیمی۔ والعقر مخزنی۔ والهدی
 حرقی۔ والیقین فوقی۔ والصدق شفیعہ۔ والطاعة حسنی۔ والجہاد
 خلقی۔ و قرة عینی فی الصلوة۔ و ثمرة فوادی فی الذکر۔ و غمی لاجل

امتی۔ و شوق علی دینی ترجمہ معرفت خدای تعالیٰ میرا سرمایہ
 مال۔ عقل جڑ میرے دین کی۔ خدا کی دوستی بنیاد میری۔ شوق بہ لقا
 خدا سواری میری۔ ذکر خدا دوست و بہدم میرا۔ اعتماد و توکل خدا پر خزانہ
 میرا۔ اندوہ رفیق و صاحب میرا۔ احتیاج بہ خدا بزرگی میری۔ بے غنبتی
 و ترک دنیا پیشہ اور کارگیری میری۔ یقین قوت میرا۔ راستی شفاعت
 کرنے والی میری۔ بندگی و خوبی و جمال میرا۔ جہاد راہ خدا میں سیرت و نحو
 میری۔ خنکی آرام میری آنکھوں کا نماز میں۔ سیوہ دل و حاصل میرا یادگاری
 خدا میں۔ غم و اندوہ میرا اپنی امت کے لیے اور میرا شوق اپنے پروردگار
 کی طرف ہے

مرتبہ ہاے ہمہ بہت از تو دوام
 پیروی امر تو بر جملہ دین
 آیت این مرتبہ در شان تست

اے تو بہ ہر مرتبہ عالی مقام
 طاعت تو بر ہمہ با فرض عین
 مائید معرفت از خوان تست

اللہم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

جس نے تاریخی دنیا میں اپنا قدم رکھا اور اسکی سیر کی ہو وہ
 خواہ کتنا ہی تعصب کے کیچڑ اور عناد کے دلہل میں پھینسا ہو مگر اسکا
 نفس بواہر لعنت ملامت چھوڑ چھاڑ کر اسے یقینی اس کہنے پر بالکل مجبور
 محض بے بس کر دیتا ہے۔ کہ جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اچھا اور

اچھا اور ایسا اچھا تھا جو آپ کی نبوت رسالت پر برہان قاطع اور
دلیل ساطع ہو۔ اور کیون نہ وہ کہ خود حضور اقدس کا ارشاد پاک ہی بہشت
الائمہ مکارم الاخلاق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
حضور کے اخلاق کی نسبت سوال کیا گیا۔ فرمایا حلقہ القدران
حضور کا خلق قرآن تھا

وصف خلق کسیکہ قرآن است	خلق را وصف او چہ امکان است
------------------------	----------------------------

اللہ صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر رحمہ وجمالہ
تمام اخلاق و اعمال حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضور کے
معجزات و علامات نبوت پر دلالت تھے۔
نضر بن الحارث نے کہ ایک کافر اور غشاوہ کفر اپنے دل پر رکھتا
لیکن بنسبت اور کفار کے عاقل و منصف تھا کہ وہ (یعنی اور کفار) کفر و
حق پوشی میں غلیظ و شدید تھے قریش سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
غور دسالی اور جوانی سے پیری تک پسندیدہ ترین افعال صادق ترین
اقوال۔ اور عظیم ترین امانت دار تم سب میں ہے اور دین حق و کتاب
صادق لائے اب تم انھیں عداوت سے سحر کرتے ہو و اللہ وہ
ایسے نہیں۔

ولید بن مغیرہ کہ روسائے کفار قریش سے تھا۔ بارہا قرآن سناتا رہتا

اور کہتا کہ بالیقین یہ کلام بشر اور ساختہ مروج نہیں۔ اس کلام میں شیعہ
و جیسی ہر کہ اور کسی چیز میں نہیں۔ ان لہ لحلاوة و طلاوة۔

حارث بن عامر ایک مشرکین سے تھا لوگوں کے روبرو حضور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا کتا تکذیب کرتا اور جب تنہا ہوتا تو یہ
کہتا کہ واسد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں۔ لائق تکذیب نہیں۔ یہ عالم
کفار و منافقین کا حضور کے ساتھ تھا۔ اور شرک و اہل کتاب یہود و نصاریٰ
خوب اچھی طرح حال رسالت حضور سے مطلع تھے یَعْرِفُونَهُ کَمَا یَعْرِفُونَ
أَبْنَاءَهُمْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پہچانتے تھے (یعنی جانتے
تھے کہ آپ ہی پیغمبر آخر الزمان ہیں) جیسا کہ پہچانتے تھے اپنے بیٹوں کو۔
اور رشتہ در رشتہ منتظر ہائے حضور کے رہتے۔ اپنے اپنے بیٹوں کو نصیحت
کرتے تھے کہ بوقت پانے زمانہ ختم الانبیاء یہ عرض کرنا کہ مردہ آمد۔ حضور
اور اشتیاق جلال با کمال میں ہمنے اپنی جان دی۔ ہر کو صدقین سے
جان کر ہمارا سلام قبول فرمائیے گا۔

اللہم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ و جمالہ و باریک

وسلم۔ واللہ عہدی من یشاء ان یرا طاعتکم۔ والسلام علی من اتبع الهدی

دوستو! یہ سب کچھ سن چکے۔ ترقی ترقی کا غل بہت ہو چکا

الکچر بھی ہونے و عظ بھی۔ ہاے قوم و لے قوم بھی۔ یاد رکھو یہ سب

فروعات اور واپسیات خرافات ہی۔ ہمدردی میں بڑی ضرورت ہو تو تیز کیئے
نفس اور تصفیہ باطن کی۔ جس سے دل گداز ہو۔ اور دردمندی آئے۔
نہ دل ہی نہ درد۔ اور ہمدردی موجود ہے

بدہ ساتی مئے باقی کہ درجنت نخواہی یافت | کنا آب کنا باد و گلگشت مصلی را

کاش جب قدر رفار می ہمدردی کا زبانی دعویٰ ہی۔ اسکا عشر عشر
بھی عملی صورت میں نظر آتا تو آج ہماری قوم کے سر پر یہ ادبار و کبت کی
گھڑی ہوئی گھٹائیں دکھائی نہ دیتیں۔ کیا بانی اسلام روحی فداہ یا قرن
اولیٰ کے مسلمانوں کی ہمدردی کے یہی طریقے ہی رنگ ٹھنک تھے
کیا یہی ہماری سی ہمدردی اُن حضرات کی بھی تھی۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ وہ بھی
نسبت نہیں جو فرے کو آفتاب سے ہی۔ اچھا یہ بھی نہ سہی۔ سنا کہ اُن کی
سی ہمدردی ہم میں نہیں آخر ہمدردی کے انداز تو وہی ہوں گے۔ واسطہ
یہ بھی کچھ نہیں۔ ہاں تو یہ نہ کہیں کہ صدیوں کے اونچے نیچے سانچے میں ڈھل
ڈھلا کر اب وہ ہمدردی ہی کچھ اور کی اور ہو گئی۔ افسوس! افسوس!
ازماست کہ برماست ہے

این ہمہ مستی و بیہوشی نہ جدا بود | با حریفان ہر چہ کرد آن ز گسستانہ کرد
ہمدردی اسی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تین دن متواتر شکم
سیر نہیں ہوئے۔ ولو شاء یسبع تشبعان و لکن کان یوشر علی نفسه ا

کھلید خورشید الغدی یعنی حضرت اگر چاہتے تو کھاتے مگر بھوکوں کو کھلا دیتے
 خود بھوکے رہتے اور دوسرے دن کے لیے کچھ بھی نہ رکھتے۔ ایک مرتبہ
 بہت سا مال قریب لاکھ درہم خراج بحرین سے حضرت کی خدمت مبارک
 میں لایا گیا۔ بعد ملاحظہ حکم فرمایا کہ اسے مسجد میں ڈال دو۔ بعد نماز وہاں
 تشریف لائے جو سامنے آیا اُس مال سے اُسے دیا۔ غرض کہ سب مال
 مستحقین و سائلین کو عطا فرمایا حتیٰ کہ ایک درہم بھی ذات اقدس کے لیے
 نہ رکھا۔ فقر و فاقے کی یہ حالت کہ دود و تین تین پیچہ شکم مبارک پر بندھے
 ہوئے ہیں اپنی ذات خاص کے لیے تو یہ کچھ تکلیف مگر مسلمانوں کے واسطے
 کسی طرح کا دریغ نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب ملک فتح ہونے لگے تو
 آپ نے منادی کر دی اَنَا اَوَّلُ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ انْفُسِهِمْ مَنْ تَوْفَى مِنْ
 الْمُؤْمِنِينَ وَتَرَكَ دِينَا فَعَلَى قَفَاؤِهِ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِرِشَةٍ
 اُمِّيَّةٍ بَنِي خَلْفِ حَضْرَتِ بِلَالِ رَضِيَ اللہ عَنْہُ کو کہ اُسکے غلام تھے محض اس وجہ
 سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے طرح طرح کی
 تکلیفیں دیتا۔ گرم ریت اور پیچروں میں باندھ کر دوپہر کو ڈالتا۔ اور کہتا کہ
 توحید سے منحرف ہو کر لات و عزی کی اُلوہیت کا قائل ہو۔ وہ شدت تکلیف

لے کر مجھ سے بڑھ کر ایمان والوں کے نفس کے لیے کوئی اولیٰ نہیں جو قرضہ درے اُس کا
 قرضہ میرے ذمے۔ اور جو مال چھوڑ کر مرے تو مال اُسکے وارثوں کا ۱۲ منہ

بیہوش ہو جاتے۔ مگر جب ہوش آتا۔ اِحدًا اِحدًا کہتے۔ حضرت صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنا ایک غلام اور بہت مال امیہ بن خلف کو دیکر
 خرید فرمایا۔ اور آزاد کیا۔ صرف یہ شرط کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 خدمت میں رہیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ شرط کریں یا نہ کریں۔ میں تو خود ہی
 حضرت کی خدمت مبارک میں رہوں گا۔ اسی طرح اور کئی لونڈی غلام آپ
 نے آزاد فرمائے۔ اور بہت مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خرچ میں
 صرف کیا۔ آپ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وما
 نفعتی مال اِحد قط ما نفعتی مال ابی بکر کسی کے مال نے مجھے
 ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے۔ دوسرا ارشاد
 ہُوَ اِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّاسِ اِحْدًا مِنْ عِلاَءٍ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ اَبْنِ
 اَبِي قَحَافَةَ بِيْشَكٍ تَمَامِ اَمِيْوْنٍ مِنْ مِيْرَةٍ سَاتَتْ اَيْنَ جَانٍ وَمَالٍ سَ
 كَسَى فِيْ اِيْسا سَلُوْكَ نَہْ كَيَا جَيَا ابُو بَكْرٍ نَہْ (رضی اللہ عنہ) سورہ واللیل آپ
 کی شان میں نازل ہوئی اور خداوند جلّ علانے تقیٰ یعنی بڑا پرہیزگار فرمایا
 وَسَيَجْزِيْهَا الْاَتَقٰى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهُ يَتَزَكٰى ۝ دُور رکھا جائے گا دوزخ سے
 وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہو مال اپنا پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے۔ سورہ ہجرات
 میں ارشاد کیا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰى كُوْهُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 ۵ بیشک بڑا بزرگ اللہ کے نزدیک صاحب تقویٰ ہے۔ ۱۲ منہ

ایک دفعہ لشکر کا سامان فرما رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال حضرت کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت نے دریافت فرمایا۔ ما اخلقت کاھلک اپنے گھروالوں کے لیے کیا چھوڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مثلاً۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لیکر حاضر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔ آپ سے بھی وہی استفسار ہوا۔ آپ نے جواب دیا خلقت لھلک ورسولہ یعنی اُن کے لیے اللہ ورسول کو چھوڑا۔ اس قومی سہار دی داد و دہش سے پھر آپ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ بند اور تمکون کی جگہ تنگے اور کانٹے لگے رہتے۔ اسی سے لوگ آپ کو فو واخلال کہنے لگے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے لے چلے آتے تھے اور جھولیوں میں بھر بھر کے مدینہ منورہ کی گلیوں میں لوگ زکوٰۃ کے روپ لیے پھرتے تھے۔ اور صاحب نصاب ہونے کے باعث کوئی چھوٹا بھی نہ تھا۔ غنا و توانگری مال و دولت کی تو یہ حالت۔ اور خود حضرت فاروق عظیم رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت کہ عین مونڈھوں کے بیچ میں بیوند پر پیوند لگے ہیں۔ بیت المال سے مدت تک ایک کوڑی نہ لی۔ آخر بمشورہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تبارک و دو وقت کھانے کے لینا منظور فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ چار پانچ

درم کی قیمت کا موٹا تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ آپ و عثمان تھے کہ ایک
 سیر و سہ ہشتیس ہزار درم میں خرید فرما کر وقف کیا اور جو کچھ اعانت فرمائی اسکا
 ذکر نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ حالت کہ لقمہ اٹھایا ہی تھا کہ ایک
 مسکین نے آواز دی۔ سب کھانا اُسکو دیدیا۔ پھر کھانا اگاہ عین وقت پر تیمم آگیا
 پھر اُسی طرح سب کا سب کھانا تیمم کو عطا فرمایا۔ سہ بارہ اُسی طرح ایک
 قیدی کو مرحمت کیا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حَيْثُ مَشِينَا
 وَبَيْنَمَا وَاَسِيرًا اِذَا نَاظِعُكُمْ لَوَجْهِهِ اللّٰهُ لَا تَرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُوْرًا
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک سائل آیا حضرت ابو طلحہ
 انصاری رضی اللہ عنہ اُسکو اپنے مکان لے گئے۔ گھر پہنچ کر معلوم ہوا
 کہ بقدر بچوں کے کھانا موجود ہے اور کچھ نہیں۔ آپ نے نبی سے کہا کہ
 تم کسی طرح بچوں کو سلا دو۔ چراغ بجھا دیا جائے گا۔ اور میں خالی منہ
 چلاتا رہوں گا آخر مہمان کا تو کسی طرح پیٹ بھرے۔ جس پر یہ آیت نازل
 ہوئی: وَيُؤْخِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَاَوْكَاۤنَ بِهٖمْ خَصَاۤصَةٌ طَيِّبَةٌ بہت تھوڑی
 مثالیں ہمدردی کی بیان کی گئیں۔ کتب سیر کی سیر کرنے والوں پر پوشیدہ
 نہیں ہمدردی میں بڑی ضرورت ہے تزکیہ نفس کی۔ جس سے دل گداز ہو
 اور کھلاتے ہیں کھانا اُسکی محبت میں فقیروں یتیموں اور قیدیوں کو اور یہ کہتے ہیں کہ سوا اسکے
 نہیں کہ کھلاتے ہیں ہم تکو واسطے رضامندی اللہ کے۔ نہیں چاہتے تم سے بدلہ اور نہ شکر کرنا ۱۲
 اور اپنے لیے خواہ کتنی ہی حاجت کیوں نہ ہو دوسروں کو اپنے پر مقدم رکھتے ہیں ۱۲ امنہ

اور درمندی آئے۔ جب تک اغراض خسیسہ کا لگاؤ ہے۔ ہمدردی کا نام
 ہی نام ہے۔ اس نام میں نظر کچھ اور ہی کام ہے۔ یہ نشا نہیں کہ کل اور ہر
 کسی پہاڑ پر جا بیٹھیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے شہنشاہی کی
 شان میں قومی ہمدردی کی آن بان دکھائی ظاہر فرمائی ہے۔ کہنا تو یہ ہے کہ
 خیر الناس من یجمع الناس کا تمغا توجب ہی زیب گلو ہوگا۔ کہ پہلے
 ہم قومی ہمدردی کے آداب سیکھیں۔ قرآن عظیم کی ہدایات پر عمل درآمد ہو۔ حضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے واسطہ رکھیں۔ مطلب رکھیں۔
 ورنہ برعکس ہم جو ہونا ہو۔ ہو جائیں۔ قوم کو تو ہمارا ہونا نہ ہونا برابر ہی بلکہ تہی
 حیثیت سے صاف صاف تو یہ ہے کہ ہونا۔ نہ ہونا۔ اور نہ ہونا۔ ہونا ہے۔
 اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے
 آپ فرماتے ہیں ہمدردی چیز دیگرست۔ خیابا شد مگر بیان تو کچھ بھی نہ سمجھے
 کہ آپ کی ہمدردی کیا ہے اور ترقی کیا اور اگر سمجھے بھی تو اسی قدر کہ قوم کو کچھ بھی
 نہیں اور آپ کو سب کچھ ہی ہوا اول والاخرہ الظاہر والباطن۔

خط بڑھا زلفین ٹھہیں کل ٹھہ گئی سوچا حسن کی سرکار میں جتنے بڑے ہندو بڑے

کمل کا اوڑھنا اور پہاڑ پر بیٹھنا یہ ایسے کہہ دیا گیا کہ اکثر حضرات حالات صحابہؓ کی حکمت کا
 ورنہ کمل کا اوڑھنا اور پہاڑ پر بیٹھنا جس بے اختیاری کی حالت میں ہو جاتا ہے اس پر اعتراض کرنا

تکلم ہی تکلم ہے شیخ اگر نے خرد و معذ و در دست را ۱۲

اچھا آدمی وہی ہے کہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے ۱۲ منہ

دعوت لسانی دیر یا نہیں۔ مہاوٹ کی گندہ بہار کے بادل اُدھر آئے اُدھر گئے۔ زیادہ جوش آیا برس پٹے برسے اور شے۔ زمین وہی صاف کی صاف دعوت قلبی کی صفت ہے۔ آنچہ از دل برآید در دل درآید۔ یہ نہیں کہتے کہ ہائے۔ وائے نہ مچاؤ۔ چلاؤ اور خوب چلاؤ۔ مگر قلبی کھٹک قائم کرتے جاؤ نتیجہ اسی سے نکلے گا۔ نہ رونے سے نہ دھونے سے ۵

عرفی اگر گریہ میں شہدے وصال صد سال می توان بہت ناگرسیتن

ہاں تو دل میں درد کیسے ہو۔ جب چوٹ کھائے۔ چوٹ کیسے لگے جب محبت ہو۔ محبت کسکی ہو۔ ہاں اُن کی محبت جو مان باپ سے زیادہ شفیق رؤف و رحیم ہیں۔ یعنی آقاے نعمت۔ سردارِ دو عالم۔ غریبوں کے منوں و غمخوار۔ بیکیوں کے فریادرس حضور شفیع المذنبین۔ رحمۃ اللعالمین جناب احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ و اولیاء امتہ اجمعین۔

فی المناجات

یا نبی اللہ اسمع قالنا	یا رسول اللہ انظر حالنا
خذ یدئ سہل لنا اشکالنا	انہی فی بحرہو مغرق
مجھ گدے مینوں کے حال پر	یا رسول اللہ رحم کی نظر
عاجزانِ راسخی مولا توئی	بے کسانِ المجاوا و اتوئی

ہونگا لطف مجھ پر رسول آپ گل سیر دور کر دیجیے مجھے آپ کا جلوہ ہو رہ جاؤں نہ مین گم مری ہستی ہو رہ جائیں حضور نورین ظلمت کا رہ جائے نہ نام صادق آئے معنوی کا یہ کلام	آپ اپنے سے ہونیں تنگ اول جلوہ فرمائی ہوئے اقامے اپنے کو ڈھونڈھوں گم پاؤں مین نور نور نور نور نور نور صبح کو باقی رہے کیا شبے کام اور اسی پر خاتمہ ہو و السلام
---	--

جملہ معشوق ست عاشق پردہ
زندہ معشوق ست عاشق مردہ

فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوئی جب سے راسخ ولائے محمد دل دجان ہوں و نون فدائے محمد وہ نور علی نور ہی جسم حنا کی بڑا عرش عظم سے تے بین ٹھہرے نمایان ہو کثرت میں وحدت کی صورت نہ مطلب ہے مہستی ہستی سے نقطہ جسم فانی پہ موقوف کیا ہی	مرے خانہ کدول میں آئے محمد دکھا۔ یا اکیں لفتائے محمد ہوئی جس میں ساری لائے محمد وہ دل خاک ہو جو برائے محمد نگا ہوں میں جسکی سمائے محمد الگ سبے ہو مبتلائے محمد دل دجان ہیں و نون فدائے محمد
---	---

محمدؐ سے دوری ہو مقہور حق ہو	جدائی ہو حق سے ملائے محمدؐ
رمیت مری جب ہو ارشاد خالق	بشر سے ہو کیا پھر ثنائے محمدؐ
فاوحی الی عبدہ سے نمایان	کہ مختص ہو قربت میں جائے محمدؐ
نہ عور و ن کی خواہش نہ ڈر ہاویکا	ہو آزاد سب سے گدائے محمدؐ

فنا فی المحمّد ہوئے ایسے ناشر
ہر اک مومن سے سن لو ثنائے محمدؐ

وصلہ اللہ تعالیٰ علی خیر خلق محمدؐ والہ واصحابہ واولیاء ائمتہ
اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

صورت از بے صورتی آید بر و
باز شد انا الیہ راجعون
فقط



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هو الكل

نجات لِسْكَوت

نمبر (۱)

اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَخْبَتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ عَلِيمٌ بِالْمُتَّحِدِينَ

من سکت سلمو ومن سلمو نجا

(جو ساکت ہو سلامت ہو اور سلامتی دے جائے نجات دہانی)

ولسان الحال انطق من لسان المقال

(اور زبان حال زبان قلم سے گویا تر ہو)

بشنو سخن ز عالم روحانی

برست ہر انجہ غالب آید آبی

اے آنکہ خلیفہ زادہ رحمانی

و یوی سعی فرشتہ انسانی

اے برادر اپنے کو بھولنا گویا اُس تک پہنچنا ہو۔ اسی بھول میں

یاد۔ یاد میں بھول ہو۔ تجھ میں ایک موتی امانت رکھا گیا ہو۔ وہ کیا ہو۔

ہاں سُن اور غور سے سُن نَفْحَتُ فِیْہِ مِنْ شُرُوحِ - حقیقت شناسی
 ہی اصل کام ہو ورنہ مجازی دھندون کا کچھ اور ہی انجام ہے حقیقی کیا۔
 مجازی کیا۔ ہاں سُن اور کان کھول کر سُن۔ دل کے کانوں سے سُن
 دریا لبریز ہے۔ موجیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ موج آئی۔ وہ موج گئی۔ ایک
 کجا جوش نہ دوسرے کا خروش۔ لے برادر کہنے کو موج کہیں گے کہ مجاز
 اسی کا نام ہے۔ ورنہ حقیقۂ دریا ہی دریا موج زن۔ نہ جاب کوئی چیز نہ
 موج کوئی شے

دریا لے کہن جو برزند موجے نو موجش خوانند و حقیقت دریافت
 مثلاً ہولے ہستی نیست نہی۔ اور سُرَابِ نیستی ہست نما۔ اور حقیقت عالم
 نور خداوندی ہے کہ سب پر محیط مالا مال ہے۔ اور یہ عالم اسی نور کی صورت ہے
 یہیں سے ہستی حق اور نیستی عالم ظاہر و عیان ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد
 غزالی قدس سرہ نے دنیا کی مثال گرد باد سے دی ہے۔ گرد باد اُٹھنے سے
 معلوم ہوتا ہے۔ مگر صورت باد کچھ بھی نظر نہیں آتی۔ بلکہ باد تمام ذرات میں
 اس طرح محیط و متصرف ہے کہ گرد کو بجز مقہوری کوئی صورت نہیں۔ واقعی
 باد ہی باد ہے کہ اس صورت شکل سے ظاہر ہوئی۔ حقیقۂ گرد نہیں ہے مگر
 ظاہر ہوتا ہے کہ ہے۔ دنیا ایک شے ہست نہی اور ذات باری نیست نما۔ اب
 ہست کون ہے اور نیست کون۔ دیکھتے کیا ہوا اور ہے کیا۔ سمجھو اور خوب سمجھو

کوئی ذرّہ ذرات دنیا و آخرت سے نہیں کہ جس پر ذات باری تبارک تعالیٰ محیط و متصرف نہ ہو۔ تمام حرکات و سکنات عالم اُسی سے ہیں۔ بقائے ہستی حقیقی اُسکی ہو۔ سب فانی اور نابود ہیں الا کل شئی ما خلا اللہ باطل اور یہ امر صاحب حال پر پوشیدہ نہیں ہے

<p>نمیت چیز نے نمیت چیز نے نمیت ان</p>	<p>در میان نیست چیز ہے ہست عیان</p>
--	-------------------------------------

اے دوست دراپر کالہ شیخ کو دیکھ۔ ہاں یہ دو چیزوں کا مرکب ہے۔ ظاہر دیکھنے میں اُولا حقیقت پانی ہی پانی۔ برف یا اُولے کو پانی کہنا غلط ہے۔ پانی نہ کہیں گے مگر ہے کیا۔ ہاں یہ حقیقت ہے وہ مجاز۔ یہ باطن ہے۔ وہ ظاہر۔ یہ مغز ہے وہ چھلکا۔ یہ سب کچھ اور وہ بھی سب کچھ ہے۔ مگر کچھ بھی نہیں۔ ہاں اے عزیز ایک نکتہ اور بھی یاد رکھ **مصرع** گرفت و راق مرا تب نہ کنی زندقی مارأیت شیء الا ورایت اللہ فیہا صحیح اور ضرور صحیح۔ لیکن شی کو اللہ کہنا غلط اور ضرور غلط۔ اچھا ایک مثال سے سبق لے کہ مثال سے کام خوب چلتا ہے۔ ایک شخص حضرت شقیق بلخی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ اے شیخ توحید کیا ہے کچھ سمجھا اور بتا۔ شیخ نے شکر منگوائی اور کہا اس شکر سے صورتیں۔ مور۔ کبوتر۔ آدمی وغیرہ کی بنا۔ اُس نے صورتیں درست کیں۔ شیخ نے صورتوں کا نام پوچھا۔ اُس نے کہا یہ مور ہے۔ یہ کبوتر ہے۔ یہ آدمی ہے۔ شکر کا نام درمیان سے اُٹھ گیا۔ شیخ نے فرمایا صورتیں

مٹائے۔ صورتیں مٹائی گئیں۔ پھر دریافت کیا یہ کیا ہے۔ اسنے کہا شکر ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یہی توحید ہے اور بس۔ اے دوست ذرا غور کر کہ آدمی وجودات سب کے سب شکر سے بنائے گئے۔ جب وہ شکیلین مٹیں شکر ہی شکر باقی رہی۔ باقی سب فنا ہوئے۔ اے برادر تجلی نور توحید شکلون و صورتون میں پر تو فکرن ہے بلکہ نور ہی نور جلوہ گر ہے۔ ولا سواہ۔ اِنَّمَا تَوَلَّوْا فَلَئِنَّ وَجْهَ اللّٰهِ۔ اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مختلف صورتون شکلون کی موجین یا اُن کی کثرت سمندر کو متکثر نہیں کر سکتیں۔ تعدد اسماء رسمی کو متعدد نہیں کر سکتے دریا کی نفسی حالت بخار کھلائی تراکم ہوا ابر کھلایا۔ برسا پانی نام ہوا۔ نہنے لگا۔ سیل مشہور ہوا۔ وغیر ذلک۔ اے دوست حقیقت اشیاء حقیقت الحقائق کو کہتے ہیں کہ فی حد ذاتہ وہ واحد اور عدد سے دور بہت دور ہے۔ ہاں باعتبار تجلیات متکثرہ و تعینات متعددہ مراتب کی صورت میں کبھی حقائق جو ہر یہ متبوعہ ہوا و کبھی حقائق ارضیہ تابعہ۔ پس اے دوست ذات واحد بواسطہ صفات متعددہ۔ جوا ہر و اعراض متکثر نظر آتی ہے ورنہ حقیقتہً ایک ہی ایک ہے کہ مطلق تکثر و تعدد کی گنجائش دہائی کی راہ نہیں۔

غیر تش غیر در جہان نگدشت	لاجرم عین جملہ اشیاء
کلام ربانی میں ہے کہ لَمْ يَخْلُقْ هَآلَکَ اِلَّا وَجْهَہُ بِالکَ فرمایا ہے نہ ہلک	

تا معلوم وظاہر ہو کہ وجودِ اشیا بالفعل ہا لک مابود ہوا اور نہیں موجود
مکرزات واجب الوجود ہوا لاول والاخر والظاہر والباطن ۵

باطنی وہم دران مظاهر
وزہمہ پاکی و مستغنی بذات

اولی وہم در اول آخری
تو محیطی برہمہ اند صفات

نیت

لے عزیز خود را فراموش کن تا لطف او ترا بخود رساند کہ کار
تو ہمین ست دگر پیچ۔

ایک مرغ کے تیر لگایا۔ مرغ نے تیر سے پوچھا۔ تو مجھ تک
کس طرح پہونچا۔ تیر نے جواب دیا تیری کشش مجھ میں قائم کر دی گئی
ہی۔ وہی کشش تجھ تک گھسیٹ لائی۔ پس لے دوست جان اور
آگاہ ہو۔ کہ جب آدمی طلب حق میں کوشش و محنت کرتا ہی۔ حق تلقین
بھی اپنے تک پہونچا دیتا ہی شرط اصلی اپنا مٹانا خودی سے دور
ہونا ہی۔ دگر پیچ۔

سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ نے حضرت سری سقطی

۵ مشاہدے کے لیے مجاہدہ لازمی نہیں ہو یا نہ ہو مگر سنت اسیوں ہی جاری ہے کہ جو بتا ہو وہی کاٹا ہو

اور حقیقت یوں تھی ۵ داد اور قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اور ست ۱۲ منہ

قدس سرہ کی دہلیز پر تیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔
 تیس برس دل کی پاسبانی کی کہ بحرِ ذواتِ حق کسی اور کا دل میں گزر نہ تھا۔
 ایک شب ہاتھ غیب نے آواز دی "اے جنید وقت آنست کہ گشتہ
 ز نار بتو باز نمایم۔ فرما دو براورد کہ الھی صاذنبی۔ جواب آمد کہ وجودک ذنب
 لایقاس بھا ذنب ے

بت پرستم من گم گشتہ تو ز اہد خوانی
 این کہ تب سچ پرستم نگری ز نار است
 اے دوست یہ سب عشق کا کھیل ہے۔ عشق ہی عشق ہے عشق
 کا غائب ہونا عالم کا فنا ہونا ہے کہ یہی قیامت کبر ہے
 بخودے باز داز خود عشق بازی خیال آب و گل در رہ بہانہ
 من ادا منکوان یصل الی فعلیہ الخ ورج من کل شئی سوای۔
 کلام مجید میں ہے قُلِ اللّٰهُ تَعَالٰی ذَرْنُوْا۔ اے برادر چوں از تو توئی بر خیزو
 کہ ہمیں رافناے وجودی می گویند این ہمہ ذوق گرد دے
 تو مباحش اصلا کمال این ست و بس
 تو دروگم شو وصال این ست و بس ے

تا در تو ز پندار تو هستی باقی ست میدان یقین کہ بت پرستی باقی ست
 گوئی بت پندار شکستہ رستم این بت کہ تو پندار شکستی باقی ست

یہاں سلطانِ عارفان فرماتے ہیں۔ درجب تک اُسے ڈھونڈھا کیے
اپنے کو پاتے ہے۔ اب تیس سال ہوئے اپنے کو ڈھونڈھتے ہیں
اُسے پاتے ہیں۔

جمالِ دوست چندان سایہِ ندرت | کہ سعدی ناپدید ست از حقیری

حیت کان اللہ ولم یکن معہ شیء

حق را شمر جد از عالم | عالم ہمہ در حق ست حق در عالم

له الملك وله الحمد واليه ترجعون + قالوا ان الله وانا اليه راجعون

صورت بے صورتی آمد برون | باز شد انا الیہ راجعون

فقط



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هو الکل



نمبر (۲)

میان سنتے ہو ہمارا تو یہ حال ہے

لب خشک در تشنگی دکان کا	زیارت کدہ ہون دل آزدگان کا
ہمہ نامی ہی ہمہ بدگمانی	مین دل ہون فریب و فاقہ زدگان کا

اے عزیز کیا سنا نہیں ع

افسردہ دل افسردہ کندہ آہنی را

ہاے ملنے میں ملال صحبت میں کلفت ہوگی۔ جانِ برادر۔ لطف صحبت
جاتا رہا۔ زبان بند سی ہو گئی ہے۔ بات چیت کی حالت نہیں۔ گویائی کی
قوت نہیں۔ ہاں اب یہی حالت ہے اور اس حالت پر خدا گواہ ہو کئی

یا اللہ شہید گاہ شب میں صورت اچھی نظر آئی کچھ پیار کی باتیں ہوئیں
جب وہ پیکر نور سے آنکھ سے اوجھل ہوا۔ وہی ہم تھے اور ٹوٹا پھوٹا دل
خواب و خیال میں یوں حکایت شکایت تھی ے

گفت لے شیدا دل محزون من کیف حال القلبی نار الفراق یا دکن یا قدیت بودہ ام این زمان از من چرا بگازد عاشقم من برفن دیوانگی من نخواہم عشوہ دانش شنود	ولے بلا ش عاشق مفتون من گفتش واللہ حال لایطاق پیش یک سالے ندیت بودہ ام مست نازی یا چو من دیوانہ سیرم از فرہنگی و فرزانگی آز سودم چند خواہم آزمود
---	---

مختصر قصہ نہیں ہر عشق کا
پھر کبھی کہدین گے جب موقع ملا

اے عزیز کہتے ہیں کہ لسان المحال انطق من لسان المقتال یہاں نہ حال
نہ قال۔ بے زبانی کے قربان کہ گویائی کا نام نہیں۔ نہ سکوت نہ کلام یا
طرفہ ماجراست کہ از واحد و اشنین کا لے نہ دارم۔ کارم ہمہ بیکاری و اے
برہنہ و ناداری ے

نہ شگوفہ نہ برگے نہ نثر نہ شاخ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت ترا
جسم زار۔ روح ناتوان ے

مخفیا کے رسی بہتر دلوت	راہ تار یک و مرکب رنگت
اے عزیز علاوہ اشعار عنوان این شعر غالب دہلوی گویا تکیہ کلام ست	
دوم واپسین بر سر راہ ہر	عزیز و پس اندہی اللہ ہی
وقت آخر اسد الملقین می کنند عارف می داند ہر دم دم واپسین ست کلام آخر ہمین ست کہ این راشفل وجودی می گویند و بعض قلندر ان ذکر را می نامند و شاید ہمین ذکر خدا دی باشد۔ یا ابن آدم انفسک انبیائی فمن یخیر ہم بغیر ذکوی فقط قلت انبیائی ہاں میان کتابت اچھی چیز ہے بات جیت ہو جایا کرے گی۔ حضوری میں نہ بلاؤ دوری سے دل بہلاؤ۔ فقیر بے بضاعت خد شگذاری سے باہر نہیں۔ جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ سکون قلبی COLLECTION OR PEACE OF MIND خوب نہایت خوب ہے۔ ترک محسوسات سکون میں آپ ہی آپ ہے۔ ہاں آپ ہی آپ ہے۔ پھر ترک کیا اور محسوس کیا۔ بات دور ہو چکی۔ اے دوست مجبور معذور دارید۔ انشاء اللہ زود ملاقی خواہم شد۔ از دعاے خیر دریغ مدارید۔ کہ کارم سخت افتادہ است۔ خوش گفتہ است	
اجل لگاے ہوئے گھات ہر کسی پر	بہوش باش کہ عالم روا روی پر
اسد نیس باقی ہوں	
صورت از یہ صوتے آبدردن	باز شد کانا الیہ راجعون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هو الكل



فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

عزیز و پسندیدہ	درم و اسپین بر سر راہ ہر
مضطربہ بلاش و تہ نگاہ بے توباشد	این آمد و رفت تقسم ہے جتنے نیست

دوستو عزیزو۔ سنو اور کان کھول کر سنو۔ یاد رکھو گے تو یاد کرو گے۔ دنیا کی بے ثباتی ایک امر بدیہی ہے جس میں نہ دلیل سے کام نہ قیل و قال کا نام نہ بحث و مباحثہ کی حاجت نہ چین چنان کی ضرورت۔ کتم عدم سے وجود میں آئے۔ راول قطرہ آب۔ پھر اُس آب میں آب و تاب۔ یعنی قوت مغیرہ کا ظہور۔ قوت مصورہ کی صورت آرائی۔ بعد خون سے تغذیہ و سمیہ کا دور

بالآخر مشیمہ کو توڑنا شروع پوچ باہر کر کے لیغے آدمی کھلائے فتنبارک اللہ
 احسن الخالقین ۵۰ بچپن تھا لڑکپن آیا۔ بڑے ہوئے جوانی نے سُٹھ کھایا۔
 اب آگے کیا منظر نظر آیا۔ پشت خم ہے آنکھوں میں نور نہیں۔ قوت سامعہ
 ہوا ہوئی۔ قوت مدرکہ سے جدا کی۔ اُٹھنے بیٹھنے سے مجبوری چلنے پھرنے
 سے عاری۔ ہاتھ پاؤں بیکار۔ پنجہ موت میں گرفتار۔ قوت گویائی مفقود مگر
 ایک بڑمجز و بانہ ہے کہ دم کے ساتھ ہے۔ کسی کی سنیں گے کیا خاک مگر
 اپنی کہے جائیں گے۔ پاس کون پھٹکے سب دور دور سے ہوا بتاتے ہیں
 سچ تو یہ ہے کہ زق بن سے گھبراتے ہیں۔ آہ! سچ کہا ہے۔ پیری و صد
 عیب۔ نہ صد عیب بلکہ ہمہ عیب۔ اول فنا آخر فنا۔ کل شیء راجع الی

اصلہ

جسم بجان ایک مشت خاک ہے	جان جب نکلی تو قصہ پاک ہے
-------------------------	---------------------------

دوستو۔ کچھ سمجھے کیا نتیجہ نکلا۔ ہاں یہ عالم مع عالمیان تغیرات سے ہم آغوش
 اور فنا کی بین دلیل ہے۔ صحیفہ عالم کے جس ورق جس صفحہ کو الٹ پلٹ کر
 دیکھو ایک لفظ کیا ایک حرف بھی ایسا نظر آئے گا جس میں دائمی مسرت
 لازوال عیش و نشاط کا مادہ موجود ہو۔ یہ کیوں۔ اس لیے کہ جو شے متغیر ہو وہ یقینی
 فانی نیست وارا اور بہت نہا ہی۔ دنیا اک خواب خیال ہو۔ خواب میں کیا
 کیا نہ دیکھا۔ خیال نے کس حد تک بلند پروازی سے کام نہ لیا۔ جب

<p>آنکھ کھلی یک سوئی ہوئی یہ تھانہ وہ تھا</p>	
<p>تھا خواب من خیال کو تجھے معاملہ</p>	<p>جب آنکھ کھل گئی نہ زبان تھانہ نہ تھا</p>
<p>انقلاب زمانہ اس پیکر خاکی وجود فانی سے وہی نسبت رکھتا ہے جو الفاظ مترادف میں پائی جاتی ہے۔ تغیرات عالم اور جسم عنصری کے ایک ہی خواص ایک ہی نسبت اور نتیجہ آخر صاف اور نہایت صاف ہے</p>	
<p>آئینہ لبیل کے کرین آہ و زاریاں</p>	<p>تو ہاے گل پکار میں چلاؤں بادل</p>
<p>اَنْكَلُ عَنْ عَلِيْهِمْ سَافَا نٍ وَ يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ</p>	
<p>کب رہا قائم نہ ہو جسکو قیام ہو وہی موجود جو فانی نہیں نہیں کو نسبت کہاں ہو سکتے رات دن کے ہیں یہ سارے انقلاب خواب کی گویا حکایت زندگی جب کب ہم باہر کو سمجھتے ہیں بود</p>	<p>ہر وہی قیوم ہو جسکو دوام رہتا ہے معدوم بھی باقی کہیں فائدہ کیا ایسے بند و بست دیکھیے کب تک نظر آئیں یہ خواب آنکھ کے کھلتے ہی ہو زندگی پھر کہاں آئے نظر واجب بود</p>
<p>دوستو۔ فانی اور موبہوم امیدوں میں الجھنا خیالی ایذا سے بغلیہ مڑنا اور حسرت سے دم توڑ توڑ کے جان دینا کیا یہی انسانی حیات و ممات کا مقصد اصلی ہے؟ کیا ہم اس عالم دنیا میں بیکار آئے بیکار رہے اور بیکار جائیں گے؟ حاشا وَكَلَّا اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ۔ انسانی حیات</p>	

ومات کا دار و مدار صرف حصول عرفان پر موقوف ہے ویسے

کام ہو عرفان سے ایقان سے یعنی اپنی جان کی پہچان سے

من عرف نفسه فقد عرف ربه - دوستو - عزیزو - دنیا اور حصول دنیا سے مراد کیا ہے؟ دنیا میں ابھٹنا کیا اور ترک دنیا کیا ہے؟ جہاں کہیں دنیا کی مذمت پاؤ گے - دنیا سے مذموم مراد ہوگی - کہا گیا ہے مطلق اور مراد لیکسی مقید کلام عرب میں اسکی مثالیں بہت ہیں - ہاں تو کہنا یہ ہے کہ ترک دنیا سے مراد خیالی ایذا سے دل کو خالی کرنا اور دل پیار و دوست بکار سے واسطہ رکھنا ہے حصول دنیا مذموم نہیں محمود ہے - مگر نیت صافی اصل مقصود ہے - اگر ایک طرف سبحن المؤمن کو تو دوسری طرف حضرت ابراہیمؑ سے تشبیہ اور اگر حقیقت شناسی سے واسطہ ہو تو دوئی کا نام نہیں - این و آن سے کام نہیں مصرع

درمیکدہ وحدت جزو فردنی گنج

قیل وقال پراؤ تو (زیادہ برین نیست کہ) جزو و کل کی سی منطقی مغایرت ہے گویا کثرت میں وحدت ہو و کل کی سی نسبت ہے - یاد ہے کہ دنیا دار العمل اور

حصول عرفان کی یونیورسٹی (UNIVERSITY) ہے جس میں جہانی

والیہ الاشارة فی قوله عز من قائل رجال کانتم لیہم تجارتکم ولا بیع عنکم

اللہ یعنی مرد وہی ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر اسد سے غافل نہ کرے ۱۲

دارالعلوم ۱۲

قیل و قال اور روحانی جذب و حال کے امتحانات ہوتے۔ نزول کی
 راسٹ لسٹ (CROSS LIST) اور عروج کے ٹریفک CERTI
 FICATE دیے جاتے ہیں۔ ایک طرف خود فراموش نیک چلن پاس
 ہوتے اسکا لرشپ (SCHOLAR SHIP) ڈبل پروموشن
 (DOUBLE PROMOTION) پاتے اور مدارج ترقی طر کرتے چلے
 جاتے ہیں۔ دوسری طرف برعکس انانیت کے سبق آموز بد چلن نہ صرف
 فیل (FAIL) بلکہ ڈگریڈ (DEGRADE) کیے جاتے اور
 اکز امینیشن روم (EXAMINTON ROOM) سے نکالے
 بھی جاتے ہیں۔ ایک ہی یونیورسٹی کالج کے تعلیم یافتہ ماسٹر ایک اکز امینر ایک
 (EXAMINER) کورس ایکس (COURSE) گارڈ ایک

(GUARD) غرض یہ کہ مصرع
 الف بشکل ہزارست و در شمار یکی ست

۱۲ وہ نہرت جس سے کامیابی ناکامیابی کا پہ چلتا ہے

۱۲ وظیفہ

۱۲ ترقی پر ترقی

۱۲ نیچے کے درجے میں اُٹھاراجاتا

۱۲ امتحان کا مکرمہ

۱۲ متحن

۱۲ نصاب

اگرچہ رزلٹ آؤٹ (RESULT OUT) ہوا اسپر بے اختیار یہی
کنا پڑا اور جو سنے گا یہی کہے گا ۷

علم نبود غیر علم عاشقی ابھا القوم الذی فی المدرس فلو کون کان من غیر الحبيب فاغسلوا قوم عن لوح الفؤاد رو بتاب انجسم و جان اشاؤ کن تو مکانی اصل تو در لا مکان	ما بقی تبیس البیس شقی کلم احصی قوم و هو سہ مالکھن نشاة الاخری نصیب کل علم الیس بنجی فی المعاد موطن اصلی خود را یاد کن این کان بر بند و کشا آن کان
لے یا ران سفری۔ خوب یاد رہے کہ تم دنیا سے نہیں دنیا تم سے ہو دنیا بیچاری مفت بدنام ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ اپنا ہی کام ہے۔ ہاں اگر نام سے کام نہو۔ تو پھر کام میں ناکام نہ ہو۔ واللہ در ف سائل ۷	
ہست راہ و رسم این شہر دیار کام اینجا محض ناکامی بود وارد اینجا زخم بر مرہم شرف تا بکے لے ہر شہر سبا تا بکے در چاہ طبعی سرنگون	بر خلاف راہ و رسم روزگار شہر اینجا زگن نامی بود سو تیر اینجا بود سعی ہدف در غریبے ماندہ باشی بستہ پا یوسفی یوسف بیا از چہ برون
۷ نتیجہ نکلتا ۱۲	

تاعزیز مصر ربانی شوی | وارہی از جسم و روحانی شوی

دنیا سے بدیع تر کوئی عالم نہیں۔ اسکی دلفریبیان اور فانی لذتیں شغفِ انہماک کا باعث ہو جاتی ہیں اور اسکی فسون ساریاں کرشمہ بازیان بڑے بڑے متراس کے دلوں کو ٹٹھی میں لے لیتی ہیں کہ روحانیت کمزور بلکہ مردہ ہو جاتی اور جسمانیت مادیت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ انسان اپنے فرض منصبی (عرفان) مقصد آفرینش (عبودیت روحانیت) سے دور ہو کر بہائم خصلتوں کا خوگر۔ انسانیت سے کوسوں دور گھم گھلا حیوان بشکل انسان نظر آتا ہے۔
 اُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ اِسْ هَلَاكَتْ سے بچنے کی صورت صرف اہل دل کی صحبت ہے کہ حصول عرفان کی یہی ایک سبیل ہے۔ باقی مفت کا شور وغل لا یعنی قال و قیل ہے۔

وامن آن نفس کش ساخت گیر
 خاک شوقا گل وید رنگ رنگ

ہیچ نگشد نفس را جز ظل پیر
 از بہاران کے شود سرسبز رنگ

ایسی کی صحبت سے آدمی آدمی بنے گا آدمیت آئے گی۔ اخلاق رزیدہ سے

۱۔ جس طرح جسمانی غذا جسمانی قوت بڑھاتی ہے یوں ہی روحانی غذا سے روحانی قوت بڑھتی ہے۔ اصل غذا روحانی مضبوط طبیعت یعنی مخالفت نفس ہے۔ یاد رکھو کہ ضابطہ ہی کو روحانی سرور میسر ہو سکتا ہے آپ اپنے الگ جگہ پر سب تھاری پاک ہے کہ تفسیر نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ پہلے اپنے پر حکومت کرنا سکھے پھر دوسرے پر حکومت ہو جائیگی۔ ہاں مضبوط جس مضبوط طبیعت ہی اصل کام ہے۔ جب یہ ضابطہ عملی صورت دکھائیں گے جو ہوتا ہے وہ کہ رہا ہے گام۔ من نمی گویم سمد باش یا پروانہ باش مگر نہ فکر متخن باشی برومدانہ باش ۱۲۔

گنارہ کشی۔ اخلاق حسنہ سے ربط ضبط ہوگا۔ مشاہدہ عینی کی کیفیت انہیں
آئے گی۔ محویت اپنا رنگ جمائے گی۔ آگے کیا ہوگا یہ آپ کھل جائیگا۔

پرسیدہ کے کہ عاتقی حلیت	گفتہ کہ چومن شوی بدانی
-------------------------	------------------------

القط ہو قلم کی دستداری

کیا کمین کس کی کمین کس کے کمین	گوئیے بہرے ہو گئے چپ ہو پین
--------------------------------	-----------------------------

صورت از بے صوتے آمد برون

باز شد کا نا الیہ راجون

نقط



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هوالموجود



مسئلہ وحدت وجود کی تحقیق انیق حقیقت محمدیہ کا اظہار۔ عشق و عاشقی کے درج علیا۔ انسان کامل کی جامعیت و قربت بعض شیطانیہ و اقوال صوفیہ کرام کی وضاحت۔ شیخ کامل کی متابعت کی تحریریں و ترغیب کہ وہی انسان معنوی شیخ وقت ہے۔ بعض صوفیہ کرام کا شیخ کی نسبت بہ صدق ارادت و فور محبت کلمات نبی و خدا کہنا بہت سے امور نافعہ کی تصریح کی گئی اور دکھایا گیا ہے کہ شریعت

عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہرے

بر کئے جام شریعت بر کئے سندان عشق

ہر ہوسنا کے نذا ند جام و سندان باختن

قال الله تبارك وتعالى في القرآن المبين مَنْ كَانَتْ فِي هَذِهِ آخِلِي فَمَوْ
فِي الْآخِرَةِ آخِلِي وَأَخْلَى سَيِّلَا

ہر کہ این جانید محروم ست	روز محشر زلزلت ویدار
--------------------------	----------------------

اهل الجنة مشغولون بالجنة واهل النار مشغولون بالنار واهل متغولون

و عشق تو از ملا تم نگے نیست	بابی خبران درین سخن بنگے نیست
-----------------------------	-------------------------------

۱۔ جو تفسیر اس آیت کی حقایق پناہ معارف و نگاہ حضرت مولانا شیخ رکن الدین ابن قطب العالم حضرت
شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہم نے بیان فرمائی مناسب موقع ہوئے کے باعث تحریر میں آئی۔ اسی
راہ چار مرتبہ استیکے اعلیٰ کا فرست کہ مطلق نابینا ست فردار و جزا اسطریق نابینا باشد و محبوب از حق تعالی
باشد قول تعالی کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَحْمَةِ رَبِّهِمْ يَوْمِئِذٍ مُّحْجُوْنَ ۝ دوم اعلیٰ مومن مقلد ست کہ نابینا ادا ست دلال
است کہ ایمان خود را حکم باشد لال نہ کرد۔ ایمان ضعیف دارد۔ فردار و جزا بر حسب آن نابینا و محبوب
از مراتب اہل استدلال باشد۔ سوم اعلیٰ مومن استدلال ست کہ از نابینا از کشف مشاہدہ است ایمان
وے تحقیق اہل کشف نہ رسیدہ است۔ فردار و جزا بر حسب آن نابینا و محبوب از مراتب اہل کشف مشاہدہ
باشد چہارم اعلیٰ دو میان اند کہ قابل یک کثرت وجود اند با ایمان اہل وحدت نہ رسیدہ اند۔ فردار و جزا
ہر چند در جنبش ملاقات اہل وحدت نابینا و محبوب باشند ۱۲

نام دران ازین قلم رنگ نیست	از باد عشق تو ہمہ دران است
<p>هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ باقی وہی جو فانی نہو۔ موجودیت میں مرتبہ اعلیٰ بجز ہستی مطلق اور کس کو ہر کہ خود بخود ہے۔ اور غیر ہستی مطلق عدم محض۔ وعکس لہ کلاشی شیخ رکن الدین شیرازی قدس سرہ در نصوص الخصوص فی شرح الفصوص و شیخ ابراہیم شطاری قدس سرہ در آئینہ حقائق نامہ شرح جام جهان نامی فرماید۔ الوجود عدم العدم والعدم عدم الوجود</p>	
وجود حقیقتی است عدم العدم	عدم چسبیت عدم الوجود اے حکم نامزدہ درین بحث الوجود
<p>ہر ممکن بالک و معدوم فی ذاتہ ہی اور نہیں موجود مگر ذات مطلق نہ وہی وجود مطلق ہی اور یہ ممکنات شئیونات۔ پس ان شئیونات میں بجز وجود مطلق کسی کا وجود نہیں۔ کہ اُسی سے موجود ہن۔ اور یہ معدومیت ممکنات و انحصار وجود</p>	
<p>۱۔ اول و آخر تو فی لیست حدوث و قدم بہ ظاہر و باطن تو فی چسبیت وجود و عدم بہ اول بہ انتقال آخر بہ انتقال بہ ظاہر بہ چند و چون باطن بہ کیفیت کہ بہ صاحب بحر الحقائق فرماید کہ اول است در عین آخرت و آخرت در عین اولیت و برہمن منوال ظاہر است در عین باطنیت و باطن است در عین ظاہریت حضرت شیخ ابوسعید خراسانی قدس سرہ را پر سیدند کہ خداے تعالیٰ را بہ چہ شناختی فرمودند بکہ میان اضداد جمع کرد پس این آیت خوانند و فرمودند کہ تصور نیست جمع اضداد الا از حیثیت واحدہ و اعتبارا و احد دران احد</p>	
اولے وہم در اول آخری تو محیطی بر ہمہ راند صفات	باطنی وہم دران دم طہاری وز ہمہ پاک و مستغنی بذات۔ ۱۲

وجود حق تعالیٰ کہ نفس ذات ہے۔ حق ہے کہما قال اللہ تعالیٰ کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ ہر چیز ہلاک و نابود ہے مگر ذات مطلق نہ یہ کہ جیسا اہل ظاہر نے خیال کیا کہ ہر شے بروقیامت ہلاک ہو جائے گی۔ وہستی مطلق را ثانی نیست

۱۔ عالم راستہ وطن ست۔ یکے تین اول و درین وطن نام جزے عالم خدین ہی گویند۔ دوم تعین ثانی ست درین محل نام آن اعیان ثابتہ سیدارند۔ سوم خارج ست و درین محل باعیان خارجیہ می نامند۔ و عالم را خیال از ان حجت گویند کہ با موجودات خیالی شریک ست درین کہ وجود حقیقی ندارد و را جزو علم و ادراک ظہور و نمود نیست (جو اہم غیری) حضرت شیخ محبا لہ قدس سرہ می فرماید کہ وجود اضافی کہ وجود عالم ست موہوم محض ست و وجود حقیقی و موجود حقیقی حضرت حق تعالیٰ ست و بس۔ پس در میان ماند کہ وجود و حقیقی پس کیا انجائش اینکه واجب تعالیٰ کلی باشد چہ کا کلی طبعی کہ متعین الوجود ست در خارج جب وجود احد مطلق نے مراتب تراتب میں جلوہ فرمایا متعین بتعین و مقید ہوا۔ یہی مقید جزئی او مطلق کلی کہلایا۔ مطلق شامل مقید کلی شائع ہوا ہے۔ اور مقید جزئی بہت تقید کلی سے محجوب۔ یہی نسبت اشیاء موجودہ متعینہ بہ وجود مطلق کہ حق اسی سے عبارت ہے نسبت جزئی یا کلی ہے۔ وجود موجودات حیثیت نسب و اسما کثیرہ حیثیت ذات کہ وجود پر واحد ہے۔ کیونکہ غیر وجود عدم محض ذات واحد باعتبار کثیر نسب و صفات متکثر نہیں ہوتی۔ اور نمود کثرت اسما میں ہے نہ ذات میں حضرت مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی قدس سرہ لولہ الخ میں فرماتے ہیں۔ موجود حقیقی ایکے عیش نیست و آن میں وجود حق و ہستی مطلق ست اما اور مراتب بسیار ست۔ آگے مراتب کی تشریح فرمائی مرتبہ سادہ کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔ و مرتبہ سادہ تفصیل مرتبہ کونیہ است کہ مرتبہ عالم است و عرض میں این دو مرتبہ باعتبار ظاہر علم ست کہ امکان از لوازم اوست و آن تجلی اوست بر خود بصورت حقایق اعیان ملکات پس فی الحقیقت وجود بیش از یکے نیست کہ در جمیع این مراتب و حقایق کہ تفصیل مرتبہ احدیت اند ساریت و دوسے درین مراتب و حقایق عین این مراتب حقایق ست چنانکہ این مراتب حقایق در عین ہے بودند

حیث کان اللہ ولم یکن معہ شئی

حق را شمر جدا از عالم	
عالم ہرہ در حق ست محق در عالم ۱۲	

و باقی وقایع ہمیں ایک ذات ست و گریہ - یہی ذات مطلق عشق - کہ اول و آخر
 ظاہر و باطن اسی کا کرمہ اسی کا طور ہے۔ ابتدا میں کائنات کی گمنامی تھی
 عاشقی معشوقی سے نام نامی ہوا۔ انتہا وہی **لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ** ہو جس
 عشق آریا انیس العاشقین سے واسطہ ہو پھر دیکھو کس سے کس کا رابطہ
 ہو۔ نہ عاشق ہو۔ نہ معشوق۔ نہ طالب ہو نہ مطلوب پس عشق عشق عشق۔
 خلقت عالم برائے عشق بود و عشق قائم ست۔ چون عشق بر خیزد عالم فنا
 پذیرد کہ آن راقیاست کبریٰ گویند۔ عشق از بہر اظہار کمال ذات ست ازان
 روئے کہ ہمیں ذات خود ست۔ فیض ضروری دارد۔ وصفات خود را در آئینہ
 عاشقی و معشوقی پیدا کر دے

عاشق حسن خود ست آن بے نظیر | احسن خود با خود تماشا می کند
 اسے برادر چون نظر حقیقت کنی۔ عاشق و معشوق خود ست برابر و گل بہار

۱۰ حضرت خواجہ حسین منصور حلاج نے کیا خوب فرمایا۔ **اللہ مصلداً للموجودات ای مظهر**
الموجودات والیہ المصیر منبداً والیہ ليعود۔ کل شیء یرجع الی اصلہ بھی اسی پر وال ہے۔
کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ ظہر ایک چیز اپنی ذات میں معرض ہلاک اور عدم محض ہے مگر اُسکی ذات
لہ المملک ولہ المجد والیہ ترجعون ۱۲

۱۱ حضرت عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ فرماید۔ اے عزیز کارے کہ باغیر منسوب بینی بجز ات
 خداے تعالیٰ آن مجازی میدان۔ نہ حقیقی۔ فاعل مطلق حقیقی خدا را دان۔ سخن اگر گفت **قُلْ یَتَوَكَّلْ عَلَیَّ**
اَلْمَلٰئِکَۃُ الَّذِیْنَ مجازی میدان۔ حقیقتش آن باشد کہ **اَللّٰہُ یَتَوَكَّلْ عَلَیْہِ اَلْاَنْفُسُ جَمِیْعًا** (بقیہ صفحہ ۲۴۷)

بیش نیست - اینجا جزو استن و دم در شیدن چاره نیست

بخود می باز دار خود عشقباری

خیال آب و گل در ره بهانه

ظاهر را باطن نمود آواز عاشقی پیدا کرده باطن را باطن بسیار است نام معشوق
 نهاد و یَعْلَمُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا يُؤْتِيهِ كَيْفَ يَشَاءُ وَمَا يُرِيدُ كَيْفَ يَشَاءُ
 بهانه بر عالم نهاد مسئله وحدت مسئله غامض که اکثر به تحقیق ملحق بود و اکثر
 اکثر اس تحقیق کی بدولت مومن حقیقی - صاحب گلشن از قدس سره فرماتند

هر آنکس که اندر دل شکی نیست

یقین داند که هستی جزئی نیست

و چشم فلسفی چون بود لول

از وحدت دیدن حق شد معطل

وجود ممکن کو غیر واجب اعتقاد کیا ایک حقیقت کو دو تصور کیا - اور نہ سمجھا کہ
 نور وجود جو اعیان ممکنہ پر چمکا وہی نور وجود واجب ہی - اور غیر وجود مطلق کوئی
 موجود نہیں - لاجرم وحدت حقیقی حق نہ دیکھا اور ذوق شہود تو حید سے محروم رہا

نظر بر هر چه افکنیم واللہ

نیاید در نظر ما را جز اللہ

(تفسیر صفحہ ۲۴۶) راہ نمودن محو صلی اللہ علیہ وسلم مجازی میدان و گمراہ کردن الیسی مجازی میدان یُسْتَعْمَلُ
 يَشَاءُ وَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ حَقِيقَتِ مَيْدَانِ كَيْفَ كَلَّمَ خَلْقَ رَاضِيَ الِیْسِ مِی كُنْدِ الِیْسِ ابدین صفت کز آفرید

مگر موسی علیہ السلام از بهر این می گفت اِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُنَا فَط

که ما را هم می باید کشیدن	که بلخاریان اینهم نیست	گویم که تو بتوانی شنیدن	همه جور من از بلخاریان است
ولیکن کس نمی آرد بخیدن	همی آرد ترکان از بلغار	از بهر پرده مردم درین	خدا یا این بلا و فتنه از است
بدین خوبی نبایست آفریدن	(نفحات الانس، ۱۲)		لب و دندان آن نجبان چون

حضرت مولانا نور الدین جامی قدس سرہ در شرح رباعیات فرمودند :-

در مذہب اہل کشف و ارباب خرد	سار نیست احد در ہمہ افراد عدا
زیرا کہ عدد گرچہ پروست زحد	ہم صورت ہم مادہ اش بہت احد

متصوفہ ملاحظہ نے اتحاد و وحدت میں فرق نہ کیا۔ متحد کا اتحاد سمجھ میں نہ آیا۔ توجہ اتحاد الٰہی کے مراتب پر بھی لحاظ نہ کیا۔ تحقیق باطل ہوئی :-

الاتصال بے تکلیف بے قیاس بہت رب الناس ربانوعناس

موجود کے نزدیک قائم بہ جملہ اشیاء خواہ اجسام ہوں یا ارواح وجود مطلق ہوا وہی قیوم عالم۔ ذکر روح محض عبارت سے زیادہ نہیں۔ وفي الحقیقۃ لیس الا الحق الحق القیوم یہاں نکتہ یہ کہ ہستی مطلق سے ہر مرتبہ میں جملہ قیود کے ساتھ

حضرت باقی باس قدس سرہ کے وقت میں ایک نابائی تھا۔ وادیوں و صادرین خانقاہ کی خدمت میں رہتا دل جان سے خدمت کرتا۔ ایک دن اوقات چند مہمان آگئے نابائی کو اطلاع ہوئی سب کے لیے کھانے پینے کا بخوبی انتظام کر دیا۔ مہمانوں کے آرام پہنچنے سے حضور باقی باس درود بہت خوش ہوئے، دریائے رحمت جوش میں آیا فرمایا جو حاجت ہو بیان کر اُس نے کہا میں اور کچھ نہیں اپنا ایسا کر دیجیے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے کہ اُسے جھڑپیں لگیں، تھوڑی دیر بعد باہر آئے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس میں نابائی کون ہو اور حضور باقی باس قدس سرہ کون ہیں یہی توجہ اتحادی ہے کہ اس کو بعد ازیں میں دیکھ کر تو دیکھی۔ ۱۲

من نطقی ولم یثبته فقد ازلت من یثبته لہیضو فقد تفتت و جمع بیہا فقد حق جسے تصوف حاصل کیا اور فقہ نہ جانی وہ بیدار ہوا اور جسے فقہ جانی اور تصوف نہ حاصل کیا تو محض ملامت گشتا ہوا اور جسے دونوں کو جانا وہی محقق ہے ۱۳۔ ہاں کہ ذات حضرت حق تعالیٰ باعتبار تجلی و ظہور و سجاہ (تعبیر صوفیہ)

اُس مرتبے کے مناسب فیض و تجلی کا اظہار نہیں ہوتا۔ کبھی ارواح لطیف کا ظہور۔ کبھی کسوت اجسام کثیف کا جلوہ۔ و موحذاتہ منزہ علی کل اور نادان اسی روح کو ذات حق کہتا بندے کو خدا جانتا ہے و العباد باللہ من ذلک معنی توحید کے یہ ہیں یکے و نشتن و یکے گفتن قال اللہ تعالیٰ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ الْآیۃ و معنی اتحاد کے شدن ست۔ اور سچی شدن سے یہ غرض نہیں جیسا کہ قاصر نظرون نے حلول کا توہم کیا۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ مولا تا عطا قدس سرہ فرماتے ہیں

ایں وحدے ست لیک تجر آید	ایںجا حلول کفر بود و اتحاد ہم
-------------------------	-------------------------------

(بقیہ از صفحہ ۲۳۸) در ہمہ مظاہر ہمہ اشیا ست و تمامت اشیا بر حق تعالیٰ موجود اند و بدون او سجا نہ معدوم و ازان کہ ذات حق تعالیٰ تجلی و ظہور بصورت اشیا نمودہ است اضافت وجود بر ایشان کردہ می شود و ہر گاہ اسقاط این اضافت نمایند ہر اکثیہ اشیا فی حد ذاتہا معدوم باشند و غیر حق تعالیٰ بیچ نباشد اینست معنی التوحید اسقاط الاضافات یعنی توحید اینست کہ اسقاط اضافت صفت مجرد و ہستی بہ غیر نماید ۱۲ (جواہر غیبی)

۱۱ تجلی از ذات حق تعالیٰ بصورت بندہ بہ حسب استعداد بندہ است از ہر آنکہ ذات حق تعالیٰ منزہ است از آنکہ اور امور تہ معینہ بود تا چون تجلی فرماید بآن صورت فرماید۔ و بندہ در حالت تجلی حق تعالیٰ بروی بجز صورت حق و در اکثیہ حق نہ بندہ و حضرت سید عالم ازین معنی فرمودند المؤمن مرآة المؤمن مومن اول اسم حق تعالیٰ ست و مومن ثانی اسم بندہ چون حق تعالیٰ از ذات خود بندہ تجلی فرماید بمشاہد اکثیہ برابر شخصے تا چنانچہ صورت آن شخص مومن و از غیبی و شہد در اکثیہ نمودہ شود یعنی چون انسان کامل شد آن حصہ کہ دیر است از وجود مطلق بر حق تعالیٰ گرد و آن حصہ عین ثابت و است پس صورت عین ثابت خود دیدہ باشند حق را کہ حق از صورت معینہ محدود و محصورہ متعالی ست و بندہ مقید بصورت معینہ۔ چگونہ حق را تواند دید۔ ۱۲ (جواہر غیبی)۔

۱۳ یہ دانشستن و گفتن ابتدائی مراتب ہیں ورنہ توحید صرف دین ہی و دین ہی نہ دانشستن و گفتن۔ بلکہ دین ہی اصل توحید نہیں۔ کیا خوب فرمایا۔ حضرت پیر ہرات اور اُن کے پیرو مرشد نے ارشاد ہوتا ہے (بقیہ از صفحہ ۲۵۰)

حضرت مولانا سے روم قدس سرہ کا ارشاد ہے۔ مقصود از اتحاد آن ست کہ
چون سالک بر جمیع مقامات عبور کر وہ باشد وہ قوت مجاہدات ریاضات
میں نفس خود را اکسیر عظیم ساخته و باز تمامت اعمال خود را ناکردہ انکاشتہ و
قابل صفات احدیت شدہ بعد از ان از سر جمیع ارادات روحانی و جسمانی صوری
و معنوی بر خیزد وہ ارادت و متصل گرد و تا بصفت او موصوف شود چنانکہ شیخ
ربانی اوحد الدین کرمانی رحمہ اللہ می فرماید۔

چند ان بر و این کہ دوئی بخیزد	و رہست وئی برہ روی بخیزد
توانہ نشوی و لیک اگر چہ کنی	جاے بری کز تو توئی بخیزد

(بقیہ از صفحہ ۲۴۹) توحید یہ نہیں کہ حق کو بیکانہ جان لے بلکہ یہ کہ تو اسی کا بیکانہ ہو جائے ان کے پیرو مشد کا
ارشاد ہے۔ اے بیٹے جہان میں ایک کہنے والے تو بہت ہیں مگر ایک کو جاننے والے کم اور ایک جاننے
والے بہت۔ ایک کو دیکھنے والے کم ایک کو دیکھنے والے بھی بہت۔ مگر ایک ہی ہو جانے والے کم بہت کم ہیں۔
معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یک ست اینجا چون وصل در تکبید چہر ان چہ کار دارد۔ ۱۲
۱۔ کلام قدسی میں ہے۔ قال لی یا غوث الاعظم الاتحاد حاکم یعبیر لسان المقال فمن اصاب
قبل ومن جرح الاتحاد دد الحال فمن جرح الحال فقد کفر الاتحاد حال ہے جس کا بیان بطور عقل صاحب
عقل پر راست نہیں آتا۔ اس لیے کہ شریعت اقوال ہے۔ طریقت افعال۔ حقیقت حال۔ حال کو حال میں یا عکس
الامکن نہیں۔ یہاں اتحاد سے صوری و ظاہری مراد نہیں تعالیٰ اللہ عنہ لا یصلوا کبیرا۔ بلکہ یہ وہ اتحاد ہے
جو اہل قبول کا سرمایہ پیوستگی باطنی و معنوی ہے۔ حضرت عیسیٰ القضاۃ ہدائی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ علمائے ظاہر جیسے
اساتذہ کرام کے سرائی سے یاد کرتے ہیں میں اس پر اپنی جان قربان کروں۔ یہ اتحاد تو وہ ہے جس کے بنیاد و اولیا خواہان
ہو کر فائز بالمعاد ہوئے۔ اور وہ اور میں اس کی مثال بیان کرتا ہوں۔ خیال کرو۔ سورج اور چاند کی شکل آئینے
میں کس طرح سے نظر آتی ہے۔ حالانکہ وہ اپنے مقام پر ہیں اور بعینہ ان کی صورت یہاں آئینے میں نظر آتی ہے۔
آئینے میں ایک منبعت ان کی پیدا ہوئی ہے۔ جس سے وہ دونوں اُس میں اپنا چہرہ دکھا رہے ہیں (بقیہ از صفحہ ۲۵)

در سالہ سہ سال اس طائفہ علیا اصطلاح میں حقیقت محمدی باعتبار تعین
اول ذات احدیت سے عبارت ہے۔ ومنظر حقیقی احدیت حقیقت محمدی ثباتی
مراتب موجودات منظر حقیقت محمدی ہیں۔ حقیقت محمدی عقل اول کہ یہی
روح اعظم ہے اول ما خلق الله العقل واول ما خلق الله نوری واول ما
خلق الله روحی صورت محمدی وہ صورت کہ روح اعظم تمامی اسما و صفات
کے ساتھ اسمین ظاہر ہوئی۔ اور جس طرح نبوت ذاتی کہ اخبار ذات و صفات
حضرت الہی سے اولاً و بالذات روح اعظم کو ہے کہ حقیقت آن حضرت ہے آخر
میں بھی ختم نبوت آپ ہی کی صورت پر عرض ہوئی۔ باقی انبیاء بعض کمالات
آنحضرت کے ایک منظر ہیں۔ نبوت آنحضرت کی ازلی وابدی ہر حال
رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم حاکماً عن الله تعالیٰ۔ انا اقرب

(بقیہ صفحہ ۲۵۰) ایسا ہی جب عارف عاشق کا دل مثل آئینہ صاف ہو جائے سمین بھی جلال معنوی پناہ لے
دکھا کر مجھ اور ست بنائے۔ اب اس سے یہ کہان لازم آیا کہ ذات حق تعالیٰ دل میں آجائی یا وہ حلول ہو گیا تعالیٰ
الله عن ذلك علواً کبیراً جو اس اتحاد کا منکر ہو گا فرہو جائے کیونکہ یہ خاصہ انبیاء و اولیاء کا ہے اور ان کے
حال سے انکار کرنا صاف کفر ہے والعیاذ باللہ من ذلك ۱۲

حضرت قدوہ المحققین نجم الملک والدین محمد بن الدین المغربي قدس سرہ و درجام جہان نامی فرماتے کہ
کہ وحدتش منشأ احدیت و واحدیت شد و مراتب ازلیت و ابدیت گشت و رابطہ ظاہریت و باطنیت
و واسطہ اولیت و آخریت آمد کہ حد فاصل اشارت بدوست و برنج جامع عبارت از دوست و حقیقت
محمدی خود دوست۔ صاحب عین اللمعات می فرماتے کہ اول تعین اولین علم است کہ خود بر خود بہ نفس خود
تجلی فرمود بے تو ہم تقدم حمل و استتار فقدان و غیبت و اورا اسامی مختلفہ است یعنی تعین اول حقیقت
محمدی و وحدت صرف و کثر الکثر و غیرہ۔ ۱۲

بک منک پس مصطفیٰ علیہ السلام چون پیش وجود حق خود را ندید و آنچه
دید ہمہ حق دید لاجرم گفت من را فی فقد را ای الحق حریق آتش عشق
و محبت غریق بحر توحید و معرفت حضرت شیخ فرید الدین عطار بمیزان مبین نور
ہین رحمہ اللہ

مصطفیٰ آمد درین ہ ذات حق	این کسے دانکہ خواند آیات حق
مصطفیٰ را حق بدان حق بین	تا رسی در قرب عالمین
احمد ست اینجا اتحادی مردگار	سر حق را با تو گفتم آشکار
میم را بردار احمد شہاد	فہم کن معنی اللہ الصمد
ہست این اسرار از جائے دیگر	بہر این اسے شناسد کور و کر

دوہرہ

محمد محمد جگ کے چٹنھے ناہین کوئے	
احمد میم گنوا ئیا کہ کیوں دو جا ہوئے	

۱۔ شَآئِدَ اللّٰہِ فَوْقَ اَیِّ جُمُوعٍ وَّمَا رَمِیْتَ (دُرسِ صَبِیْتِ وَلَکِنَّ اللّٰہَ دَعٰی ج ۱۲)
۲۔ کلامِ قدسی میں ہر توصالت یا رب من ایتھی خلقت الملائکۃ فلا خلقت للملائکۃ
من نور الانسان و خلقت الانسان من نور ذاتی۔ نور الانسان سے مراد نور آنحضرت صلعم ہر
جیسا کہ خود فرمایا اول ما خلق اللہ نوری و روحی و عقلی و خلق۔ تا من نور اللہ و الخلق کلہم
من نوری اب اس ظہار میں شان تنزیلی آئی احمد بلا سم سے تعبیر ہوئی حسین مرتبہ حقیقت کی طرف اشارہ ہے
والکنایۃ بلغ فی الصلحۃ ۳۔ حدیث قدسی ہے یا محمد انت انا وانا انت کلہم طلبہ بضائی
وانا اطلبہ ضائک یا محمد خود حضور نے فرمایا۔ یا ابابکر لو یعرفنی حقیقۃً غیر دینی (بقیہ صفحہ ۵۳)

نہ گنجد در انجا میم جہد	احد شد در زمان احمد محمد
کجا ماند کسی آن جائے گا ہی	محمد مجتہد ماند آہی
(چو آن بچوں میں چون کروا رہم)	محمد شد پئے رو پوشیش نام)

اب جامعیت انسان کامل کا ظہور ہے۔ قرب کا اظہار نور علی نور ہے۔ نفی و اثبات فیہ من روحانی۔ روح انسانی کی اضافت اپنی طرف کرنا صرف تخصیص کا صاف قرینہ کہ خصوصیت کامل شامل ہے۔

نفس زلفیہ حق است جسم تو لا شفعہ	مگر کہ چستی لے گم شدہ نکو بشاہ
عوام کے بتواند شنید نکتہ من	نسیم مشک تحمل کجا کند کناس

(بقیہ از صفحہ ۲۵۲) ترا چنانکہ توفی دیدہ کجا بیند بقدر بنیش خود ہر کسے کند ادراک۔ ۱۲۔
۱ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی عرسل شان نزول ابن حدیث آنست کہ وقتہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در رسید حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند من انت فرمودند انما عائشہ باز فرمودند من عائشہ فرمودند بنت ابی بکر باز فرمودند من ابوبکر فرمودند صدیق عجل باز فرمودند من عجل حضرت عائشہ صدیقہ دانستند کہ حضرت علیہ السلام در عالم دیگر اند چون حضرت علیہ السلام ہوش آمد حضرت عائشہ اجزا اظہار نمودند حضرت علیہ السلام فرمودند لی مع اللہ وقت القیامانی جانی کہ محمد از محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبردار داز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) چہ خبر دارد (محبوب السالکین) ۱۲۔
۲ اسید طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں المسجل بیدت اللہ والمسجل بیدت کل نفی تخصیص و اضافت کراست مکان کے لیے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ و پاک ہے۔ ۱۲۔
۳ حضرت شیخ فانی فی اللہ و بانی باندہ شاہ کلیم اللہ قدس سرہ و کشکول می فرماید کہ ان وجود مطلق قبل ازین کہ شیعیں بوجہ دہلی کوئی پیدا نہ کیا تھے بود و از ان بے نشان نشان نبود و بقیتماے محبت خود بخود از ان حضرت منزل بر مراتب الہی و کیا فی فرمود و در ہر متبعینہ باعتبار تفریق بدل لک التبعین باسم عاشق برآمد بقیہ از صفحہ ۲۵۴

قال الله تبارك وتعالى وَاذْكَرَ اَنَّكَ رَبُّكَ لِلْمَلِكِ اَعْلَمْتَ اِنِّيْ جَاعِلٌ وَاكَرَمُ
خَلِيفَتِهِ حضرت ذوالجلال تراخو و خلیفہ خود خواندہ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
می فرماید ان الله خلق ادم علی صورته متضمن این معنی بزرگے می فرماید

جمال خویش بر صحرانها دیم
که بر چشم تو آن پیدانها دیم
که گوهر پیش نابینانها دیم

چو آدم را فرستادیم برین
جمال نابینان از پنهان
اگر حشمت نباشد بخندانان

ترا شاید که در خود نظر کنی که کیستی و حقیقتی و از کجائی۔ از غیر شناختن خلافت تو
یکے را و اغ لعت بر حین شد قال الله تعالى اِنَّ عَلِيًّا طَعَنَنِي اِلَى يَوْمِ الدِّينِ

(بقیہ از صفحہ ۲۵۳) و باعتبار رفع خلائق التعین باسم معشوق جلوه گر آمد پس کمال ہر تعین آن ست کہ
رجوع بآن اطلاق کند و از برگی کہ برآمدہ باز آن رسد گفتگو کند و تعین خاص حضرت انسان ست کہ مظهر جامع ذات
وصفات آمدہ و از سایر تعینات صفت محل امانت ہما ز گردیدہ پس کمال آن ست کہ بہ سر حد فنا فی اللہ رسیدہ
باقی بہ بقا یا شدہ سیر اول سیر الی اللہ ست و سیر ثانی سیر فی اللہ نہایت در اول ست نہ در دوم۔ ۱۲

لے کلام قدسی میں ہر قال اللہ لی جعلت الا انسان مطیعہ جمع جعلت سائر الا کو ان مطیعہ
الانسان حق تعالی نے فرمایا اے غوث بزرگ میں نے انسان کو اپنا فرمان بردار اور باقی چیزوں کو انسان کا
فرمان بردار کر دیا ہے یعنی انسان آمر ب چیزیں امور انسان حاکم باقی محکوم لسان الاملا میں لسان اللہ
و الانسان ظل اللہ فی الارض (شایع فرماتے ہیں) انسان زمین میں خدا کا سایہ ہے اور اس کا خلیفہ۔
لے عزیز عالم کبری میں حق تعالیٰ کی ذات شخص کی مثال پر جو اور انسان مثل سایہ کے۔ جیسے کہ جنبش اور
قرار قیام و قعود سایہ کے لیے اپنا کچھ بھی نہیں ایسا ہی انسان کی حرکت اور قرار قیام و قعود وغیرہ حق تعالیٰ کے
سوا نہیں ہر حال الحاق بقیوم۔ لا تتحرک شیء الا بآذن اللہ کے ہی معنی ہیں۔ جبکہ تو سمجھے
کہ سایہ کس کا ہے؟ لے گیا سمجھو کہ وہ طالب جس کا ہے؟ لے عزیز یہ خطاب محب محبوب سے ہے کہ تو کمال الٰہی
ہر قیام اور قعود و حرکت سکون وغیرہ جو تیری ذات سے سرزد ہوں وہ سب کے سب میری طرف ہیں (بقیہ صفحہ ۲۵۵)

عطار کی روح گلاب روح السدرہ

آدم معنی ندیدی امی لعین	روح پکش رحمتہ للعالمین
اومن ست من اوئم تو بنجر	لاجرم در راہ مای کور و کر
اگر ترا دیدہ بدے در راہ ما	آدم مارا تو دیدی ہیچو ما
آدم معنی جال دوست ان	ہر چی غیر آدم ست آن پوست ان

و باید دانست کہ خلیفہ قائم مقام محفل شود۔ مادام کہ اوصاف مختلف در خلیفہ تجلی نمی فرماید خلیفہ نباشد قولہ تعالیٰ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا یعنی بیا موقت و بمشاہدہ نمود آدم علیہ السلام را اجلہ اسمائے خود را۔ و جمیع صفات کمالات خود را

(بقیہ از صفحہ ۲۵۴) تیر اکرم عین میرا حکم ہی اور تیرا کیا ہوا خاص میرا کیا ہوا ہی۔ سب جان تیرا فرمان بردار ہی۔
یا غوث الاعظم نعم الطالب انا و نعم المطلوب الانسان و نعم الدالک الانسان و نعم المکروب له
سانک الاکوان۔ قال لی یا غوث الاعظم الانسان سری و اناسہ لوعرف الانسان منزلة
عند لیقول فی کل نفس من الاناس انا الملائک الاملاک الکالی۔ قال لی یا غوث الاعظم
خدیو الانسان و نفسہ روحہ سمعہ بصرہ و لسانہ و رجلہ کلک اظہر النفس بنفسہ
الا هو الا انا فلا انا خیرہ اس عزیز یہ اس محبوب کے ساتھ را زی جو انسان کامل و اکل اور نوری نور ہی
اگر محبوب کو ٹھوٹو تو حسین محبوب کو پائین محبوب کو ٹھوٹو حسین تو محبوب کو پائین۔ یہ خودی اورستی کا فنا ہونا ہے
حسبکی طرہ اخذتم الحق فہو اللہ شعر ہی جب دوئی اور خودی کا حجاب نہ رہا تو یگانگی اور قرب حقیقی نے شمع
دکھا یا لا حجاب بینی و بینہ میرے اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہ رہا۔ یہی انتہائے فقر اور مقصود اصل
ہی۔ یہی سمجھ کا جو اسکا اہل اور مذاق رکھتا ہو یہی عرفان حقیقی ہے مقصود ارشاد بھی یہی ہے۔ وَ مَا خَلَقْتُ
الْجِنَّةَ فَالْاِنْسَانَ لَعِبْلًا و دینہ صوفیہ فرماتے ہیں ليعبدوا لی ليعرفون اسی سے عنوان تحریر میں
یہ آیت قرآنی لکھ دی گئی۔ مَن کَانَ فِیْ هِدَیْہِ اَحْمٰی فَمَحْضُوْرٌ فِی الْاٰخِرَةِ عَلٰی وَاَصْلًا سَبِّحْ لَہُ
تو بشارت اصل اکمال اینست و بس تو در و لم شود صال اینست و بس۔ ۱۲

در تعبیه کرد اکالا القدم والوجوب پس گشت آدم خلیفه حق تعالی - صاحب
فصوص الحکم قدس سره فرماتے ہیں ومن شرط الخلیفة ان یکون علی صورة
المستخلف مولوی معنوی قدس سره کا ارشاد ہے

نے غلط گفتہ کہ نائب یا منوب	گروہ پنداری قلیج آید نہ خوب
نے دو باشد تا توئی صورت پرست	پیش او یک گشت کہ صورت پرست
چون بصورت بگری چشمیت دوست	تو بنورش دیگر کان یک دوست
لاجرم چون بریکے افتد بصر	آن یکے باشد و نماید در نظر
نور ہر دو چشم نتوان فرق کرد	چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد

مکتوبات جوابی حضرت مخدوم الملک شرف الحق والدین کبیری منیری قدس سرہ ہیں
ہی معلوم ست کہ یک عالم جو ہر فرشتہ مقدس و مطہر خاک تیرہ را چون سجدہ کند

۱۔ چون بنودی ذات حق اندر وجود و آب و گل را کے ملک کرے سجود پہ مولا نا شاہ ماجد علی قدس سرہ
فرماتے ہیں سے حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہے چہ جسوت کہ وہ صورت انسان میں آیا ہے جو انسانی
میں ہے۔ چون حضرت حق سبحانہ تعالیٰ از مقام احدیت بواسطہ ظہور و اظہار تنزل نمود بصورت حقیقت انسانی
کہ روح عظم و عقل کل ست تجلی فرمود انسان عبارت از مجموع روح و جسد و ہیئت اجتماعی ست و اصل
حقیقت او روح عظم و عقل ل ست کہ مخلوق اول و در مرتبہ دوم از مراتب وجود واقع ست پس تمامی حقائق
عالم منظر حقیقت انسانی ست کہ حقیقت انسانی بصورت ہمہ عالم ظاہر شدہ حقیقت انسانی آئینہ مجلای
جناب حق سبحانہ تعالیٰ ست۔ و عالم مرات انسان کامل ست ازین جهت مجموع عالم مفصل سہمی با انسان
کبیر ست و بسبب این جامعیت مستحق خلافت گشتہ زیرا کہ خلیفہ باید کہ بصورت تسبیح اوصاف مستخلف بود
(حبیباً کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے ارشاد فرمایا) و انسان ظہر جامعیت ذات ست اجمالاً و تفصیلاً بخلائق
افلاک و عناصر و غیرہ کہ ہر کدام از انہا منظر صفتہ و اسمی ست از ان جمعیت لہذا از محل امانت (بقیہ صفحہ ۲۵۷)

و خاک ملوث و مظلم خلیفہ چون بود آن الله خلق آدم علی صورہ چون کشف
شود۔ این ہمہ ذوق گردد۔ انوار الرحمن میں ہے

آل موسیٰ کو درینا تا کنون	عابدان عجل را بریزند خون
---------------------------	--------------------------

مولانا عبد العلی محمد قدس سرہ شرح خود نوشتند رد آن ست نہ روجہ شیخ گفتند
کہ شیخ مثل عجل ست و معتقدان او مثل عابدان عجل اند۔ و حاصل آن کہ شیخ منظر
جامع حق ست چنین نور دارد کہ اگر این نور در عجل بوبے عجل قبلہ کرم بود
و اگر قبلہ کہ کعبہ شرقیہ است خالی از آن نور بوبے قبلہ نبوبے بلکہ مثل صنم
بوبے۔ خلاصہ آنکہ قبلہ منظر الہ است و الباقی جمیع اسما و صفات خود دوران
مشہود می شود۔ برای ہمین قبلہ عبادت گردیدہ و اگر این چنین بوبے پس
حق در ہمہ جہات ست و عبادت سوے ہمہ جہات مشروع نیست مگر بسوی
کعبہ شرقیہ۔ و انسان کامل کہ شیخ ابوالحسن قدس سرہ باشد فردیست از افراد او

(بقیہ از صفحہ ۲۵۶) منظریت آن جمیع را با آوردند۔ و انسان قبول آن نمود پس فضل جناب الہی کرم ناستا ہی روح را
خلعت جمیع اسما و صفات جانی و جلالی پوشانیدہ درست آفرینش کرم و مقرر فرمود۔ و صورت روح در آئینہ وجود کا دم
بمنعکس شد۔ جلا اسما و صفات جناب الہی در متجلی گشت و خطاب انی جامع الی فی الادض خلیفہ در رسید
و برین شہ و خلافت او این توفیق آمد ان الله خلق آدم علی صورۃ ربہ لیس کرمت او این آیہ ظاہر شد و علم
آدم الہیہ لو کلھا و ملائکہ را پس چہ او فرمود کہ کیونکہ ملائکہ میں یہ کمال و جمیع نہ تھی بعض نظر صفت جمال
بعض نظر صفت جلال۔ او آدم جامع صفت جمال و جلال۔ خلقتہ بیداری اسی سے عبارت ہے
خلاصہ اینکه اگرچہ اُس نور کا ہر یون تو سبھی جا پہ ظہور ہے مگر کلا خوب طرح صورت انسان میں آ
من خدا را آشکارا دیدہ ام بہ صورت انسان خدا را دیدہ ام ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۲۔

و منظر الہم باہمیت باجامعیت است۔ مخلوق عالم را واسمائے انفعالیہ و باجمعیۃ او کامل است لہذا خلیفہ گردید۔ اگرچہ بصورت عنصریہ خود منظر ہم باجمعیۃ است لیکن بنظر حقیقت و باطن خود منظر ہمہ اسماست۔ پس در انسان کامل مرتبہ اُلومیۃ است و ظاہر انسان کامل عابد باطن خود است الا انسان سرّی و اناسرّۃ انسان میر سرّی یعنی مین ظاہر ہون اور وہ میر باطن اور مین انسان کا سر ہون کہ وہ میر ظاہر اور مین اُسکا باطن۔ عارف کو دونوں مشاہدے میسر ہین۔ کبھی حق سبحانہ تعالیٰ کو باطن پاتا ہر اپنے کو ظاہر کبھی اپنے کو باطن اُسکو ظاہر ہر کہ حق را دوست دارد حق وی را نیز دوست دارد کما جاء فی المکلاۃ القدسیۃ اذا احبب العبد القانی حبیب لقاءہ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکایا عن اللہ تعالیٰ یا عبدی کن لی اکن لک و ما کان لی یکون لک۔ من رای محبا للہ فقد رای اللہ حقیقت انسان منظر و اُمینیہ سر حقیقت و اُلومیۃ ہر۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيُّمَا كُنْتُمْ مَعَهُ

۱۵ از جعفر غفری ہر پرسیدند کہ عارف کیانہ گفت ہم ماہم ولو کانوا ہم لما کانوا ہم ایشان کہ ہون ایشان ایشا ہون ایشان ہ ایشان کہ ایشا ہون ایشان ہ ایشا ہون ایشان ہ ایشا ہون ایشان ہ
۱۶ قال قطب الاقطاب و فرج الاحیاء الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ من رای محبا للہ فقد رای اللہ حضرت غوثیت آب کا ارشاد ہے کہ جو اندر کے دوستوں مین سے کسی کو دیکھے اُسے بیشک اندر کو دیکھا (رسالہ انوریہ) حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ حضرت بابزید بستانی قدس سرہ کی حکایت مین فرماتے ہین ہ چون مرادیدی خدا دید ہ کہ گرو کعبہ صدق برگردید ہ کہ خداست من طاعت و حمد خداست ہ تا نہ پنداری کہ حق از من جداست۔ ۱۲

یہ معیت ظاہر پھر بھی روح و جسمی سی مغایرت ہو من عرف نفسه فقد

عرف دہ سے

ہم بصورت عالم صغریٰ توئی	ہم بمعنی عالم کبریٰ توئی
--------------------------	--------------------------

ملک بائست - و ملوت بائست - و جبروت بائست و خداوند جل و علی بہت
توئی جامع اسماء الہیہ و حقیقت کونیہ - خواجہ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں

ہمین آدم بود معبود عالم ہمین آدم توئی گریز دانی بکر منار الشریف دادہ ازین در اندر آما شاہ بشی	ہمین آدم بود مقصود عالم ہمہ عالم توئی گریز دانی از ان معنی دری بر تو کشادہ بمعنی گریسی اسد باشی
--	--

طالب و مطلوب - مرید - و پیر - نائب و منوب کا بہانہ ہے حقیقت عشق ہی عشق ہے
حضرت مخدوم ہادی النیری قدس سرہ مکتوبات میں فرماتے ہیں - این معیت رابعی گویند جز آن
معیت کہ معلوم و مفہوم متکلمان ست وی را بر حقیقت می رانند وی گویند کہ حق تعالیٰ باہمہ ذرا ہے
موجودات بذات خود موجود ست اما معیت او نہ چون معیت اجسام ست اجسام کہ او جسم نیست و نہ چون
معیت عرض ست بہ عرض کہ او عرض نیست و نہ چون معیت جوہر ست با جوہر کہ او جوہر نیست - آئیے
اے برادر معیت روح با جد مثال معیت حق ست با کل کائنات زیرا کہ روح نہ بیرون قالب نہ درون قاب
است نہ متصل بہ قالب نہ منفصل از قالب بلکہ روح از عالم دیگر ست و قالب از عالم دیگر - بر روح
عوارض اجسام و اجزاء از دخول و خروج و اتصال و انفصال و جز آن ہیچ نیست و با این ہمہ ہیچ ذرہ
از ذرات قالب نیست کہ روح بہ او بہ حقیقت موجود نیست معیت حق سبحانہ تعالیٰ با ذرات عالم ہمین
مثال ست من عرف نفسه فقد عرف دہ - اشارت برین برتر است ۱۲

اور سب فسانہ ہے۔ عشق وہی جو مقید سے آزاد۔ اطلاق سے دور مطلق
 ہی مطلق ہے۔ باقی زق رق بق بق ہے۔ جامعیت انسانی تعلقات و حافی
 کی نہایت کھان۔ اس ابتدا کی انتہا کیسی اسکی حد و غایت کھان۔ سچ تو
 ہوا اول و آخر کی تحدید کا یہی بانی مبنی ہے ہر تحدید میں آپ ہی آپ۔ آپ
 اپنا ثانی ہے اگر انسان بنیان الدب متضمن اینیغے بزرگے می فرماید

خدا را من خدا کردم تو بنگر | او گریه کو خدا کو بندہ اتبر

ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے انا اصغر من ربی بسنتین خواجہ عطار قدس
 فرماتے ہیں

تا نیامد جان عالم آشکار | رہ نہ استند سوی کردگار
 رہ پدید آمد چو آدم شد پدید | زو کلید ہر دو عالم شد پدید

حضرت امیر المومنین اسد اللغات علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ انسان
 کی جامعیت سے خبر دیتے ہیں

داعك فيك وما تشعر	دواعك منك ولا تبصر
وتزعم انك جرم صغير	وفيه الطوى العالم الاكبر
وانت الكتاب المبين الذي	باحرفه يظهر المضم
وانت الوجوه ونفس الوجوه	وما فيك الوجوه لا يحصر
فلا حاجة لك في خارج	فيخرج عنك ما لا يحصر

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں :-

انا القرآن والسبع المثانی	روح الروح کل روح الاوانی
فوادى عند مشهورى مقیم	یشاہدہ وعندکم لکشاہ
شد بنقش موج مادر اعیان	انچہ در عالم توجو یا ئے منم
چون ظهور جملہ اشیا باست	منظر اوصاف رحمانے منم
ہر دو عالم شد بنور اعیان	اصل ہر پیدا و پنا نے منم
نیست عالم در حقیقت جہلیم	گنج بے پایان اگردا نے منم

غرض یہ کہ جو کچھ تحت کُن ہے ظہور حق ہے۔ خواہ جمیل ہو خواہ قبیح اور کمال ظہور انسان معنوی میں ہے۔ نہ ظاہری میں۔ محل ظہور انوار کلمہ طیب کہ مراد شجر طیب ہے۔

۱۔ روسے درویان بہ نسبت نور و لطف و رحمت با تجلی جالی شاہیت شہتہ بان و زلف تان شوخ و لریا را بہ نسبت ہر طلسمات و پریشانی و حجاب با تجلی جلالی نسبت تمام بودہ باشد۔ و روسے و زلف مجربان شال و نمودار تجلی جالی و جلالی باشد (شرح گلشن راز) چشم گر این ست و ابرو این و ناز و شیوہ این بہ الفراق اسے زہد و تقویٰ انوداع اسے عقل و دین ۱۲۔

۲۔ الناس علی ثلاثہ اقسامٍ قسم یسبھون البھائم اولئک کالانعام کلہم اھمل و قسم یسبھون الملائک۔ و قسم یسبھون الانبیاء۔ اسی آخر قسم میں سے انسان معنوی یا انسان کامل ہے اور یہ کمال اجسام و نفوس انسانی روح و دل سے خارج ہو جاتا ہے۔ اول ترکیہ نفس زدہ، دوسرے تصفیہ قلب (عرفان) تیسرے روح کی صفائی (عشق) یعنی روح کو غیر کی محبت سے پاک و صاف رکھنا چوتھے پرکار و روشن کرنا (ذات) ذات حق تعالیٰ کی معنی ہے اور اسکی صفتیں صورت صفتیں معنی اسماء و صورت اسماء معنی افعال صورت یعنی لاہوت معنی جبروت صورت جبروت معنی ملکوت صورت ملکوت معنی اور ناموت صورت ہے۔ معنی کے لیے آنکھیں بھی معنوی چاہیں۔ کلام قدسی میں ہے۔ (تقریباً صفحہ ۲۶۲)

(اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَقَرَّعُهَا فِي السَّمَاءِ) یہی انسان ہے جسکی شان بچی
ویمیت ہے۔ (الان اولیاء اللہ لایموتون ولكن یقولون من دار
الی دار) اسی کی نسبت فرمایا۔ انسان سرور صفات لاینفک عن
ذاتی انسان کامل ہی جامع صورت خوب و معنی پاکیزہ ہے۔ اسی انسان
کامل کو ہادی کہو یا راہبر اور راہبر راہنما نہیں ہو سکتا جب تک جمیع صفات

بقیہ از صفحہ ۲۶۱) قال لی یا خوت الاعظم قل لاصحابک من اداء منکم ان یصل الی فعلیہ
الخروج من کل شیء سوائی کلام مجید میں ہے قُلِ اللّٰهُ شَعَرٌ رَّحْمٰتٌ مِّنْ ہِیْ مِّنْ اَنْس
یا اللہ استوحش عن غیر اللہ۔ اُن کا سر اسرار کا محل ہو جاتا ہے۔ جسکا کشف جائز نہیں۔ اُسکا بیان کن ہے
جب نے ان تمام صفتیں بھی اُٹھ جاتی ہیں ایسا ہی ظہور احدیت کا وحدت سے ہے جب یہ اُٹھ جائے تو واحد
واحد اور احدیت احدیت رہ جائے۔ ہست این سرار جائے دگر، تر این را کی شناسد و دگر
وید لیالی کے لیے ویدہ مجنون ہے ضرور میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا تیرا۔ ۱۲

صاحب توحید اہل باطن یا انسان معنوی کو از راہ وحدانیت متنازع جانا سمجھتا ہے کہ بظاہر اہل طلال
تقال ایک ہی صورت رکھتے ہیں۔ ۱۲

قدوة السالکین زبدۃ العارفين شیخ اکبر حضرت محی الدین عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں چار علائم
انسان کامل کی تحریر فرمائی اور جو مشہور عام ہیں اسکی پابندی کیجا تو راہِ اوسوس و سلے بالخصوص وہ ملانے
جو دستار فضیلت لپیٹ کر ڈال دھی بڑھا گھٹنا اٹھا جبہ قبہ بنیھال (الدع مجنون فی طیلساندہ فی طلیسانہ
عروزیان میں پوشیدہ ہے نہ چادر میں ہلائے ناگہانی یا حشرات الارض کی طرح کہ برسات میں زمین سے ابل
پڑتے ہیں ادھر ادھر شہروں کا نوں میں دورہ کرتے سادہ لوح کو پچھانتے پھرتے ہیں ممکن کہ پہچان نہ لے
جائیں۔ لطف یہ کہ مدعی فقر و فنا پیری مریدی کا لپکا۔ اور تہج علی کے عمو سے سب پرستترادو ہی مثل مارون
گھٹنا ہے فرخ آباد مشغلہ یہ کہ رات دن بنکان صلح کنج خموی کے بیٹھنے والوں کی غیبت برائی ہو جو کا حد
تک تلبیس غرض سراسر نفسانی شیطانی وسوس میں مبتلا و لا حول ولا قوۃ الا باللہ والدی (بصوبہ)
الدین اور قطاع الطرق ہیں۔ گدھے بوجھ لا دے یا یہ کہو کہ جبہ قبہ کی گون ڈالے اسے اسے پھرتے ہیں (بقیہ صفحہ ۲۶۳)

حق کے ساتھ موصوف نہو تخلقوا باخلاق اللہ درین معنی صوفی می فرماید
 الانسان هو الله - قلب المؤمن عرش الله تعالى ولا يعنى ارضى
 ولا سمائي ولكن يسع قلب عبد المؤمن يمان بهي قلب انسان کامل
 کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے
 تصریح فرمائی قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جاکلیا عن الله تعالى
 قلب المؤمن اکبر من العرش واوسع من الكرسي وايضا قال
 علیہ السلام قلب المؤمن حرم الله وحرام ان یلم فیہ غیر الله
 امام ابو حامد محمد الغزالی الطوسی قدس سرہ کا ارشاد ہے الفقیرین لا قلب له

(بقیہ از صفحہ ۲۶۲) مَنَالَ الَّذِیْنَ یَحْمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ کَفَرُوا بِهَا کَمَثَلِ الْیَمَانِیِّ الَّذِیْ رَآهْ شَال
 اُن لوگوں کی جن لوگوں نے اٹھایا تورات کو اور پھر اُس کی راہ اور احکام پر نہ چلے اند اُس گدھے
 کے ہے جو اینٹیں اٹھاتا ہے نعوذ باللہ من علم لا ینفع نفسی حقوق سے واسطہ نہ ہا ایسے گمراہ
 ہوئے دوسروں کو سمجھاتے سمجھاتے خود بہک گئے بے راہ ہوئے۔ دغا گوئی کے لیے عجب
 کیوں نہو۔ وہ نفوس قدسیہ اور ہمن خودی کا ستیا ناس ہو کہ میں کا نہ رکھا۔ اسی نے شیطان کو
 راندہ درگاہ کیا۔ کسی علم نے کام نہ دیا۔ اور کوئی ان ملاجی صوفی جی سے یہ تو پوچھیے کہ یہ انا نیت ابھی
 تم کو کہاں زیبا ہے۔ شیطان علم کی کیل نہ ہوئی سیرت کے جو دیدار ہو گئے چہ خوش میراث پذیرا ہی علم
 پر راہ آموزہ پناہ مانگو پناہ۔ اعمال ہی اعمال ساتھ جائیں گے۔ ایمان کامل کی فکر ہو تو سب کچھ نہیں تو مٹی
 پید ہے۔ اعتقاد صحیح کو وجہ قبہ پر بخاوسے با امام ربانی و پیشوایے بزرگ کہ روز مشرور جزا خواہد
 یہ شیخ کا کلام ہے اور حدیث کا ترجمہ احمد حدیث سنوان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ الله
 بحدیث علیہ السلام یہی حدیث کافی ہے۔ دوسروں کو طلب کے لیے بہکاتے منواتے ہر خودا تو نہ سمجھیں کہ
 لما هو صوفی ہونین سخر شیطان ہو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۱

ولا رب له۔

سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا الفقیر لا یمحتاج الی
نفسہ والی ربہ۔

بزرگے می فرماید الفقیر لا یمحتاج الی اللہ

سید الطائفہ فرماتے ہیں (بعض نے یہ قول خواجہ ابی سعید ابوالخیر رحمہ اللہ
کا لکھا ہے) لیس فی حبّتی سوی اللہ۔ اذا احبّ اللہ عبداً عشقہ
وعشق علیہ فیقول عبدی انت عشقی ومحبی وانا عشیق ومحب
لک اردت ام لم تر۔

عین القضاۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں الفقیر هو اللہ الصوفی هو اللہ الہادی
هو اللہ الشیخ هو اللہ

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم می فرماید قلب المؤمن مرآۃ الرب
یہ مرآت نہیں ہر مگر شیخ کامل جیسا کہ بزرگان سلف نے تصریح فرمائی جب
انوار حقیقی شیخ میں متخلی ہوں اور انھیں میں قفا ہو جائے پھر بحر حق اور کیا

۱۔ گفت المعنی هو اللہ شیخ دین بہ بحر معنیہا ست رب العالمین بہ (مصرع ثانی وصف شیخ دین ست)
۲۔ چونکہ داوی دست خود در دست پیر بہ پیر حرکت کو حکیم ست و خیر کو نبی وقت خویش ست لے مرید بہ لاکہ
اور نبی آمدید۔ ۱۲۔

۳۔ بلاکچون باشد کہ حق کہ خود را مشاہدہ کردہ باشم چون حق تعالیٰ مارا مشاہدہ فرمائی خود را مشاہدہ
کردہ باشد از ہر آنکہ ما آئینہ حق آئینہ است کہ المؤمن مرآۃ المؤمن (پہلے مؤمن سے اسم اللہ تعالیٰ مراد ہے)
پس اگر اور اگر خود را بینیم اگر اور را بیند خود را دیدہ باشد کہ نظر کنندہ در آئینہ ہر آئینہ خود را بیند (بقیہ صفحہ ۲۶۵)

باقی رفته چنانکه عارف گفته است اذا تم الفقر فهو الله ع

فقر تو شد تمام خواجہ خدائی بمن

انیس عاشقین بین هر شیخ و حقیقت همین عشق است کما قال المشایخ
لا شیخ ابلغ من العشق زیرا چه مشایخ عالم همه مرید شیخ عشق اند باید دانست
که هر که به شیخ عشق رسید او حقیقت شیخ شد الشیخ یحیی و بییت و بدین قوت
مشایخ گفته اند لو ارادوا ان يتصرفوا بحری تصرفه و هر که به شیخ عشق رسید
او بحق نرسید گمراه شد کقوله علیه السلام ان الله خلق الخلق فی الطوی
ثم التقى علیهم من نوره فمن اصاب ذلك النور فقد اهتدی ومن
اخطأ ضل و آن را که نور عشق رسید او هدایت یافت و هر که از نور عشق بازماند

(نقیه اصفحه ۲۶۴) نه آئینه را (جواب غیبی) ۱۲

۵۳ فاعبارات از ازل شدن تفرقه و تمیزست میان قدم و حدوث زیرا که چون بصیرت روح
منجذب بشاهد جمال الهی شد نور عقل که فارق بود میان اشیا در غلبه نور ذات مخفی و مستتر گشت
کاختفاء انوار الکوالب عند ظهور الشمس هستی مجازی سالک و جمیع کثرات در پر تو تجلی
ناتی بالکل محو و با بود گشت و این حالت را جمع نمیزانند زیرا که جمیع کثرات درین تجلی رنگ وحدت گرفته
و احد شده اند و کثرات و اغیار فانی شده و لم یبق الا الحق القیوم و درین حالت هر چه از سالک استماع
افتد بحقیقت گوینده آن حق است چه هستی سالک در میان نیست و درین مقام است که بایزید قدس سره
فرمود لا اله الا انا فاعبدونی و سبحانی و اعظم شانی این چنین فرموده اند قدوة المحققین شیخ مخیر
بن محلی بن علی الجیلانی قدس سره در شرح گلشن راز ۱۲

۵۴ چشم تو بتواضع و وجود همه محاک شد و هر چیز که در کان نکفت شد نمک خدای چون تو
بر خیزنی نشیند حق بجات و تا تو بیداری خدا باشد نهان و تو نهان شوی تا که حق گردد عیان و ۱۲

او کمراہ شد۔ چنانکہ در حق موسیٰ (علیہ السلام) فرمود اَلْقِیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّتَی
 مَیْنِیْ جِ کَسے کہ بدین دولت مخصوص ست چرا ا دنی نہ گوید۔ مرشد کامل یا
 انسان کامل یا عشق یا بدرجہ تنزل محبت ہی کیون نہو۔ غرض یہی قطرہ دیا
 یہی دریا سمندر۔ یہی تجرید یہی تفرید۔ اسی کے سب ساجد یہی مستجد و ہر سکی
 دعا مستجاب یہی مستجاب الدعوات ہی۔ مگر آن نہ شنید کہ رابعہ بصری رضی اللہ
 عنہا، در باد یہ مشغول بود کعبہ را فرمان عزت در رسید کہ برور رابعہ را طواف کن
 کہ کعبہ تو رابعہ است۔ چون رابعہ رضی اللہ عنہا کعبہ بود سجدہ پیش روی فرض
 بنمود از ان کہ رابعہ پیر زانہ بود۔ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ و آن
 قلب غیر قلب شیخ نتوان گفت۔ عنوی شریف مین حضرت بایزید بسطامی
 اور پیر بنیاد دل کی حکایت مشہور ہے

گفت طوفی کن بگردم مفت بار	وین کو ترا طواف حج شمار
چون مرادیدی خدا را دیدہ	اگر د کعبہ صدق برگردیدہ

۱۔ ظاہری تعلقات قطع کرنے کو تجرید باطنی علایق قطع کرنے کو تفرید کہتے ہیں۔ مونس الفقرا مین ہے۔

التجرید انقطاع عما هو الا والتفريد غیبتك عن رویتہ ما سواہ۔ ۱۲

۲۔ در مرصدا العباد است کہ ملائکہ اسجدہ آدم فرمود نہ سبب آن بود کہ حق تعالیٰ آدم را بنور ذات متجلی کرد
 سجدہ بحقیقت آدم را نبود۔ نور ذات وصفات حق تعالیٰ را بود چنانچہ امروز سجدہ قبلہ کعبہ را نیست مگر
 رب الکعبہ قبلہ راست۔ و بیش مشائخ کہ سر بر زمین می نہنند چنانچہ نیست آن تعظیم و کریم نور ذات وصفات
 سجدہ حقیقی ست کہ مشائخ و اولیاء بان نور متجلی اند۔ ۱۳

آن دعا می کند چون او فاسق است	گفته او نیست گفت و او راست
آن دعا خوان آن اجابت از خداست	گفته او نیست گفت و او راست

فقر زد تو شد تمام خواجه خدائی گین

الْاِنْ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ اب مصطلحات صوفيه

۱۷ یہی فاسائے ہر المعاینۃ دروۃ اللہ بلا حجاب وهو الفناء اصطلاح خصوصیت میں ذات ہے کہیں کو پردہ تجلیات اسما و صفات میں دیکھنا مشاہدہ کہلا تا ہے۔ اور ویت حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہے پردہ تجلیات معاینۃ ہے۔ معاینۃ کی تعبیر قلم سے اسی باعث ہوئی کہ بعض مطلق کو بے قید تعین دیکھنا ممکن تعین نہیں جس حق سبحانہ و تعالیٰ کو بے تعین عیان دیکھنا ہر طریق مجاز ہے حقیقت کو یا دیدن سبحا بمعنی نابودن است ۱۷

٥٤ كلام قدسي من بر قال لي يا غوث الاعظم ان لعباد سوا الانبياء والمرسلين لا يطلع على احوالهم احد من اهل الدنيا ولا احد من اهل الاخر ولا احد من اهل الجنة ولا احد من اهل النار وما خلقتهم الجنة ولا النيران ولا للعقاب ولا للحور ولا للقصور فطوبى لمن امن بهم اقبية يوم ١٢٦٠

صوفیہ کی بھی ایک جھلک دیکھ لو۔ نہیں مانتے نہ مانو۔ انکار بھی نہ کرو یہی
 صراطِ مستقیم ہے اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
 غیری المغضوب علیہم ولا الضالین ہ امین امین یا اللہ العالمین
 بحمہ سید المرسلین والہ الطاہرین واصحابہ الراشدین واولیاء
 امتہ اجمعین برحمتک بارحم الراحمین لسان الغیب حافظ شیراز
 قدس سرہ کے کلام پر بعض ظاہرین کو کلام تھا دفع و ساوس کے لیے

(تفسیر صفحہ ۲۶) وان لم یعرفہم یا غوث انت منہم ومن علامتہم فی الدنیا ان احاسنہم
 محرقہ من قلة الطعام وبقوہم محرقہ من الشهوات وقلوبہم محرقہ عن الخطرات
 وارواحہم محرقہ عن الخطیئات وہم اصحاب البقاء المحترقون بنور اللقاء قال لی
 یا غوث الاعظم اھل المعاصی محجوبون بالعصیان و اھل الطاعة محجوبون بالطاعة
 ولی وراحمہم قوم اخرین للیس طوعہم المعصیۃ ولا هم غم الطاعات وہم العارفون۔ یہ گناہ عبادت
 دونوں عجایب ظلماتی و نورانی ہیں۔ گناہ والے ناامید ہوئے۔ طاعت والے عبادت پر بھروسہ کرنے والے
 ہوئے۔ کوئی دنیا کی جہت سے کوئی قیامت کی جہت سے پردے میں رہا ہمارے دونوں سے بغیر صرف
 ذات مطلق کو مطلق سمجھا۔ ایک ہی سے واسطہ تعلق رہا۔ ما نأخ البصر وما طعم۔ الا انک اولیاء
 اللہ لا خوف علیکم ولا هم یحزنون۔ جنت دوزخ سے بھی بے پروا۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت
 رابع رحمہ اللہ کے حال میں ہے۔ گفت الہی ہا رہو از دنیا قسمت کردہ بہ دشمنان خوددہ۔ و ہر چہ از آخرت
 قسمت کردہ بہ دوستان خوددہ کہہ مارا تو بے۔ و گفت خداوند اگر ترا از ترس دوزخ می پرستم در دوزخ بسوز
 و اگر از امید بہشت می پرستم بر من حرام گردان و اگر از بے تو ترا می پرستم جمال باقی از من دریغ مدار و گفت
 الہی کار من و از روی من در دنیا از جلا دنیا دوست و در آخرت از جلا آخرت تھا سے تو۔ ان من این
 ست ہر چہ خواہی می کن

تشیع ملک را و صفاء رضوان را	دوزخ بدر و بہشت منیکان را
دنیا جم را و قیصر و خاقان را	جانان مارا و جان ماجانان را ۱۲

حضرت مولانا شاہ سلامت الدیوث قدس سرہ نے ایک سالہ کمال الشفی
تحریر فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔ پس اگر سوختہ جانے برعایت غیرت معشوقے سوز
وگداز خود را بطرز دیگر ظاہر ساختہ با او پرواختہ ہیچ نقصے و عیبے ندارد۔ دوسری
جگہ فرماتے ہیں۔ لسان اینان لسان امدست و قال ایشان قال امدست

بیشک آن آواز خود از شبہ بود	گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود
بسیر قصہ سیر غ و غصہ ہد ہد	کسی سکہ شناسائی نطق لطیف

عارف کے اس شعر کی شرح

می خور و صحت بسوز و آتش اندر کعبہ زن

ساکن بت خانہ بہش و مردم آزاری بجن

حضرت شاہ غوث علی قلندر قادری پانی پتی قدس سرہ نے بیان فرمائی
کہ مقامات کی تصریح ذکر کے اقسام ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے
ہیں۔ انا اللہ لا الہ غیری دوسرے کا ارشاد ہوتا ہے

چندان کہ آرزے تو در سینه جائے کرد	و امد کہ آرزوے خدایم محقرت
-----------------------------------	----------------------------

یہ کوئی مصطلحات صوفیہ سے نہیں۔ صرف ادق ہونے کی وجہ سے ان مقولوں کو اصطلاحات صوفیہ
میں شمار کیا۔ بالخصوص یہ شعر شیخ کامل کی بیچ میں ہے جیسا کہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی قدس
نے تصریح فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ و بر بنے اکابر بر آئند کہ فدا حق تعالیٰ ہر کس را تجلی بر صورت محبوب او کند کہ در صورت
لما لم انت مشاہدہ زیادہ باشد نقل است از حضرت شیخ مظفر علی کمی فرمودہ نگاہ فدا حق تعالیٰ بصورت شیخ
نور الدین تجلی نہ کند ہرگز بسوی اولیائے کتم۔ اگر فدا نہ نیم صورت دوست (بقیہ صفحہ ۲۷۰)

تیسرے فرماتے ہیں الناس کلہم عبید للعبدی وقس علی هذا مکتوبات
جوانی میں ہے۔ اسے برادر اصحاب سلوک را چند معنی پیش می آید و آن ہمہ از
عالم ملکوت است چون خواهند کہ درین عالم در عبارت آرد جز بعبارت کفر و
شرک و زنا و مبت و دست نیاید۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ و ازین گنا

(بقیہ از صفحہ ۲۶۹) چکا را بر اگر صورت اوست و نزدیک بعضے ازین طائفہ مقرر شدہ کہ تجلی بے صورت
لمکن نیست۔ و شاہد عروس مغوی بے نقاب صوری صورت نہ بند و پس کلام تجلی عالی تراز صورت شیخ
و کامل تراز شاہد پیر خواہد بود کہ مریدان صورت لذت شاہد خواہد گرفت۔ پس ہر گاہ کہ طالب صادق صورت
شیخ و امان نوع معتقد با غیب عجب اگر گویند خطہ کہ در شاہدہ شیخ ولدتے کہ در معائنہ آئینہ پیر کردہ ام از روئے
خطہ ولدتے کہ از غیر صورت شیخ یافتہ شود اگرچہ صورت الوہیت بود محضرت۔ و کل را در شاہدہ صورت
چندان غنی و یقین می گرد کہ نتیجہ حجاب ہمان خواہد بود۔ کما قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لو کشف
الغطاء ما اذددت یقیناً۔ ۱۲

۱ صاحب گلشن را نقرس سر می فرایند۔ مجازی نیست احوال حقیقت۔ نہ ہر کس یا بلکہ ہر
طریق۔ شاہ قدس سر می فرایند۔ یعنی احوال حقیقت کہ انبیا و اولیا علیہم السلام ازان اخبار فرمودہ اند
مانند لی مع اللہ وقت و مثل قول حضرت امیر المؤمنین (ع) السلام الغالب (کریم) (ع) انما العلم وانا
المعروف المحفوظ وانا العرف وانا الکرمی وانا السعوا السبع واکادض حکایت درین معنی از اولیا
سیا منقول است مانند انا الحق و سبحانی و انا الفاعل فی هذا العالم و غیرہ البس کسی
کلام اطل کند کہ سخنان چند مجازی غیر واقعی است و حقیقتہ نہا شاست چہ این ہمہ احوال کلامان است کہ در مراتب
کشف و شہود و برایشان ظاہر شدہ و ایشان بآن تحقق گشتہ اند و بیان حالات واقعی فرمودہ اند و نہ چنان است
کہ ہر کس اسطر طریقت می توان یافت چہ این معنی مشروط بشرائط بسیار است۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ
در مرج البحرین می فرماید کہ انچہ ازین طائفہ در حالت شک و غلبہ حال صادر گردد تو را و فعلاً طریق سلم را بجا تسلیم
است و ترک مبارزت با شک و اعراض با عدم جواز تقلید۔ فیصلہ آخری نہیں ہستے۔ انوار انکار بھی نہ ہو۔ بل غلبہ
حال یا فقدان ضبط و اختیار اسکا اندازہ اہل حال ہی کر سکتا ہے۔ وہ بھی جب ایسے کلمات و حالات ہوں ورنہ
خیریت ہے۔ توجہ دانی زبان مرغان را کہ ندیدی کہے سلیمان را۔ ۱۲

کہ می شنود کہ اسے کافروں کے مشرک واسے بت پرست واسے زنا دار و
اسے سگ تو مارا نشانی این را در عالم محبت ناز و دلالت و کرشمہ محبوب گویند۔
با محب۔ و این طائفہ را در شنیدن این کلمات آن ذوق ست کہ در تحریر نیاید

من لم یذق لم یدر

اے ناز و گم کرشمہ و گم خشم و گم عتاب مسکین و لم چرا نشود زین ہمہ خراب

و دوسری جگہ فرمایا۔ و آنکہ بنشہ بود جز و الفاض و سنن ہمہ تاراج شد لاجرم مصرع

آنجا کہ سلطان خمیہ زد و غوغا نماید عام را

ہنوز کار پیش ست

عشق را امروز فردا کے بود کفر و دین اینجا و آنجا کے بود

اے برادر سعادت آن مراد ست کہ اورا بد و نمایند پس گویند بت خانہ کفر

و شرک و بدی۔ اکنون چنگ بردا من فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ زَن تَابِدُوا

وَيُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ رَسِي وَ جمال ایمان بینی مصرع

کافری شوی عشق خریدار تو نیست

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو شخص مرید ہونے آئے۔ آپ

نے کہا کہ ہوا لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ ایک نے یکلمہ پسند

نیکیا چل دیا۔ دوسرا طالب صادق تھا کہا کہ میں تو آپ کو کچھ اور ہی سمجھ کر

لے ما شغلك عن الحق فهو طاغوتك بمن شغلك عن الله فهو منك - ۱۲

آیا تھا آپ تو ایک دے کم نکلے آپ نے اُسے مرید کیا۔ مرید کی ارادت کا
استحسان مد نظر تھا۔ یہ طبیب روحانی ہیں انکا کفر بھی عین ایمان۔ ایمان کی
جان ہے۔ سیم ورجا سے دو یقین و شک سے الگ فنا و بقا سے وسطہ
نہ افراط و تفریط سے کام لایمان بین الفناء والبقاء سے ربط و ضبط ہے۔ ان
کے ظرف و وسیع ان کا حوصلہ بلند ان کی باتوں میں دردِ خود سراپا در و مجسم

۱۔ سرا والاویا میں ہے۔ چون درویش ازین ہفتاد ہزار مقام می گذرد مقام او در بیچ فہم و دہم گشت گنج
تا کجاست و درین اشارت غیری در میان فی گنج۔ و آن سرست در میان بندہ و مولی کشف آن سرست نہ اند
مگر خدا لے تعالیٰ۔ انگاہ شیخ الاسلام لغزو و این بنوئی بزبان مبارک را نہ شنوی این سرست کہ گفتہ می شود
شنوی۔ چو درویش را کار بالا کشید و یک خطہ شتر ترا کشید و چنان غرق گردید دریا سے عشق پہ کہ کیم
سرا ز عشق بالا کشید و بعد از ان فرمود کہ لے درویش وقتے خواجہ بایزید در عالم شوق و اشتیاق بود۔ از
چشمہا سے خواجہ خون روان شد زمانے چون باز آمد فرمود ان زمان کہ یک قدم زدم بر عرش رسیدم۔
با ننگ بر عرش زدم کہ آنحضرت علی العزیز استغوی لے عرش دوست را بہ توفشان می دہند پس عرش
گفت لے بایزید چہ جاسے این حدیث است کہ مرا نیز حق را بہ دل توفشان می دہند۔ اے بایزید اکثر آسمانیان
ہما از زمینیان نشان حق می طلبند و اکثر زمینیان انداز آسمانیان نشان حق می طلبند بعد از ان فرمود کہ لے
درویش مقصود ازین سخن مرتبہ درویشی است یعنی مرد درویش بدان مرتبہ می رسد کہ بہ یک قدم از عرش بالا تر
از ان می گذرد و انگاہ فرمود کہ اے درویش وقتی برادریم شیخ جلال الدین تبریزی پیش قاضی بدایون کہ او را
نجم الدین سنائی گفتند سے می گذشت پرسید کہ قاضی نجم الدین چہ می کند گفتند در نماز است شیخ فرمود کہ چہ می
نماز کروں می دانم باشد کہ سخن بسبب قاضی رسید بر فور بر شیخ آمد و گفت این بہ سخن است کہ شما گفتند فرمود آہ
گفتہ ام زہر اچہ نماز عطا و گیر است و نماز فقر و گیر قاضی پرسید چہ سبب گفت از انکہ اعلیٰ قبلہ را برابرہ بیند نماز نہ
کند از نماز قبلہ غائب شود بدل چہ کہ کند ہر طرفہ کہ دل چاسے و دہجہاں است نماز بگذارد انما فقر و آن
زمان کہ عرش را برابرہ بیند نماز نہ گزارد انما الغرض قاضی باز شد در خانہ آمد شب را قاضی خواب دید کہ شیخ
جلال الدین بالا سے عرش مصلیٰ انداختہ نمازی گذارد و از ہیبت قاضی بیدار شد (بقیہ صفحہ ۲۷۳)

شوق و اشتیاق - خود بھی کیسے خود می بھی کہاں کوئی اور ہی جلوہ گر کسی اور
ہی کے وصل و فراق پھر وہی مصرع یا آیا مصرع

فقر تو شد تمام خواجہ خدائی بجن

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے اس مقولے پر الکلائیة افضل من النبوة
ظاہر بین گھبرائے کثیف بینی کو نبی کہنا کیسا اُس سے بڑھا دیا۔ مراد عام لیکر
خدا جانے کیا کیا بنایا اور یہ نہ سمجھے کہ ولایت النبی افضل من النبوة
کی طرف اشارہ ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ شرح شتوی شریف
میں ہر لی مع اللہ وقت کلا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل
مراد اللہ تعالیٰ وقتی ست کہ نہ وسعت کند مراد ان وقت یہی فرشتہ مقرب و نہ
نبی مرسل یعنی آن سرور علیہ السلام را از ہمت ولایت جامع او قربے ست
کہ در ان غیر شرک یک نہی تواند شد بلکہ او ہم بماند کہ مرسل ست در ان قرب

(بقیہ صفحہ ۲۷۲) پر شیخ آمد حضرت بسیار کرد و گفت کہ بخشیدہ می باید بود شیخ فرمود اے نجم الدین این کہودی
جلال درویش را بر عرش نمازی گذارد این کمترین درجہ درویشان ست اما درویشی مقامی ازین بختیر ست اگر
نمودار کند بر جائے نمائی و از بسا اے نور ہلاک شوی (فوائد القوادین بھی یہ حکایت تھوڑے تفاوت کے
ساتھ ہو مگر قاضی کا نام کمال الدین جعفری درج ہے) ۱۲

۱۱ چو کفر و دین بود قائم بہستی ۛ شود توحید عین بت پرستی ۛ (گلشن راز) شراح می فرماید چون
کفر و دین ۛ حسب صورت از امور متضادہ انتقام بہستی و وجود اندوہنی مطلق حق ست پس ہر آئینہ
کہ توحید و یگانہ گردانیدن حق عین بت پرستی باشد چہ اگر کفر و بت را من حیث الحقیقت غیر دانی شرک
باشد و قابل توحید حقیقی نباشد۔ ۱۲

نے تو اندشہ و این اشارہ است بآنکہ ولایت آن سرور علیہ السلام افضل
 است از نبوت او و این است معنی ان الولاية افضل من النبوة لبعض
 اکابر فرماتے ہیں۔ ہدایت الاولیاء نہایت الانبیاء جہتین اس کو چے سے
 تمس نہ تھا کیا کیا غوغا نہ مچایا یہ مقولے تو شیطانیات بھی نہیں نہایت صاف
 ہیں۔ بعد خبرانی بصورت سمجھے تو کیا۔ خدا جل نے کیا سمجھ بوجھ کر خاموش ہوئے
 بعض اب تک وہی پرانی گمراہی کی لکیر پیٹ رہے ہیں کہ اس اجال کی ضرورت
 کیا ایسی گفتگو کی حاجت کیا۔ تفصیل ہوئی جب بھی بھڑک نہ گئی۔ لطائف
 اشرفی میں ہے۔ حضرت قدوة الکبریٰ (سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ)
 می فرمودند کہ در ملازمت حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ المبارک
 جماعتے نشستہ بودند و بحث ہدایۃ الاولیاء نہایت الانبیاء می گذشت فرمودند
 جماعتے کہ گفتہ اند ہدایۃ الاولیاء نہایت الانبیاء آن را عذر سے ہست کہ ایشان

۱۔ ارشاد شیخ سعد الدین حموی قدس سرہ کا ہے۔ ۱۲

۲۔ چایا۔ اب بھی چاتے ہیں اور ہمیشہ چائیں گے۔ خاندان چشتیہ صابریہ میں معمول ہے کہ افتتاح
 مکاتیب میں کلمہ حق حق درج ہوتا ہے۔ بس بھڑک گئے کہ خلافت سنت ہے۔ اخبار الاخبار میں حضرت
 مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اسی کی نسبت فرماتے ہیں کہ اب اس فیہ ابھی انھیں
 یہ نہیں معلوم کہ کچھ دن ہوئے یہ طریق عام طور سے جا رہا خاص طور سے اب بھی ہے کہ بجا سے
 سلام علیک الحمد للہ یوحی کہ اللہ ہر کام کے شروع و آخر میں بعد صلوة و تکبیر و فاتحہ قریش
 کل کاموں میں اسی کلمہ حق حق کی تکرار ہوتی ہے جیسا کہ اخبار الاخبار میں تصریح موجود ہے۔ قُلْ
 مَوْثِقًا بِعَقْدِکُمْ ط ۱۲

ازین سخن این خواسته اند بدایۃ الاولیاء غایۃ الانبیاء فی الشریعۃ
و غایۃ الاولیاء بدایۃ الانبیاء فی الطریقۃ قدوة المحققین حضرت شیخ ابراهیم
شطارمی قدس سرہ آئینہ حقایق نامہ شرح جام جهان نایب ارشاد فرماتے
ہیں۔ ولایت باطن نبوت است و نبوت ظاہر ولایت۔ پس ولایت از نبوت
است یعنی بے ولایت نبوت ظاہر نہ شود۔ چہر کہ ولایت قرب حق تعالیٰ

۱۔ یہ باتیں اہل دروہل محبت جانتے بلکہ سمجھتے ہیں۔ جب ہیبت کی کتنے موقع کی سناتے ہیں حضرت
شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کا ایک شعر لکھتے ہیں اور جو کچھ اسکی شرح حضرت مخدوم کچھوچھو قدس سرہ
نے فرمائی وہ بھی دیکھو اور اقوال صوفیہ کسی انداز کے ہوں منکر نہ ہو۔ اپنی عقل کی کوتاہی سمجھو جس
کو چہ میں تم نے قدم نہ رکھا ہو اسی میں عقلی تنگ کیوں چلاؤ۔ نہیں ہاتھ نہ مانو۔ منکر بھی نہ ہو۔ کہیں
ایسا نہ ہو کہ انکار مخصوص آخر بہ انکار مخصوص آکر دو کا معاملہ ہو۔ اللہ حفظنا ۱۔ روئے
در کشیدہ بہ بازار آمدہ ۲۔ خلقے بدین طلسم گرفتار آمدہ ۳۔ یعنی آنکہ روئے خود را کہ پر تو ظاہر وجود
است بروئے پوش نقیات و صورت کشیدہ و پوشیدہ بہ بازار اظہور آمدہ ۴۔ خلقے طلسم صورت کہ بر روئے
آئینہ مخفی کشیدہ بہ واسطہ کثرت تعینات متباہینہ و آثار مختلفہ گرفتار بقدر و ہجران و غفلت و پندار غیرت
گشتہ با خود بواسطہ سرایت پر تو جمال آن روئے در روئے پوش مظاہر و صورت جمیلہ گرفتار بلائے عشق
و محبت گشتہ بعضے عاشق معینے و بعضے عاشق صورت۔ صاحب گلشن از قدس سرہ می فرماید ۵۔
در ان موضع کہ نور حق دلیل است ۶۔ چہ جائے گفتگو سے جبرئیل است ۷۔ شایع قدس سرہ فرماتے ہیں ہر گاہ
کہ نور تجلی الہی رہبری نماید سالک را ۸۔ الہی مقام محو انیت و کمالات برساند و سالک وصل بے وسیلہ و الحق را
بہ نور حق مشاہدہ می نماید و جبرئیل کہ صورت تمتد عقل و نظر علم است در مقام فناء و نادیر اکبر در تہ بقائی
علم و عقل ۹۔ ادراک و شعور و سایر صفات محوی گردد و فنا سے حزن را با علم و شعور منع جمع است پس ہر آئینہ
جبرئیل ۱۰۔ اور ان مقام کہ نور الہی دلیل می شود راہ نباشد و گفتگو سے و پیغام اور ان مرتبہ راہ نمائی
تو انما کرد ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۱۱۔

اگر آگاہ تین را ہم خبر نیست - ۱۲ -

سیان عاشق و معشوق رمز نیست

تمانی را قرب نباشد۔ معجزہ کہ اثر قدرت مطلق ست از مے ظاہر نہ گردد و فیض
 مطلق را بخلق رسانیدن نتواند۔ و خلق مقید بحق مطلق نہ رسد۔ چرا کہ میان
 حق و خلق واسطہ نہی ست در ہر عصر و در ہر دورے اگر آن واسطہ
 در میان نباشد مقید بمطلق ہرگز نہ رسد۔ چو اہل عینی میں ہر نبوت واسطہ و
 برنخ میان ولایت و رسالت ست۔ چہ نبوت مشتق از انبیا راست۔ و
 انبیا اخبار ست از حقایق الہیہ۔ یعنی معرفت ذات و صفات و اسماء و افعال
 و احکام الہی۔ و این اخبار دو قسم ست یکے اخبار ست از معرفت ذات و
 صفات و اسماء۔ و این مخصوص ولایت مطلق ست خواہ از نبی بظہور آید
 خواہ از ولی غیر نبی۔ و دوم جمیع آن اخبارات ست کہ بتبلیغ احکام شرعیہ
 و تادیب اخلاق و تعلیم حکمت و قیام بہ سیاست و این مخصوص بر رسالت
 ست۔ و این را نبوت تشریعی می نامند۔ و اول را نبوت تعریفی۔ و نبوت تشریعی
 مختتم بر رسالت پناہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم گشت فاما تعریفی کہ لازم ولایت
 مطلق ست۔ تا دور خاتمہ ولایت کہ آن امام مہدی ست علیہ السلام
 حدیث علماء اہل حق کا نبیاء عیسیٰ اسرائیل بھی نہایت مشہور ہے (ہیان
 علماء سے مراد علماء ربانی یعنی اولیاء اللہ ہیں) نہ یہ جنگ و جدال الے
 کو رباطن دنیا پرست۔ ع چار پائے برو کتابے چند اللہ حفظنا منہم آمین
 لے حال اپنی گزری ہوئی باتوں کو کہتے ہیں اور قال دوسرے کے واقعہ گزری باتوں کو (تفسیر ص ۷۷)

معرفت ذات باعتبار صفات یہی کہ عالم صفات حق ہے۔ ظہور کنندہ ذات مطلق ہے۔ حقیقت واحد کا طور۔ نہ کچھ فکر نہ کچھ غور۔ تجلی ذات وصول الے الذات (واصل باللہ) کا یہی مقصد کہ جو جب تھا اب بھی ہے اکان کما کان نہ کہ معرفت کنہہ کہ متنوعات سے ہے۔ یہی توحید احسانی اُس کا یہی منشاء کہ باقی اب بھی موجود۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ ہے گا لاٹھو جو دالا اللہ ظاہر صاحب باطن مسجود۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔

کچا غیر و کو غیر و کو نقش غیر | سوی اللہ واللہ مانے الوجود

ما را ایت شیئا الا ورا ایت اللہ فیہ۔ بقا باللہ کہ کاملون کو حسب حال حاصل ہے۔ اسی کا نام کہ سا لک تجلی ذاتی میں فنا بہ بقا ہے حق باقی۔ اپنے کو مطلق بے تعین جسمانی و روحانی دیکھتا اس کا علم کہ علم کل ہوا۔

(بقیہ از صفحہ ۲۷۶) حال کی باتوں میں اثر۔ قال کی باتوں میں صرف میں ہیں۔ خاک افزہ نہیں۔ اس وقت چار پائے پر کتا بے چند و الے اسی میں ہوتا ہیں۔ یہ بڑھے لکھے جاہل ہیں۔ ان کی صحبت سم قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ ان کے علم کی بل ان کے ناما کہ اصاف دلوں سے بڑھتے بڑھتے ہنشینوں ہنشینوں کے لیے خاردار چھاڑیوں سے کم نہیں۔ افسوس علم کی مٹی پلید ہوئی نعو الجاہل کو وضہ فی ضو لہ جاہل یعنی انھیں ملا صاحب کی نعمتیں اُس سبزہ کے مانند ہیں جو بخت بر او گا ہو ۱۲

لے سوا اگرش و فاست خود می آید | ورا آمد نقش ر و است خود می آید
بیوہ چہ ار پے ا و سگر دی | بنشین اگر او خداست خود می آید

مالا لاجیون ذکر جیون اور گھر سے کون نہ را |
مورا رام مہر کو بچے توین پاؤن بسر ام۔ ۱۲
لے مشوق و عشق عاشق ہر سیکست بجا | چون وصل در تکبیر ہجران چہ کار دارو۔ ۱۲

تمام ذرہ کائنات پر محیط سب کا مشاہدہ کرتا۔ جمیع صفات الہیہ کے ساتھ
متصف قیوم و مدبر عالم ہوتا اور کوئی چیز سوا اپنے نہیں دیکھتا ہے۔ یہی کمال
توحید غیانی ہے۔

این معانی گشتہ بود و اراعیان نمیت اندر جبہ ام غیہ ر خدا گر بصورت پیش تو دعوے نمود در این معنی چہ نیکو صفتہ است بے گمان یا بے ازین معنی خبر	آنکہ سبحانی ہمین گفت آن زمان ہم ازین رو گفت آن بحر صفا آن انا الحق کشف این معنی نمود لیس فی الدارین ہر کو گفتہ است چونک انداز توئی با تو اثر
--	--

مکتوبات جوابی میں ہے۔ آنکہ نوشتہ بود حال غلبہ کردہ یحنین گمان بردم کہ کوئی
این سخن کہ می گوید کہ سبحانی یا اعظم شانی۔ بحروف و صوت نمی شنوم اینجا
اے برادر حروف و صوت چہ کند جواب این مسئلہ تمام از خواجہ عطار شنو کہ
گفتہ است اگر شاید درختی بحر اسودانی انا اللہ را چہ از شاید کہ منصور طالع بحر اسود
انا الحق را۔ رسالہ الکیہ میں۔ و روی الغزالی رحمہ اللہ فی الاحیاء حاکمیا

سید ان ب یقین کہ بت پرستی باقی ست این بت کہ تو پندار شکستی باقی ست	تا تو ز پندار تو ہستی باقی ست گفتی بت پندار شکستم رستم
---	---

صاحب گلشن را از قدس سرہ می فرایند

انا الحق کشف اسرارست مطلق	بحر حق کیست تا گوید انا الحق
---------------------------	------------------------------

یعنی انا الحق کشف اظہار اسرارست مطلق یعنی بے شائبہ شک و شبہ و حاشا کہ ہر زوہی مغیبا شد و بقیہ (۱۷۹)

عن النبی علیہ السلام قال الشیخ فی قومه کالنبی فی امتہ لطافت
بشر فی مین ہو۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ می فرمودند کہ منقول است کہ اکابر
فرمودہ اند کہ پیر بشایہ نبی ست و حق تربیت الشیخ فی قومه کالنبی فی امتہ

اے کہ گنی فرق نبی از ولی	ہر دو کی ان رہا کنونی سے
گفتم کہ پیر سے تو یا پیر	گفتا کہ دوئی زراہ بر گیر قطعہ
بدان کہ پیر اس صفات حق باشد	اگر پیر نہاید بصورت بشری
بیش تو چوکست بوصف چون دیا	بیش خلق مقیمست ہر دوش سفری

حضرت مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں

مثنوی طورست موسیٰ مولوی	موسیٰ بے لن ترانی مثنوی
مثنوی مولوی معنوی	ہست قرآن در زبان پہلوی
سچ پیر گیم ہر حال لیجا	ہست پیر گیم ہر حال لیجا

(بقیہ از صفحہ ۲۷۸) وغیر حق کیست و موجود دیگر یا ست تا انا الحق گوئید

چو کردی خویش تن را پنبہ کاری
تو ہم منصور و ارمن دم بر آری - ۱۲

انصفاً و اوصاف اللہ صفات بشریت سے دور ہو کر اس کی صفات سے متصف ہونا
اور یہ چار حجابات کے اٹھنے پر موقوف ہے۔ اول حجابات دنیا اور اسکی لذتیں۔ دوسرے دین اور اسکی
لذتیں۔ تیسرے حجاب آخری اور اسکی کرامتیں۔ چوتھے شعور جب فقر کی آگ نے یہ چاروں حجاب جلا دیے۔
پھر نور ہی نور باقی رہا اور یہی نور ہدایت ذات پیر ہے۔ انھیں حجاب کا اٹھنا۔ جمعیت نصیب ہونا فقر کے
مٹنا اور گویا فقر کا تمام ہونا ہے۔ یہی معنی ہیں اذاتکم الفقر فہو اللہ کے۔ فانی خود شو کہ تباہی بجا
چون بختی نشیند حق بجات + و ذقت اللہ وایا کہ - ۱۲

حضرت مولانا عبدالرحمن صوفی رحمہ اللہ کے ملفوظات انوار الرحمن للتنبیر
البحنان میں ہے۔ بعد استماع این اشعار حضرت مولانا ساجی فرمودند
من میگویم مصرع

ہست پیغمبر بین دار و کتاب

یہ از حضار محفل مقدس عرض کر دہ در اطلاق قرآن برثنوی معنوی جلے
تامل ست۔ فرمودند۔ بدہ وجوہ ثابت شدن می تواند کہ در دست رآن مجید و
ثنوی شریف بجز زبان عربی و پہلوی فرقی دیگر نیست۔ آگے وجوہ بیان
فرمائے ہیں۔ پہلی وجہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ بس مضامین ثنوی معنوی
از حق بقلب مولانا کہ پیغمبر وقت خود بودند۔ از قسم ثانی ست۔ نہ از قسم اول
دوسری جگہ ہے۔ میان محمد غوث ناقل اند کہ یک بار بخاطر مرزا صاحب موصوف
درزا کلن مرید خاص حضرت مولانا گذشت کہ ہلک و گیساحت کرن با
بزرگان ہر یک جالافات باید کرد۔ آن حضرت بنظر و شان مشرف گشتہ
فرمودند کہ در خیال افتادہ کہ پیغمبر وقت خود را گذاشتہ بجای دیگر میرود
بہ توحید خدا اگر کثرت و وحدت نہ شد فرقی

بچشم خویش تن اور خدا دیدم خدا دیدم
ارشاد شد کہ حضرت سلطان اشباح قدس سرہ با پیروان تا رتق داشتند
کہ رونے با خواص خلفائے خویش گفتند کہ ہر گاہ حق سبحانہ تعالیٰ نقلے خود

خواہد نمود اگر بصورت شیخ فرید شیخ شکر متجلی خواهد شد خواہم دید و الا نخواہم دید۔ لطائف
اشرفی من ہی۔ حضرت قدوة الکبریٰ می فرمودند۔ مرید را باید کہ مراد سے جو شیخ بنوہ

صاحب مصباح الہدایہ قدس سرہی فرمایند۔ کہ مرید مراد را برد و معنی اطلاق کنند یکے بمعنی مقتدی و
مقتدا۔ و دیگرے بمعنی محب و محبوب۔ امام ربیع بمعنی مقتدی آنست کہ بصیرتش بنور ہدایت بینا کرد و در نقصان خود
انگرو آتش طلب کمال در نہادش برافروزد و آرام نگیرد الا بوصول مراد۔ و مراد بمعنی مقتدا آنست کہ کثرت لایا
او در تصرف بہ مرتبہ تکمیل ناقصان رسیدہ باشد۔ ۱۲

بالمخصوص اولیٰ کہ وہ بحر اویس اویس کچھ اور شغل ہی نہ رکھیں۔ چونکہ اویسیوں کا ذکر ہوا ضرورت
معلوم ہوئی کہ اس فرسے کا تھوڑا بہت تذکرہ کریں۔ نفحات الانس میں حضرت مولانا جامی قدس سرہ فرماتے
ہیں۔ شیخ الطریقہ شیخ فرید الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ سرہ گفتہ اند کہ سے از اولیاء اللہ عزوجل باشند کہ ایشان
مشائخ طریقت و کہلے حقیقت اویسیان نامند و ایشان را در ظاہر ہر پیرے احتیاج بنوہ زیرا کہ ایشان
حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در حجر و عنایت خود پرورش میدہند بیواسطہ غیرے۔ چنانکہ اویس اداد
رضی اللہ عنہ و این عظیم مقامے بود و بس عالی تا کہ را اسرار ساندہ این دولت روے کہ نمایند ذلک
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ حَتَّى يَشَاءَ وَ هُمْ خَائِفُونَ بعضے از اولیاء اللہ کہ متابعان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بعضے از اولیاء ان راجب روحانیت تربیت کردہ اند بے آنکہ او را در ظاہر ہر پیرے باشند و این جماعت نیز
داخل اویسیانند۔ و سیایے از مشائخ طریقت را در اول سلوک توجہ باین مقام بودہ است چنانکہ شیخ
بزرگوار شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی را کہ از سلسلہ مشائخ حضرت ابوالعجاب نجم الدین الکبریٰ بایشان ہی پہنچ
بواز طبقہ شیخ ابوسعید ابوالخیر و شیخ ابوالحسن خرمقانی قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم۔ درابتدا ذکر این بودہ کہ علی الدائم
گفتی اویس اویس۔ مکتوبات حضرت سید اشرف جہانگیر عثمانی قدس سرہ میں ہی۔ در تقدیم محمد مشوق
ترک قبائستہ و حضرت خواجہ نظام الدین گنجوی (قدس سرہم) اویسی بود چنانکہ خود باین معنی اشارہ
می کنند۔ چو از ران خود خورد باید کہ باب چہ گردم بدیروزہ چون آفتاب چہ اگر بہ زخو گلنے دیدی۔
گل سرخ یازد و زو جیدی۔ ہر حلقہ اویسیان زمین و مقدمہ مجذوبان بسیار زمین مے بودہ است۔
در مشائخ زمین حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار و حضرت خواجہ حافظ کہ نسبت بہ پیر طائریہ کردہ اند
ہر کہرا خورشید چرخ اقتدار و داد و باز نگ قریب خویش جائے نہ نیست حاجت با وزیر میر ہم۔
گر عنایت میر و بر سر زپاے صاحب مفتاح الانوار قدس سرہی فرمایند۔ بعضے (بقیہ بر صفحہ ۲۸۲)

و مقصود حق سے جزو وجود شیخ چیز دیگر نے۔ حق تعالیٰ متجلی بصورت شیخ است
زیر اچہ یہدی من کیشاء و یضیل من کیشاء و وصف حق تعالیٰ است شیخ

و تبقیہ از صفحہ ۲۸۱ نفس قدسیہ اندک احتیاج ندارند کہ حضرت حق تعالیٰ امر شان مست ذلک فضل
اللہ فاما ابائین ہمہ بیکے از روح برر کے تعلق ہی بخشہ کہ بہ ترتیب روحی بحال ہی ساند ایشان را فیضیہ و ایسیہ
گویند لغات ہی ہر و ذلک امر مقرر عند اہل الکشف و الکمال منہم و لا نشک فی ذلک
عندہم حق کثیرا منہم حاصلہم الفیوض کلا و اہم و تسمیہ ہذا الطائفة اولیئہ فی کل صطلح
لہ فوار الفوائد میں ہے۔ بندہ عرضداشت کہ کو این شکستہ ازین بیج کہ یا من است حقے سخن شنیہ است
و ان در دل من کار کردہ است و ان سخن اینست کہ او گفتہ است کہ کج کسے رود کہ او را پیرناشد خواجہ ذکر الہیہ
چون این سخن بشنید چشم ز آب کو دین مصرعہ بر زبان مبارک اندسح آن رہہ بسوے کعبہ برد و این بسوے
دوست بہ بعد از ان فرمود کہ بعد از نقل شیخ الاسلام فرید الدین قدس السدرو الغیر منہم اشتیاق حق عظیم تھا
شدہ گفتہم بارے در اجدہن بروم زیارت شیخ۔ القصہ چون زیارت شیخ الاسلام رسیدم آن مقصود من حاصل
شد۔ لطایف حق حضرت قدوۃ الکبریٰ فرمودند ارتباط قلب بحضرت شیخ از اہم حیات است تا میری صادق
را ارتباط قلب بناشد میچ کارا ز پیش او نرود۔ بتخصیص در حالت ذکر بر میدلازم است کہ روحانیہ شیخ را
بر خود حاضر دارچہ روحانیہ شیخ غیر متخیست بہ کانے پس ہر گاہ کہ متخی نہ باشد روحانیہ شیخ برابر بود اورا
در جملہ اکمن و مواضع ہر جا کہ باشی خدا یا راست بہ بہرہ غمراے پے کا رست بہ مرید مفارق
نبود از روحانیہ شیخ اگرچہ مفارق بود شخصیت۔ و بعد متعلق ست بہ مرید۔ چون یاد کند شیخ را مرید بدل
نزدیک شود شیخ بدو۔ پس متعلق شود و بر دل شیخ پس فائدہ گیر و از شیخ۔ چون محتاج شود بر لے
حل واقعہ و قالع خود حاضر گرداند شیخ را بہ دل خود و سوال از شیخ جیسے کہ معاینہ کند آن را بلسان ظاہر
بلسان باطن الہام کند روحانیہ شیخ معنی واقعہ عقب ہر دل داناس من دار و نہانے کہ گوید
سر عرفان ترجانے کہسے را اگر کشادہ گوشن باطن بہ بود او بشنود از حق بیانے بہ و سر نشود این
مگر بود اسطہ ربط دل شیخ خود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن مرآۃ المؤمن چون مرید ارتباط دل
بر شیخ کند فیض کہ در آئینہ دل شیخ فالیض فیض و اثر آن در آئینہ دل مرید ظاہر باشد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما صبت اللہ شیئا فی صدی دل الا و قد صبتہ فی صدی رابی بکسے ازین دل تابان دل را ہا شد
کسے دانہ گزین آگاہ باشد چو تو در راہ دل نادر زوی گام چہ دانی حاصل منزل سر انجام ۱۳

و تبقیہ از صفحہ ۲۸۱ نفس قدسیہ اندک احتیاج ندارند کہ حضرت حق تعالیٰ امر شان مست ذلک فضل
اللہ فاما ابائین ہمہ بیکے از روح برر کے تعلق ہی بخشہ کہ بہ ترتیب روحی بحال ہی ساند ایشان را فیضیہ و ایسیہ
گویند لغات ہی ہر و ذلک امر مقرر عند اہل الکشف و الکمال منہم و لا نشک فی ذلک
عندہم حق کثیرا منہم حاصلہم الفیوض کلا و اہم و تسمیہ ہذا الطائفة اولیئہ فی کل صطلح
لہ فوار الفوائد میں ہے۔ بندہ عرضداشت کہ کو این شکستہ ازین بیج کہ یا من است حقے سخن شنیہ است
و ان در دل من کار کردہ است و ان سخن اینست کہ او گفتہ است کہ کج کسے رود کہ او را پیرناشد خواجہ ذکر الہیہ
چون این سخن بشنید چشم ز آب کو دین مصرعہ بر زبان مبارک اندسح آن رہہ بسوے کعبہ برد و این بسوے
دوست بہ بعد از ان فرمود کہ بعد از نقل شیخ الاسلام فرید الدین قدس السدرو الغیر منہم اشتیاق حق عظیم تھا
شدہ گفتہم بارے در اجدہن بروم زیارت شیخ۔ القصہ چون زیارت شیخ الاسلام رسیدم آن مقصود من حاصل
شد۔ لطایف حق حضرت قدوۃ الکبریٰ فرمودند ارتباط قلب بحضرت شیخ از اہم حیات است تا میری صادق
را ارتباط قلب بناشد میچ کارا ز پیش او نرود۔ بتخصیص در حالت ذکر بر میدلازم است کہ روحانیہ شیخ را
بر خود حاضر دارچہ روحانیہ شیخ غیر متخیست بہ کانے پس ہر گاہ کہ متخی نہ باشد روحانیہ شیخ برابر بود اورا
در جملہ اکمن و مواضع ہر جا کہ باشی خدا یا راست بہ بہرہ غمراے پے کا رست بہ مرید مفارق
نبود از روحانیہ شیخ اگرچہ مفارق بود شخصیت۔ و بعد متعلق ست بہ مرید۔ چون یاد کند شیخ را مرید بدل
نزدیک شود شیخ بدو۔ پس متعلق شود و بر دل شیخ پس فائدہ گیر و از شیخ۔ چون محتاج شود بر لے
حل واقعہ و قالع خود حاضر گرداند شیخ را بہ دل خود و سوال از شیخ جیسے کہ معاینہ کند آن را بلسان ظاہر
بلسان باطن الہام کند روحانیہ شیخ معنی واقعہ عقب ہر دل داناس من دار و نہانے کہ گوید
سر عرفان ترجانے کہسے را اگر کشادہ گوشن باطن بہ بود او بشنود از حق بیانے بہ و سر نشود این
مگر بود اسطہ ربط دل شیخ خود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن مرآۃ المؤمن چون مرید ارتباط دل
بر شیخ کند فیض کہ در آئینہ دل شیخ فالیض فیض و اثر آن در آئینہ دل مرید ظاہر باشد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما صبت اللہ شیئا فی صدی دل الا و قد صبتہ فی صدی رابی بکسے ازین دل تابان دل را ہا شد
کسے دانہ گزین آگاہ باشد چو تو در راہ دل نادر زوی گام چہ دانی حاصل منزل سر انجام ۱۳

در میان جزیب بیش نیست حضرت قدوة البری بارہا حضرت شیخ مظفر
بلخی را یاد می کردند و به عالی ہمتی و یرامی ستودند۔ وی فرمودند کہ صد ہزار
آفرین بدین مقولہ وی باد کہ گفتہ است۔ حق تعالی در جلوہ گاہ فردوس چین
بصورت شرف الدین جلوہ نہ کند ہرگز بدین مصراع

فردوس چہ کار آید گریار نباشد

تا کہ وجود شیخ را بہ نظر مقصود و معتقد نہ بود کار سے ازین بیش زود و کمال
اخلاص مرید نسبت شیخ آنست کہ جز سے ہمہ نقصان ست اگر این چنین
کنند نقص آن ست

۱۔ فوائد الفوائد میں ہے۔ فرمودند کہ من وقتے در سفر بودم روزے در منزلے دراز سے پنج دیدم اگرچہ سوار
بودم تشنگی اثر کرد و لب آب گیری رسیدم از اسب فرود آمدم خاتم نقیصے آب بر گیم و خود دم تشنگی آورد و صفرا
غالب شد و در آن حال کہ بخود می شدم ہمین بر زبان من آمد کہ شیخ شیخ بعد از آن ساعتے ہوش آمد الغرض بعد
انسان ہوا و تھے تمام شد بر عاقبت کا خود کہ در خانت ہم امید آن باشد کہ این کسی بر یاد ایشان برود انشاء اللہ تعالیٰ
۲۔ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہ کے ایک مرید کو محبت پیر کا غلبہ ہوا شیخ کے
انعلین مبارک کھٹوائے کو لے گیا تھا کہنے لگا خدا کی جوتی کا ٹھہ دو۔ رفتہ رفتہ قاضی صاحب کو معلوم
ا ہوا۔ مجا سہ برآمد ہوا۔ سامنے بلایا دریافت کیا وہی جواب پایا۔ ستون میں بند ہوا یا ڈرتے
لگوائے۔ جسم کی کھالی نکل گئی۔ جب تک ہوش رہا وہی رٹ رہی حضور چراغ دہلی قدس سرہ کو علم
ہوا۔ بذات خاص تشریف لے گئے۔ قاضی سے کہا کہ قاضی ہوئے محاسب ہوئے تفسیر حدیث فقہ سب
پر بھی مگر افسوس کہ قرآن کی آیت کے منہ بھی نہ سمجھے۔ ارشاد خداوندی ﷻ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي
الْأَرْضِ ط العبدی کا ہر کچھ آسمان زمین میں ہے۔ پھر جوتی کیا اس کی نہ ہوئی۔ قاضی صاحب راکت
ہوئے۔ حضور نے دست مبارک سے مرید کے ہاتھ پاؤں کھولے اور اپنے ہمراہ خاتقاہ خریفین میں لائے
کل جمع من ظریف ہو طریقہ اچھون سے سب باتیں اچھی ہی ہوتی ہیں۔ ۱۲

کسیکہ دربرہ اخلاص این چنین نرود	بہ کوئے وصل لارا رام نازنین نرود
توب فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتة جاهلیتہ	
صحبت شیخ بزکریہ است	ذکر با شیخ بزکریہ خداست
زاکلہ و نیست آن صفات خدا	وصف او نیست صفات خدا
حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب بزرگ	
حضرت شیخ ازین وادیہ وحشت خیربادیہ محنت انگیز بسر بردن ممکن نیست	
اکیست تین منزل حضرت فرما	راہ نماید بخدا جبر خدا ہے
حضرت موید الدین جنیدی قدس سرہ حضرت مولائے روم قدس سرہ کی	
بیج میں فرماتے ہیں	
لوکان فینا للالوہیۃ صورۃ	ہی انت لا الکی ولا استدد
ملفوظات حضرت مخدوم کچھوچھوی مین ہے۔ از بزرگے منقول است دعا بگاہ	
مقولہ عین القضاۃ سہدانی قدس سرہ کا ہے کہ می گوید چیزے کہ شما اور اخدای	
می خوانند ما اور امجدی خوانیم و چیزے را کہ شما اور امجدی خوانید ما اور	
خدا می خوانیم	
بادوست پیام در نہ گنجد	خود بود کہ خود پیمبری کرد
رحمۃ للعالمین شیخ ہے	
زان بیاورد او لیار ابرین	تا کن نشان رحمۃ للعالمین

وقس علی هذا

اے اولیائے حق را از حق جدا شمرده اگر ظن نیک داری برا ولیا چه باشد
حضرت شمس تبریز قدس سرہ کی روح میں حضرت مولانا کے روم قدس سرہ
فراتے ہیں

پیر من و مرید من در دمن دوائے من است بگفتہ این سخن شمس من خدائے من
اما این معنی در کار خانہ عقل نیست عقل ازین معنی مفلس مادر از دست
این از عالم عشق است اینجا نشان ازین معنی بایند العشق جنون الہی
کار دیوانگان دیگر است و کار عاقلان دیگر۔ اچھا مجبور سمجھ کر معذور رکھو اللہ بھی
مواخذہ نہ کرے گا

این جنین گر عاقبت کو بی خطاست لیکن از دیوانہ عاشق روست

بجھو بجھو بجھو

دست اسپاچہ ز دست پیر حق شدت آن دست است سخت گیر

ان الله لا يؤاخذ العشاق بما يصدونهم ۱۲
درود اے ساتی یکے دل گر ان خواجہ را از پیش سبقت ارباب ہین و ش بگزین ترک نش کن
ترک این دمن و تشویش کن ہمن اگر تلاش نہ کر دیوانہ ہست آن ساتی و آن بیانا نام ہ عاشق من بر فن
دیوانگی ہ سیرم از فریبگی و فرزانگی ہ من خواہم عشوہ دیش شود ہ از سودم چند ظہام آرمود ہ ہر چیز غیر شورش
و دیوانگی است ہ اندین رہ دوری و بنگانگی است ہ دست دیوانہ کہ دیوانہ شد ہ این عسں اودہ و خانہ بزند
ہست برپاے دلم از عشق بند ہ سود کے دار در این غلط و پند ہ عشق داموس ای برادر (بقیہ بر صفحہ ۲۸۶)

کے تین عقل جزئی میں نہ آئیں گی۔ یہ کوچہ عشق کی راہیں مجنونوں کو انوں

کی صدائیں ہیں۔

کعبہ خرازم یا پیر مصحف ست این باخدا | مصطلح شوق بسیارست من و این

دقیقہ از صفحہ ۲۸۵ راست نیست بہ برد زاموس اے عاشق با است بہ رخت خود را من زہرہ برد شتم
غیر حق را من عدم پنداشتم۔ ۱۲

۱۲ قال النبی صلعم لایکمل ایمان المرء حتی یقال اندہ مجنون۔ ۱۲
کعبہ عام صدوری ہے اور کعبہ خاص حقیقی۔ کعبہ عام ظاہر ہے اور کعبہ خاص باطن۔ کعبہ و قبلہ
مقام خدمت۔ روح و دل محل محبت و معرفت۔ کعبہ ظاہر ہر جہاز۔ کعبہ باطن پُر اسرار۔ آن مقام خلیل ست
و اینجاریب خلیل۔ بیا کعبہ چہ سری زنی خدا اینجاست۔ بطون مرورہ کجا میروی صفا اینجاست
اہلہا ان تعظیم مسجدی کنند۔ و صفا اے اہل دل جدی کنند۔ آن مجازست این حقیقت اے خزان
ست مسجد جز درون کاملان بہ مسجدی کان اندرون اولیاست۔ بہ سجدہ گاہ و جہاد است اینجاست۔ ۱۲

۱۳ جن صاحبوں کو یہ طرز گفتگو پسند نہیں۔ نہو۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہو و لا مناقشتہ فلا اصطلاح
صوفیہ میں متعدد فرق ہیں۔ کوئی وجودی ہے۔ کوئی شہودی۔ کوئی ظنی ہے۔ کوئی عینی۔ کوئی ہمدوست کا مستفاد
کوئی ہمدوست کا قائل۔ پھر بھی ایک دوسرے پر جرح و فحج کرنے کا حق نہیں رکھتے حضرت شیخ رحمی الدین
عربی قدس سرہ کے ماننے والوں میں دو فرق ہیں۔ ایک اُن کی ہر بات کو امتثال سے معتقد۔ دوسرے بعض
امانتا بعض سے انکاری ہے۔ وہ فرعون کے ایمان کو ایمان باس نہیں قرار دیتے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا
آنا جنت برزخیہ سے فراتے اور دوزخ کے عذاب عالمی کے ویسے معتقد نہیں امام اکبر قدس سرہ قاس
نار و انقطاع عذاب کفار کے معتقد ہیں، جیسا کہ عام اہل اسلام میں اتباع سواد عظمیٰ کی مقبول ہے یہاں
یہ مسائل صرف اختلافات کی بنا پر دکھائے گئے۔ اور یہ نشانہ ظاہر کیا گیا کہ ان مسائل کے پیرو یا خود اہل الحق
اپنے انہیں اعتقادات کی بنا پر یہی تحقیق صوفیہ کرام کے نزدیک ان مسائل میں نہ سی قابل اتباع سمجھتے
جاتے ہیں علما سے رہائی خواہ خود ان مسائل کو نہ مانیں مگر انہیں بھی مورد الزام نہیں سمجھتے۔ رہا اپنے
اپنے معتقدات کی پیروی کا واجب ہو جیسا کہ کہہ گیا اور جسکی تہذیب بھی کر دینگی یہ صرف اشاعرہ
و ماتریدی یا وجودی و شہودی کے لیے ہے کہ باوجود اختلافات بھی جسکی بالفاظ ہو نہ عنیاد (دقیقہ صفحہ ۲۸۵)

یا علاء الدین (روح اللہ) روح خذ بیدی ۵

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ	ان تغلباء القضا ضاق الفضل
انت مولیٰ القوم لا یشکھ	قد دوقی کلالکین لکم نینہ ۵
اے مرآتو مصطفیٰ من چون عمر	وا زبر اے خدمت بند مکر

ہاں اے قوم بشنویہ بشنویہ

دست اور احق چودست خویش خاند	پس ید اللہ فوق آید ایضہ براند
دست پیر از غائبان کو تاہ نیست	دست او جز قبضہ الہ نیست
ہر کہ خواند ہمنشنہ با خدا	گوشیند در حضور اولیا

(بقیہ از صفحہ ۲۸۶) مجازاً ہی نہ حقیقتاً اور جس کا نتیجہ واحد ہو مستحق اجر و ثواب ہیں۔ ایک کی پسند دوسرے کی ناپسند سے جج و قج لازم نہیں آتی۔ نہ یہ حق محال کہ ایک اپنے اعتقادات کو دوسرے سے خواہ مخواہ منوائے یا اس کو حق سمجھے (پھر بھی ان عقائد کے ماننے والے اور امام اکبر رحمہ اللہ کے معتقد سلف سے اس وقت تک بہ کثرت پائے جاتے قابل اتباع سمجھے جاتے ہیں۔ عقاید میں خفی علماء امام ابو المنصور ماتریدی رحمہ اللہ کے تابع ہیں اور وجہ اتباع یہ کہ امام موصوف میں واسطے سے امام عظیم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ اشاعرہ صفات فعلیہ السجل شاء کو حادث کہتے اور ماتریدی قدیم مانتے ہیں اور بھی بہت سے اختلافی مسائل ہیں۔ پھر کیا اشاعرہ زجر و توبخ کے مستحق ٹھہرے۔ یا ماتریدی قابل اتباع نہ ہے لہذا باللہ منشا یہ کہ اپنے اپنے معتقدات کی پیروی سب پر واجب ہے۔ آپ نہیں مانتے نہ مانے۔ دوسرے کے نہ ماننے کی کیا وجہ۔ اسمین ماتریدی ہوں یا اشاعرہ۔ وجودی ہوں یا شہودی۔ کسی کی پسند ناپسند نہ حجت شرعی ہے نہ عقلی فیصلہ۔ الضمان یہ ہے۔ انظر الی ما قال ولا تظن الی من قال اور صاف تو یہ ہے کہ کسی کے بندہ بیدار نہ ہونے کے کچھ نہ کہتے۔ یہاں تو یہ جانتے سمجھتے ہیں ۵

غلام حضرت عشق مکرّم ہائے من ست	ہر آنکہ بندہ بخواند مرا خداے من ست - ۱۲
--------------------------------	---

چون شوی دور از حضور اولیا	و حقیقت گشته دور از خدا
تا توانی ز اولیا رو بر متاب	جد کن و انس علم بالصواب

دور دور از خانقاه و در

الوداع - الوداع هَذَا فِرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنِكَ

در دین شمول نکشاید مارا	این علم شما کار نیاید مارا
ایمان حقیقی چو باروی نمود	ایمان شما کفر نماید مارا

بیزارم از آن کمنه خدای که تو داری
هر لحظه ترا تازه خدای دگر است

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى

بک گیا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

حضرت مخدوم سید اشرف ہمنانی قدس سرہ اسکی تصریح اس طرح فرماتے ہیں۔ اشارت بہ زبان
حشویہ و عابدان شرعیہ کا اصلاً از شراب بزم توحید و قطعاً از کباب زندان تفریح و بزم و کلمہ بخورده اند و در حقیقت
وے همان اقرار باللسان و تصدیق بالقلب حرفے ممکن شدہ و از زلال تجلیات الہی و نوال واردات
تاقتناہی کہ دمیدم این طایفہ را از دریائے وَهُوَ مَعَكُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ طوا از خضرے فَانْتُمَا كَوْنُوا فِتْم
وَجَّهَ اللہ ط سیراب می گردد نشده۔ چون بہ شراب وصول عرفان و بہ آب حصول وجدان سرخوش
نشده ہر آنمید در خار شرک غفی مانده۔ و از نشاء و حدت اثرے پیدا نہ کردہ

کسے کو ماند و صحرای طامات	چہ داند ذوقیستان خرابات
---------------------------	-------------------------

نعوذ باللہ منہا ضرور شدہ مست شراب توحید را کہ بر آنکس این نوع سخنان طعنہ آمیز و عیبہ انگیز
گوید کہ بسان مجرمان دولت شہود و مجرمان شوکت وجود از سرزنش اصحاب وصول و تحریص لہ باب
احصول بحریم عرفان و حلیقہ وجدان رسیدہ اند وَمَا عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ - ۱۲

اللهم اجعل لی نوراً فی قلبی ونوراً فی قبری ونوراً فی سمعی ونوراً
 فی بصری ونوراً فی شعری ونوراً فی بشری ونوراً فی لحمی ونوراً
 فی دمی ونوراً فی فنی ونوراً فی عظامی ونوراً فی بین یدی ونوراً
 من خلفی ونوراً عن یمینی ونوراً عن شمالی ونوراً من فوقی
 ونوراً من تحتی وسلم حقاً هو۔

انا لله شحات الله

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد ان الیہ راجعون



اُن کتابوں کے نام جن کا نور عشق میں حوالہ دیا گیا۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	لواح	حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ۔
۲	جواہر غیبی	ملفوظات مولانا مظفر علی شاہ قدس سرہ۔
۳	فصوص الخصوص فی شرح الفصوص	حضرت شیخ رکن الدین شیرازی قدس سرہ۔
۴	آئینہ حقائق ناشرح جام جهان نما	حضرت شیخ ابراہیم شطاری قدس سرہ۔
۵	مکتوبات جوابی	حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بہاری المنیری قدس سرہ۔
۶	بحر الحقائق	حضرت مولانا شاہ حسام الحق انکپوری قدس سرہ۔
۷	انیس العاشقین	شیخ محمود جستری قدس سرہ
۸	گلشن از	حالات حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتی قدس سرہ۔
۹	تذکرہ غوثیہ	حالات حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتی قدس سرہ۔
۱۰	نفحات الانس	حضرت مولانا جامی قدس سرہ۔

بشمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱	رسالہ سپہ سالار	حالات حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ۔
۱۲	بیسرنامہ	حضرت مولانا فرید الدین عطار نیشاپوری قدس سرہ۔
۱۳	کلام قدسی	حضرت غوث الاعظم پیر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تعالیٰ سرہ الغرینہ۔
۱۴	جام جهان نما	حضرت قدوۃ المتحققین نجم الملک والدین محمد عزالدین المغربی قدس سرہ۔
۱۵	محبوب المناکین	
۱۶	رشد نامہ	حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ۔
۱۷	فصوص الحکم	حضرت امام اکبر شیخ محی الدین علی عربی قدس سرہ۔
۱۸	کشکول	حضرت شاہ کلیم الدجوان آبادی قدس سرہ۔
۱۹	انوار الرحمن	حالات حضرت مولانا عبدالرحمن صوفی لکھنوی قدس سرہ۔
۲۰	رسالہ نوریت	حضرت غوث الاعظم پیر سید میران شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ۔
۲۱	فتوحات مکیہ	حضرت شیخ اکبر قدس سرہ۔
۲۲	ارشاد الطالبین	حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ۔
۲۳	خلاصۃ التصانیف	حضرت امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ۔
۲۴	شرح گلشن اراز	قدوۃ المتحققین حضرت شیخ محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی قدس سرہ۔
۲۵	تحفۃ المرسلین النبی صلی علیہ وسلم	حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۶	مصابد العباد	حضرت شیخ نجم الدین رازی قدس سره-
۲۷	کمال کشفی	حضرت مولانا شاه سلامت الدیجدت قدس سره-
۲۸	شرح متنوی معنوی	حضرت مولانا بحر العلوم عبد العلی لکهنوی قدس سره-
۲۹	لطائف اشرفی	حالات حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سره
۳۰	اخبار الاخیار	حضرت مولانا شاه عبدالحق محدث دہلوی قدس سره-
۳۱	مکتوبات	حضرت مخدوم کچھوچھوی قدس سره-
۳۲	مفتاح الانوار	
۳۳	لمعات	حضرت مولانا عراقی قدس سره-
۳۴	رسالہ مکبہ	حضرت قطب الدین دمشقی قدس سره-
۳۵	عین المعانی	
۳۶	مصابح الہدایہ	حضرت شیخ محمود کاشی قدس سره-
۳۷	متنوی معنوی	حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سره-
۳۸	تذکرۃ الاولیا	حضرت مولانا فرید الدین عطار قدس سره-
۳۹	مونس فقرا	
۴۰	مبح البحرین	حضرت مولانا شاه عبدالحق محدث دہلوی قدس سره-
۴۱	اسرار الاولیا	حضرت بدرالحق قدس سره-

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۴	فوائد الفوائد	حضرت حسن علائقہ بنوری المعروف بحسن بلوی قدس سرہ۔

اقوال

حضرت شاہ رکن الدین ابن حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی۔ سید الطائفہ حضرت
خواجہ جنید بغدادی۔ حضرت شیخ ابوسعید فراز۔ حضرت شیخ محب اللہ۔ حضرت
عین القضاۃ ہمدانی۔ حضرت خواجہ حسین منصور حلاج۔ پیر ہرات۔ پیر پیر ہرات۔
شایح کلام قدسی۔ مولانا شاہ امجد علی۔ حضرت مولانا علی۔ حضرت بایزید بسطامی۔
حضرت شبلی۔ حضرت شیخ سعد الدین حموی۔ حضرت مؤید الدین چندی۔ حضرت شیخ
نصیر الدین محمود چراغ دہلی۔ حضرت مسعود دیوانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین۔
علاوہ ان کے اور اقوال ہیں۔



تمام شد



ان من الشعر حکمتہ وان من البیان لسطر
مولفہ حضرت لانا شیدہ محمد زکریا صاحبہ حبیبۃ اللہ ایںانی فتحپوری
مسابہ

العرفان

نظم
حسبک شاہ حضرت مصطفیٰ باہتمام عاجز کینام ازل نام خاکسار حکیم برہم
در مطبع حکیم برہم واقع گورکھ پور کیرا

3
4

41

نقشہ تصحیح اغلاط کتاب العرفان حصہ نظم									
صحیح	غلط	۱	۲	صحیح	غلط	۱	۲	صحیح	غلط
زندان کو کین	زندان کین	۱۰	۳۰	درد دل	درد دل	۱۸	۷	زبان کو کرمک	کرامتک
الرحمی	الرحمی	۱۳	"	کرد بیجی	کرد بیجی	۱	۱۱		
گندی	گندی	۱۴	"	حملہ	حملہ	۶	"		
شور محبت	شور محبت			رنگ بیزنگی	رنگ بیزنگی				
آردحام	آردحام	۱۰	۴۷	مع	مع				
بھاتے	بھاتی	۶	۵۰	عشق اللہ	عشق اللہ				
ہو بے کیف	ہو بے کیف	۱۳	۵۱	سایہ نمان	سایہ کہان	۴	۱۵		
رنگ بیزنگ	رنگ بیزنگ	۱۱	۵۳	سایہ	سایہ	۶ (نوط)	"		
الفراق	الفراق			زخود	زخود	۱۴ (۷)	۲۳		
آزردہ جان	آزردہ جان	۱۶	۵۸	تابہ کے	تابہ کے	۳	۲۵		

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۷	۱۸ (نوٹ) کرومٹ	درد دل اکرومٹ	۳۰	۱۰	زندون کین
۱۱	۱ کروبیجے	کردتجے	"	۱۳	ارجی
"	۶ حملہ	جملہ	"	۱۴	گندی
	رنگ بیرنگی				شور محبت
	مع		۴۷	۱۰	آردحام
	عشق اللہ		۵۰	۶	بھاتی
۱۵	۴ سایہ کہان	سایہ نمان	۵۱	۱۳	ہوبے کیف
"	۶ (نوٹ) سایہ	سایہ	۵۳	۱۱	رنگ بیرنگ
۲۳	۱۷ (۱۱) رخود	زخود			الفراق
۲۵	۳ مابہ کے	تابہ کے	۵۸	۱۶	آزرد و جان
					آزردہ جان





يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
 اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد سابق نوره وآخر
 ظهوره رحمة للعالمين وجودة امان من الله يا سيد الكريمة انصروني بالحق
 برحمتك يا ارحم الراحمين هـ

یا نبی اللہ اسمع قالنا خذي یدی حمل لنا اشکالنا	یا رسول اللہ انظر حالنا اشفی فی بحر غم صفرق
مجھ گدے بنو کے حال پر سوز ہجران نے کیا پیدا جنون	یا رسول اللہ ترسم کی نظر دل کی اُبھن بڑھ گئی حد سے فزون

جسم میں جان حزمین ہی بقرار۔	ہو سڑاؤ فی اور رحیمی آشکار
شان مجبونی کا جلوہ ہو عیان	تا کہ مٹجائے یہ شور این و آن
آپ کا میں ہوں تو مجھ کو غم ہی کیا	آپ میرے ہیں جو میں ہوں آپ کا
کیون نہ اس نسبت پہ مجھ کو ناتر ہو	بیخودی کا کیون نہ ہر انداز ہو
کیون نہ اس نسبت سے بڑھ جائے نیا	کیون نہ اس نسبت سے ہو سوز و گلزار
کیون نہ اس نسبت سے پیدا ہو	کیون نہ ہر دم دل سے آہ سرد ہو
کیون نہ عشق و عاشقی سے کام ہو	کیون نہ بذامی میں اپنا نام ہو
سے پرستی کیون نہ ہو اپنا شعار	کیون نہ آنکھوں میں جگمگ دین بادہ خمار
کیون ذوق و شوق و بیانی بڑھے	کیون نہ سوز و درد و بیخوابی بڑھے
کب سے اسے تب روحانی میں یاد	یاد آیا کون بھولے کس کی یاد
اس سے مٹ جائیں صفاتی نسبتیں	دور سب ہو جائیں جسمی آفتیں
اس قوی نسبت سے جب نسبت ہوئی	وصل روحانی ہو اقربت ہوئی
قرب روحی میں کہاں تفریق ہو	روح کو کیون جسم کی سی ضیق ہو
روح میں کب ہو تغیر کا نشان	غیر محسوس ہو محسوس کہاں

۱۱ قال اللہ تبارک و تعالیٰ مَا تَعْنِيكُمْ حَوْرِي عَلَىٰ عَتِيكُمْ

بِالْمُؤْسِنِينَ رَوَّعْتُكَ اللَّهُ حَيْمٌ ۱۲

۱۳ روح میں تغیر و تبدل کو دخل نہیں۔ جسم محسوس روح غیر محسوس ہے ۱۲

<p>روح اک جلتی حقیقت کا ہر نام اس کو نوعی ماہیت کہنا غلط بوعلی سینا کو خود ہی ضیق ہو بوعلی سینا ہین یا نزار و علیل روح میں کیا قیل و قال مدرسہ شان ہو جس کی وَمَا لَا بُصْرُونَ سمجھے ہین روحانیان سرار روح سرور جی کا ہر عارف راز دان جسم عارف رکھتا ہر روحی خواص جسم و جان میں جب نہیں جائے نقاب راز دان پھر کون کس کا راز ہو ماؤ تو کا پھر کہاں رہ جائے نام فانی و باقی کا پھر ہو ذکر کیا</p>	<p>امریبی سے اسی کا احترام خود غلط الما غلط انشا غلط خود ارسطو کی غلط تحقیق ہو اور ارسطو کی بحث ہو قال وقیل عقل جزئی کا ہر یہ سب و سوسہ ہو وہاں کیا حس ظاہر نہ ہون جانین کیا جسمانیان اطوار روح جسم خاکی جس کا ہوتا تہ جان غیرت میں عینیت اختصاص پھر کہاں پردہ سے کیسا حجاب راز داری کس کی کس سے ساز ہو واحد و اشنین سے ہو کس کو کام جسم و جان کا پھر کہاں ہو ماجرا</p>
--	---

۱۲ روح حقیقت جنسیہ ہر بوعلی سینا و ارسطو کی تحقیق کے موافق ماہیت نوعیہ ۱۲

۱۳ قال الله تبارك وتعالى في القرآن المحيد والفرقان المحيد كَيْسَتْ كَوْنُكَ
عَنِ الرُّوحِ وَقِيلَ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي - وَمَا أَوْثَقْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝

۱۴ قرآن مجید میں ہر قَلِيلًا قَسِيمٌ بِمَا بُصِّرُونَ ۝ وَمَا لَا بُصْرُونَ ۝ ۱۲ ۵

۱۵ اولیاء السرفراتے ہین ارواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا ۱۲

نیست گشتم من ز ہستیہائے تو
 اپنی ہستی کا اگر ہو کچھ خیال
 جسم و جان کی ایک سی حالت ہو
 روح میں کب جسم کی سی حالتیں
 بے اشارت یا اشارت ہونہ ایک
 روح میں کیا لوٹ جسمانی کا نام
 صرف تدبیرات کا جاری ہو دور
 منحصر اس دور پر جسمی نظام
 جانے والی چیز رہتی ہو کہیں
 جانے والی چیز میں ہم زوال
 جانے والی چیز کا پھر غم عبث
 ہو کہان اشیاء سے فانی کو قیام
 فانی و باقی سے نسبت ہو کہیں
 ہن غرضمند از جسمی رابطے
 دم کی دم میں چھوٹ جائیں دم کے ساتھ
 روح بنفسہ جو ہر قائم ہو نہ جسم سے متصل نہ منفصل - تصرفات و تدبیرات کا دور جاری ہو

جسم اشارات روح غیر اشارات ہو - ۱۲

<p> چھوٹنے والوں سے پھر کو بچ تپاک کیون نہور وحی تعلق کا خیال یا رسول اللہ قربانت شوم کردہ احسان و لطف بشمار مین کہان اور نسبت وحی کہان صابری جلوہ دکھایا آپ نے اپنے پیارے کا پیارا کر دیا جب کبھی دنیاے دُون نے دکھوئے جب کبھی شکل مین پایا آپ نے کشمکش مین اب پڑا ہوں یا نبی فوج غم کی ہر چڑھائی ایک طرف آسمان کی شعبہ بازی الگ فکر مستقبل سے ماضی مین خلل انقلاب و ہر سے ہر غیر حال ضیق سے فرصت نہیں ہر اک نفس یا نبی اللہ الطاف و کرم یا رسول اللہ یا شاہ حجاز </p>	<p> ہو شغف بیکار۔ بیجا انہماک ٹوٹنا اور چھوٹنا جس مین محال بندہ الطاف و احسانت شوم لطف بیرون ست از حد شمار آپ ہی کا ہر یہ لطف بیکران بندہ صابر بنایا آپ نے آپ نے کیا کیا نہ بے مانگے دیا آئی رحمت دستگیری کے لیے لے مرے آقا چھڑایا آپ نے اور بے چینی سے ہر حالت ردی درد و دکھ کی ہر دوہائی ایک طرف اور زمین کی فتنہ پردازی الگ سوچ سے خالی نہیں ہر ایک پل بڑھتا ہی جاتا ہر یہ حزن ملام رحم کی جا ہر مرے فریاد رس دور ہو جائے یہ سب رنج و الم مین ہوں عاجز آپ ہین عاجز نواز </p>
---	---

میرے مولا آسرا ہو آپ کا	میرے آقا یہ کدرا ہو آپ کا
درد و غم کی داستان کس سے کہوں	میں ہوں ارونہ تو ان کس سے کہوں
بیکسون کے بلجاؤ ماواہین آپ	عاجزون کے حامی و مولاہین آپ
بیکسان را بلجاؤ ماوا توئی	عاجزان را حامی و مولا توئی
آپ ہیں لے پیشوا مسکین نواز	بیدلون کے درد مند اور چارہ ساز
میں فقیر بنو ادا تاہین آپ	بندہ خا طمی ہوں میں آقاہین آپ
آپ رتبہ ہیں آپ ہیں الی مرے	آپ مالک۔ آپ ہیں ہادی مرے
عبد مذنب میں ہوں اور شافع ہیں آپ	میں ہوں حاجتمند اور رافع ہیں آپ
میں ہوں محتاج۔ آپ ہیں حاجت	میں ہوں سائل آپ ہیں مشکلا
میں ہوں مجبور آپ ہیں مختار کار	خود انا القاسم سے ہر یہ آشکار

۱۔ رب پالنے والے کو کہتے ہیں ربوبیت سے مستحق معبودیت ہی م اولیائے عظیم ہیں۔ سورہ یوسف میں یہ لفظ غیر خدا پر کئی جگہ آیا ہے۔ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَوْلَايَ لِيُصَاحِبَنِي إِنَّهُ يَكُونُ مَعِيَ وَلَا يَخْذُنِي ۚ

۲۔ حضور ہی محسن و مہم عالم ہیں۔ حضور کے احسانات عام ہیں خواہ دینیہ یا دنیویہ۔ دینی احسان ظاہر ہو کر سب کو

حضور پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔ دنیویہ صاف صاف اس سے زیادہ ظاہر و متن۔ قرآن مجید میں ہی آغناہم اللہ و رسولہ صحت قصیدہ انھیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ اسنادات حقیقت و تجر و عطا انبیا میں قرآن میں حقیقت و انبیا اور عطا انبیا و حدیث میں ہے۔ فلیناد اغیتونی یا عبد اللہ یہ کارنے والا اس طرح

پہلے لے اللہ کے بند و میری مدد کرو۔ پھر انکا چکار نکلیا۔ جسکی شان اقدس ہے۔ ولقد خلقت الدنیا و اہلہا لا عظم کو متک و منزلتک عندی لو لا اے ما خلقت الدنیا۔ بہر خویش آن پاک جان آفریدہ ہر خلق جہان را

آفریدہ از عشق اجزا و قصود نیست + پاکد لمن تر از وجود نیست + اللہ صل علی محمد و آلہ بعد حسن و جمالہ ۱۲

۳۔ امانا قاسم واللہ المعطے حدیث ہے۔ ۱۲

آپ سلطان السلاطین - میں فقیر
 راہبر ہیں آپ - میں گم کردہ راہ
 آپ کی جانب ہر چشم انتظار
 لطف ہو یا رحمت للعالمین
 ایک سو ہو جاؤں ایسا کیجیے
 اس دوسلے میں ہوا جینا و بال
 اس خیال خام کو دیجئے مٹا
 ہو شرف حاصل حضوری کا - مجھے
 مجھ پہ وہ الطاف پہنانی ہے
 اپنا دیوانہ بنا کیجئے مجھے
 یاد رسول اللہ اپنا کیجئے
 بھول جاؤں سب کو بھول جائے نیا
 ماؤ تو سے ہو کنارہ یا رسول
 مست و بیخود و الہ و شیدا رہوں
 دور ہو غیریت و ہستی تمام
 کچھ نہو نام و نشان سے واسطہ

تا تو ان میں آپ میرے دستگیر
 منزل مقصود سے ہوں دور آہ
 ہوں نگاہ لطف کا امیدوار
 رحم فرمایا انیس عاشقین
 میرے آقا یہ مری سن لیجیے
 رہ نہ جاؤں ہند میں ہر یہ خیال
 روئے اقدس کی دکھانا بے ضیا
 اور نہ کچھ کھٹکا ہو دوری کا مجھے
 بعد میں بھی قرب روحانی رہے
 سب سے بیگانہ اٹھا لیجئے مجھے
 سارے عالم سے نرالا کیجئے
 رنج و غم عیش و طرب فریاد و داد
 بھول کی بھی یاد جائے دل سے بھول
 ہونہ رہنے کی خبر ایسا رہوں
 بے خودی میں بھول جاؤں اپنا نام
 ہو اضافت دور ٹوٹے مضابطہ

<p> آپ ہی اپنی کہیں اپنی سنیں دور ہو جائیں اگر جسمی صفات رہ نہ جائے ہستی وہی کا نام صرف ہستی سے ہی یہ نفع و غم صرف ہستی سے ہی یہ سارے ہجوم اپنی ہستی اپنے حق میں قید و بند اپنی ہستی خانہ بربادی کا نام اپنی ہستی درد و دکھ کی خود دلیل اپنی ہستی سے ہی یہ حزن و سرور خود یہ ہستی جاہ و ثروت ہو گئی ہو کہیں افلاس میں اسکا گزر تغزیت کی مجلسوں میں بھی ہجوم ورنہ کیسی رات دن کیا صبح و شام اپنی ہستی سے ہی یہ سود و زیان شکل گل ہو گا گاہے شکل خار اپنی ہستی مٹ گئی پھر کیا وبال کیا ہو پھر محسوس کیا جوش ہو </p>	<p> نسبتیں یہ عارضی جاتی رہیں کہنے سنے سے بھی بچائے نجات فانی و باقی کا قصہ ہو تمام صرف ہستی سے ہی یہ شب و روز صرف ہستی سے ہی فوج غم کی طوم اپنی ہستی اپنے حق میں شہد و قند اپنی ہستی سے ہی آزادی تمام اپنی ہستی عیش و عشرت کی کفیل اپنی ہستی سے ہی یہ کبر و غرور خود یہ ہستی تاج و تخت ہو گئی ہو امارت میں کہیں یہ جلوہ گر تہنیت کی محفلوں میں اسکی دھوم انقلاب دہر ہی ہستی کا نام اپنی ہستی سے ہی یہ شور و فغان اپنی ہستی سے ہی یہ لیل و نہار اپنی ہستی سے ہی یہ رنج و ملال جب نہ ہستی تو کس کا ہوش ہو </p>
---	---

پھر کہاں نہج و اعیش و طرب
پھر کہاں آزر و گی فرخندگی
پھر کہاں یہ درد و دکھ کی داستان
تہنیت کی پھر کہاں یہ دھوم دھما
مرنے جینے کا کہاں پھر ذکر ہو
کون اپنا کون بیگا نہ رہے
دلبری کی ہو حکایت پھر کہاں
کیوں ہوا یزید خیالی سے عذاب
ہستی و مہوم خود ہر بے ثبات
امر مفروضہ میں پھر کیوں ہو یقین
اپنی ہستی خود فنا کی ہو دلیل
فانی و مہوم کا کیا اعتبار
نہستی کیسے نہ ہستی جانے
اپنی ہستی کا مٹانا جاننا
جاننا پچا تنا عرفان ہو
ہونگا لطف مجھ پر یار رسول

۱۵ راے العلیل علیہ ۱۲

پھر کہاں آہ و بکا شور و شغب
پھر کہاں یخ بستگی افسردگی
پھر کہاں یہ عیش عشرت کا بیان
تغزیت کا پھر کہاں ہوا اثر و حام
اپنے بیگانے کی کس کو فکر ہو
کون جان دے کون جانا نہ رہے
دلربائی کی شکایت پھر کہاں
امروہی سے عبث ہو بیچ تاب
وہم سے خالی کہاں ہوا سکی بات
کب ہو وطنیات دل میں جاگزین
پھر وہ کیا دے رہے جو ہو غور و علیل
حارِ رضی و عرض کو کب ہو ترار
اور ہستی نیستی پہ چا نیے
بھول جانا آپ کا پچا نہنا
خود نہ رہ جانا یہ ارفع شان ہو
آپ اپنے سے ہونیں تنگ و سملول

آپ وگل سے دور کر دیجئے مجھے	جلوہ فرمائی ہو اے آقا مرے
آپ کا جلوہ ہو رہ جاؤں نہ میں	اپنے کو ڈھونڈوں مگر پاؤں نہ میں
آگم مری ہستی ہو رہ جائیں حضور	نور نور و نور نور و نور نور
نور میں ظلمت کا رہ جائے نہ نام	صبح کو باقی ہے کیا شب سے کام
صادق آئے معنوی کا یہ کلام	اور اسی پر درد دل کا اختتام

حلمہ معشوق ست و عاشق پردہ	
زندہ معشوق ست و عاشق مردہ	
انا للہ ثم انا للہ	
صورت از بے صورتی آمد بردن	
باز شد انا الیہ راجعون	



اللہ ہو

قال اللہ تعالیٰ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

لیعبدون ای لیعربون ومن عرف نفسه فقد عرف ربه
 ہم بصورت عالم صغری توئی ہم بمعنی عالم کبری توئی
 انچه مطلوب جهان شد در جهان ہم توئی و باز جواز خود نشان



اے برادر غیر حق خود نیست کس اہل معنی را ہمین یک حرف بس

اگر بصورت می نائی غیر دوست چون نظر کردی بمعنی جلا دوست ۱۲۰

<p> شکر تیرا ہو بھلا کس سے ادا اور چین میں گل کھلانا تیرا کام غل ہو تیرا ہر طرف آفاق میں لے خدا بندہ نوازی ہو تری تھا اسی کا در و صبح و مسا تھا یہی راہ و فاقین جیلہ ساز آنکسار و عاجزی سے دور تر کیا دل آزاری نہ تھا اسکا شمار کیا نہ تھا اسکو غم نفع و ضرر کیا نہ ماؤمن کا تھا اس سے ظہور کیا نہ خوئے سربلندی اسمین تھی کیا نہ تھا یہ شعلہ خواتش مزاج کب نہ تھی مکرو و عن کی جستجو کب سنی کس کی کہان قائل ہوا اسم فرضی بن گیا مہول تھا نام انسان کام حیوانی تمام اور ادھر اخلاط میں بھی احتلال </p>	<p> مر جبالے عشق کیا کہنا تیرا آخر میں ہستی جلانا تیرا کام آگ تیری ہو دل عاشاق میں ناز میں بھی بے نیازی ہو تری تھا وبال جان یہ جسم بے وفا ہستی موہوم پر تھا اسکو ناز خاک کا تھا ڈھیر لیکن پُر شرار کیا نہ تھا عجب وریا کا یہ شکار کیا نہ تھا اس سے جہان میں روشن کیا نہ تھا بخل و حسد کذب و غرور کیا نہ بوئے خود پسندی اسمین تھی کیا نہ نخوت کا تھا اسکے سر پہ تلج کب نہ تھی اسمین انانیت کی بو کب نہ غمازی پہ یہ مائل ہوا اپنی معقولی میں نامعقول تھا تھا یہ اسم بے مسمیٰ بہر نام تھے عناصر کے سب کے اعتدال </p>
---	---

دور سب بیماری و کلفت ہوئی	جب تری لے عشق اک ہمت ہوئی
لے طبیب جملہ علتہاے ما	شاو باش لے عشق خوش سوداے ما
لے تو افلاطون و جالینوس ما	لے دو لے نخوت و ناموس ما
پردہ پوشی پردہ داری کے سوا	اک تعین اعتباری کے سوا
ہاں متاع دُنیوی کی جان تھا	کچھ عزیز جان نہ یہ نادان تھا
تھا خودی و خود نمائی کا نقاب	جان جاتان کے لیے خود تھا حجاب
جسم کی خانہ حسرتی ہو گئی	تو جو آیا بے حجابی ہو گئی
پھر کہاں باقی رہا یہ خشک و تر	تو نے جس دل کو بنایا اپنا گھر
اور حرص و عیب کلی پاک شد	ہر کرا جا مہ ز عشقے چاک شد
ہیں حواس ظاہری کے کل سب	عقل جزئی کی خرابی ہر یہ سب
حسن عجبے نردبانِ آسمان	حسنِ دنیا نردبانِ اینِ جہان
صحتِ آنِ جنس بچویند از حبیب	صحتِ اینِ جنس بچویند از طبیب
صحتِ آنِ جنس ز تخریبِ بدن	صحتِ اینِ جنس ز معموریِ تن
بعد ویرانی شس آبادان کند	شاہِ جانِ مرجم را ویران کند
بذل کردہ خانِ مانِ ملکِ مال	لے خنک جانے کہ بہر عشق و حال
بیخود و حیرانِ مستِ والہ اند	کا ملانِ کز سر تحقیق آگہ اند
رخصت لے ہوش و خرد و فرا نگلی	تو ہی لایا بے خودی دیوانگی

تیرا آنا سب کا جانا ہو گیا	تیری غیریت دوئی سے دور ہے
ازہمہ اوہام و تصویرات دور	نورِ مین تارِ کعبہ شبِ بھر کمان
تو ہی خالق ہے تو ہی مخلوق ہے	جس طرف کو دیکھیے آنکھیں اٹھا
مہرِ مین درے مین تابندہ ہے تو	بجملہ معشوق ست و عاشق پردہ
در و دل بنتا ہے تو عشاق مین	آرزو ہو کر اور اُن کی جستجو
رشتہ ات در گردن شان ہست چست	ہر کبھی تو ذوق و شوق عاشقان
آہ و نالے کا بھی ہے ہمارا تو	ہر کسی جا تو دل سوزان کا دل غ
ہر کہین سوزِ دل بیچارگان	

سب کا کھونا تیرا پاتا ہو گیا
تیری یکتائی سراپا نور ہے
نور نور و نور نور و نور نور
آفتاب آیا ہوا سایہ کمان
تو ہی عاشق ہے تو ہی معشوق ہے
کچھ نظر آتا نہیں تیرے سوا
سب ہن مرنے اور فقط زندہ ہے تو
زندہ معشوق ست و عاشق مردہ
کرتا ہے رسوا آنکھیں آفاق مین
کو بکوان کو لیے پھرتا ہے تو
می بری ہر جا کہ خاطر خواہشت
اور کہین دلمین تڑپ لب پر فغان
گریہ و زاری کا بھی و مساز تو
اور کہین گورِ غریبان کا چراغ
اور کہین تسکینِ بخش بیدلان

۱۲ خورشید ز سایہ کر در ہیز کہ گفتہ چمن آدم تو بر خیز

۱۳ غینا یہ بچشمِ حمدمست کہ عالم آئینہ دار جلوہ دوست

ناز معشوقی میں جلوہ ہو ترا
 ہو کسی قد میں ترا فتنہ نہان
 ہو کہیں آنکھوں میں تو شرم و حیا
 ولستانی کا کہیں انداز ہو
 ہو کہیں رند خراباتی کی چال
 ہو کہیں ساغر بدست و مست تو
 ہو کہیں شور عنادل خوشتری
 تجھ سے ہو طوق گلوے قمریان
 تو ہی ہو خود لیلی محفل نشین
 تو ہی ہو فرہاد کا شور و بکا
 ہو کہیں یوسف کی رعنائی میں تو
 ہو کہیں توشیح صنعان کا خیال
 تو ازین بسیار کردی و کنی
 و امق و عذرا میں تھا تو جلوہ گر
 تو ہی خود محمود تھا اور خود ایاز
 نار و دمی میں تھا شعلہ ترا
 تو ہی تو ہو جان جان جو ش خلیل

غلامی رخِ سُرخ لب تو ہوا
 ہو کسی گیسو میں تو جویاے جان
 اور کہیں رخسار میں تاب و ضیا
 دلربا یا نہ کسی جاننا ز ہو
 اور کسی جا مثل سبز و پایال
 اور کہیں موحا نے کی ہو آبرو
 اور کہیں خوشبوے گل ہو پوری
 تجھ سے ہو ذوق چکاوک بیکمان
 تو ہی ہو خود قلیس منہوم و حزمین
 تو ہی ہو شیرین کی چشم فتنہ زنا
 ہو کہیں رسوا ز لیخائی میں تو
 اور کہیں اسکے مریدوں کی مثال
 سجدہ را زنا کر دی و کنی
 نل و من میں تھا ترا ہی شور و شر
 ہن غرض تیرے سب ناز و نیاز
 لحن داؤدی میں تھا نغمہ ترا
 تو ہی تو ہو روح قدس و جبریل

تو ہی تھا گلزار پہنان مارمین
کیا نہ تھا تو حضرت ایوب مین
یوسف مصری مین تھا کس کا ظہور
کس کا اسمعیل مین تھا جذب شوق
ربّ ارنی کس سے موسیٰ نے کہا
شوق کس کا موسیٰ عمران مین تھا
عیسیٰ مریم مین تھی کس کی جھلک
حضرت یحییٰ مین کس کا شور تھا
احمد مرسل مین کس کی آن ہر
کس کا تھا سبطین مین جوش خروش
حضرت صابر مین کس کا جلوہ تھا
رومی و عطار مین تھا کس کا شور
کس کی تبریزی مین تھی شوریدگی
چشتیوں مین کس کا ہیہ سوز و درد
نقشبندیوں مین کس کا ہوش ہر

عقل گم ہر تیرے کاروبار مین
کیا نہ تھا تو حضرت یعقوب مین
کس کے جلوے نے جلایا کوہ طور
فزع ہونے کے لیے آئے بہ ذوق
لن ترانی تھی مگر کس کی صدا
تھی انا اللہ اختی کس کی ندا
شاد و فرحان آئے پائے دار تک
دم نہ مارا اور سر کٹوا دیا
لیلیۃ المعراج کس کی شان ہر
جان بھی دینے پر تھے ساکت اور خروش
شہر کلیر کس کے پر تو سے جلا
شبلی و حلاج مین تھا کس کا زور
کس کی دیوانوں مین ہر ژولیدگی
قادر یوں مین ہر کس کی آہ و سو
سہروردیوں مین کس کا جوش ہر

۱۷ قَالَ رَبِّ ارْنِيْ مَا كُنْتَ تَرٰۤی ۚ ۱۲

۱۸ اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ ۚ ۱۳

کس کا جلوہ تھا نہ بہر فتح باب
 چون مجھ پاک بود از نار و دود
 صن رانی میں ہر کیا ناز و نیاز
 ہر نیاز و ناز میں تیرا ہی ساز
 دل میں طالب کے طلب ہوتا ہی تو
 پھر کبھی مطلوب کے دل میں تو آ
 جب ہوا دونوں میں اک تیرا نظرو
 خود نیاز و ناز میں بیکتا ہی تو
 ہین یہ اسما سے صفاتی جلوہ گر
 جب ہو بی رنگی و شان اتصال
 ہو فراموشی کی بھی جب یاد گم
 تم ہی تم ہو ہم نہون کچھ بھی نہو
 خود مکین اور خود مکان خود میران
 خود ہی طالب اور خود مطلوب بھی
 اور حسین ایسے کہ آپ اپنی نظیر
 کیا تماشا خود تماشا ہی ہوئے

ہر ید اللہ فوق ابدی عہد خطاب
 ہر کجا رو کر دو جسم اللہ بود
 طمع اللہ کون سا ہر سوز و ساز
 ہر تماشا گاہ عالم تیرا راز
 پھرتے ہیں حیران و رسوا چار سو
 آگ دیتا ہی محبت کی لگا
 واحد و اشین کا جھگڑا ہر دور
 چار سو ہی پھر بھی سب سے ایک سو
 فاعلی و انفعالی شور و شر
 پھر کہاں یہ ماؤ تو یہ قیل و قال
 در میان میں ہم نہون رجاؤ تم
 خود ہی تم اپنی کہو اپنی سنو
 اور خود خوانِ کرم خود میہمان
 خود ہی عاشق اور خود محبوب بھی
 ایک اپنے گیسوؤں میں خود اسیر
 اپنے اوپر آپ شیدا ہی ہوئے

۱۔ معشوق خود دست و عاشق خویش : در عشق سخن زلفت ازین بیش - ۱۲

<p> اور شکایت کی حکایت کیا کریں خار و خس از کوسے الفت فتنہ بہ سارے عالم سے نرالا چاہیے تا بگویم شمع درواشتیاق تابرون آئی بجلی ز آب و گل احسن اسمائی تھا ستارِ صفات یہ تلون یہ تحیر تھا کہاں تھے کہاں یہ ہر دور و درون </p>	<p> کیا کہیں کس کی شکایت کیا کریں کس سے کہیے اور کیا ناگفتہ بہ اور کہیں تو سننے والا چاہیے سینہ خواہم شرعہ شرعہ از فراق این حقیقت را شنوا ز گوش دل کنت کنز اعفیتا تھی ایک ذات یہ تبدیل یہ تغیر تھا کہاں تھے کہاں یہ آسمان اور یہ زمین شیخ تھا کس جا کہاں تھا برہمن یکلیساے نصاریٰ تھا کہاں تھے کہاں یہ و حرم کس جا کشت کون ناری اسمین تھا نوری تھا کون تھے کہاں یہ آب و آتش خاک و باد مذہب ملت کے تھے جھگڑے کہاں مرتد و زندق تھا کس کا لقب کس کو فاسق کس کو فاجر کہتے تھے اتحاد منافق کون کس کا تھا اتفاق </p>
<p> گبر و ترسا کی کہاں تھی انجمن تھا کہاں ناقوس کس جا تھی اذان تھے کہاں یہ دوزخ و جہنم و بہشت دیو و خصلت کون تھا حوری تھا کون تھے کہاں یہ عیش و ریش و ظلم و داد کفر کے جاری تھے یہ فتوے کہاں مومن و صدیق تھا کس کا لقب کس کو مسلم کس کو کافر کہتے تھے تھا کہاں یہ اتحاد و افتراق </p>	<p> گبر و ترسا کی کہاں تھی انجمن تھا کہاں ناقوس کس جا تھی اذان تھے کہاں یہ دوزخ و جہنم و بہشت دیو و خصلت کون تھا حوری تھا کون تھے کہاں یہ عیش و ریش و ظلم و داد کفر کے جاری تھے یہ فتوے کہاں مومن و صدیق تھا کس کا لقب کس کو مسلم کس کو کافر کہتے تھے تھا کہاں یہ اتحاد و افتراق </p>

کفر تھا جس جا کہاں تھی کافری	دین تھا کس جا کہاں پیبری
منسب بودیم و یک گوہر ہمہ	بے سرو بے پایدیم آن سر ہمہ
ایک گہر بودیم ہچون آفتاب	بے گرہ بودیم وصافی ہجو آب
چون بصورت آمد آن نور سرہ	شد عدد چون سایہاے گنگرہ
زاہدون کو تھا کہاں حورون کاہش	عاشقون میں تھا کہاں جوش و خروش
عابدون میں کب تھی جنت کی طلب	کب تھا دیوانوں میں یہ شور و شغب
کب تھی مستون میں صدمے ہائے تو	طالبون میں تھی کہاں یہ جستجو
خانقاہوں میں کہاں یہ حال تھا	مدرسوں میں کب یہ قیل و قال تھا
عابد و معبود دونوں ایک تھے	ساجد و مسجود دونوں ایک تھے
اونماید ہم بد لہا خویش را	اوبد و زوخرۃ درویش را
یہ حسینوں کے کہاں تھے جھکھٹے	شعلہ رو کس جاتھے کس جادل جلتے
یہ کہاں غنچ و دلال و ناز تھا	یہ کہاں راز و نیاز و ساز تھا
تیر اندازی یہ مرگان میں نہ تھی	خانہ بربادی یہ پیکان میں نہ تھی
زلف پیچان میں نہ تھا یہ پچ و تاب	کاکلون میں کب تھے اُبھے شیخ و شاب
چشم جادو میں نہ تھی جادوگری	ناز کی تھی یہ نہ یہ چابکتری
ولربائی کے نہ یہ انداز تھے	شوخیان ایسی نہ ایسے ناز تھے
ناز تھا ہر گز کسی سے نے نیاز	بے نیازی تھی نہ تھا یہ سوز و ساز

<p> متحد بودیم با شاہ وجود عاشقی و عشق کے جھگڑے نہ تھے در و الفت کی حکایت تھی کہان تھا کہان عشاق میں یہ سوز و درد نالہ و افغان سے کس کو کام تھا و ورساغر تھا کہان میخانہ تھا یہ کہان تھا روز و شب کا انقلاب شور بلبل خندہ گل کچھ نہ تھا ناگہان در جنبش آمد بجز وجود بقراری سے نہ اصلا کام تھا سینہ بریان چشم گریان تھی کہان نامہ و پیغام سب سے دور تھے اٹھ گیا کیا حسن اس کا حجاب دھوم کیا وحدت کی کثرت میں ہوئی کیا تعین کی طلب گاری ہوئی عشق نے کیا بدگمانی چھوڑ دی نور دل پر فے سے کیوں باہر ہوا </p>	<p> حکم غیر تبت: بی محبوب حُسنِ عالم سوز کے چرچے نہ تھے سوزِ فرقت کی شکایت تھی کہان بید لون کی تھی کہان یہ آہ سرد کون بے جان کس کا بیل نام تھا شور قلقل تھا کہان پیانہ تھا یہ کہان تھا دل کا ہر دم اضطراب عشق و الفت کا نہ تھا چرچا ذرا جملہ را در خود ز خود پیدائش نمود لب پہ ہر دم کب کسی کا نام تھا وحشت دل آہ سوزان تھی کہان یہ ہوا کیا سب کے سب ہونے لگے یا رخ انور کا خود اٹھنا تھا یا کہ بیرنگی کی رنگت میں ہوئی کیا تلون کی نموداری ہوئی سر و مہری کی کہانی چھوڑ دی کس کا جذبِ شوق لایا کھینچتا </p>
--	--

<p> تشنگان گر آب جویند و جان پردہ پوشی کی ہوئی پردہ دری دلبران بر بید لان فتنہ بجان ہر کہ عاشق دیدش معشوق ان خود پسندی خود نامی آگئی کس سے شکوہ شکایت کس سے عاشقم بر رنج خویش و درد خویش جب تعین کی ہو میں راہین پدید جب ہو نیرنگی کا عالم میں ظہور جلوہ بیزنگی کا جب انگت میں ہو آگنے میں حسن ہو جب جلوہ گر عاشق کل ست خود کل است او آپ اپنے کو جو دیکھیں سحباب کیون نہ پھر ہو طالعون کی جستجو لذت ہستی نمودی نیست را پھر نہ کیون شوق دل آزاری ہے کیون نہ پھر ہو چاہنے والوں کی یاد </p>	<p> آب ہم جوید بعالم تشنگان کس لیے ہونے لگی جلوہ گری جملہ معشوقان شکار عاشقان کو بہ نسبت ہست ہم این و ہم آن آئینہ نہ دیکھا لڑائی آگئی دلربائی کی حکایت کس سے ہے بہر خوشنودی شاہ فرد خویش جو مقام دید تھا ٹھہرا شنید پھر نہ کیون برپا ہو یہ شور نشور فتنہ برپا کیون نہ صورت میں ہو خود نامی کیون نہ ہوید نظر عاشق خویش ست و عشق خویش جو پھر کہاں باقی ہے رخ پر نقاب کیون نہ پھر ہو دل جلون کی آرزو عاشق خود کردہ بودی نیست را پھر نہ کیون ذوق جفاکاری ہے کیون نہ پھر ہو مر جا و خیر باد </p>
---	---

<p> جب ہو حسن و عشق پر دار و مدار نیستی سے جب ہو ہستی آشکار عاشقی و عشق کی جب ہو نمود سر کہ او از ہمزبانے شد جدا اب کہان تکین و تنزیہی کی آن ہو کہان تشبیہ سے تسکین دل کیوں نہ تنہائی سے انسیت ہے کیوں نہ ہو خانہ بدوشی اتری کیوں نہ سودائی بنیں رسوا نہوں کیوں نہ یہ دل کی بڑھین بتیایان نالم ایرانا لہ باخوش آسیدش چون نالم تلخ از دستان او من زجان جان شکایت می کنم ہو خود غمی کا چھوڑنا ملنا ترا لے برادر یک دم از خود دور شو </p>	<p> پھر کہان قالب میں ٹھہرے جان کیوں نہ مضطر جان ہو اور ان تھار کیوں نہ ہونا لہ کنان روح وجود بنیوا شد گرچہ دار و صدنوا اب کہان وہ رنگے بزرگی کی شان ہو نہ کیوں تلوین سے جان منحل کیوں نہ خود اپنے سے غیرت ہے کیوں نہ ہو جوش جنون کی رہبری کیوں نہ شیدائی بنیں شیدانہوں کیوں نہ ہو سوز درون لب پر فغان از دو عالم نالم و غم باسیدش چون نیم در حلقہ مستان او من نیم شاکی روایت می کنم اپنا مٹ جانا ہوا اپنا تورا با خود آؤ غرق بحر نور شو </p>
--	---

۱۵ ایرانا کہ سروایاے فارسی ہان ازیرا دایرا لایاے فارسی زیر اوارا لیرا دایرا لایاے ۱۲ منہ

۱۶ نفس تن و طبع راہ باکن * یعنی کہ خودی و خود جدا کن ۱۲

<p> ہر خودی کیا اک ظلم آوری ہر کہین حقد و حسد عجب و ریا ہر کہین کذب و غرور و برتری ہر کہین نخل و انانیت کا زور ہر کہین رنج و نفاق و بغض و کین اور بھی ہیں صورتیں ان کے سوا ہیں یہ سب صورت پرستی کی لیل ترک صورت طالبوں کا کام ہے جب نہ ہو صورت پرستی سے نجات جب ہوں اخلاقِ رذیلہ دل شکست بندِ گنجل ہش آزاد لے سپر دل نہ جیتک ہو گا کیسو فکر سے ہر یہ کیسوئی مقامِ سیدلان خاک کے پتلے ہیں لیکن نور ہیں ہر کیو ترے پردہ در مذہبے ہر عقابے سے پردہ از جا بجا </p>	<p> جسین ہر ہر رنگ کی صورتگری ہر کہین مناسی و مکر و دغا ہر کہین پندار و نخوت خود سری ہر کہین بہتان و غمازی کا شور کون سی صورت ہے جو زمین نہیں ہو گئے ہیں کل ذایم ایک جا انکا شیدائی ہر شیدائے ذلیل تخلیہ ہونا اسی کا نام ہے ترکیہ نفسی کی پھر کیا کبھی بات تصفیہ باطن کا پھر کیا بند و بست چند باشی بند سیم و بند زر کام کیا نکلے گا شغل و ذکر سے ہر یہ یک روئی نشان عاشقان سب سے بچاتے ہیں ہتھوڑوں وین کیو تر جانے بے جا بنے وین عقابان راست بیجائی سرا </p>
---	--

لے باطن ہمیشہ رنگ دلوے + بیگانہ دست و اشارہ ۱۲ +

نام ان کا صرف بنامی میں ہو
 نے خدائی زبیدش نے بندگی
 تا بہ کے از حال بجایان سوال
 ہاں وہ پہلی صورتیں پھر نہیں عیان
 مختصر قصہ نہیں ہو عشق کا
 جس کے ہوں اخلاق حسنہ وہ بشیر
 کیون نہ راہ بے وفائی چھوڑ دین
 اندک اندک آب بر آتش بزن
 تا زندیا ربنا آب طہور
 کیون نہ عجز و انکساری سے ہو کام
 کیون نہ ہو حلم و قناعت بکیسی
 کیون نہ ہو جود و عطا رحم و کرم
 کیون رضا جوئی نہ ہو اپنا شعار
 ہو نہ کیون راہ محبت میں قدم
 کیون دل میں ہو نیا اک پہچ تا ب
 اے خنک چشمے کہ آن گریان اوست

نام ان کا صرف بنامی میں ہو
 نے خدائی زبیدش نے بندگی
 تا بہ کے از حال عشاقان مقال
 عاشقی و عشق میں جو تھیں نہان
 پھر کبھی کہیں گے جب موقع ملا
 کب ہے راہ وفا سے بیخبر
 کیون نہ بد عہدی کے رشتے توڑ دین
 تا شود نار تو نور لے بواحرزن
 تا شود این نار عالم جملہ نور
 صابر و شاکر نہ ہو کیون اپنا نام
 کیون نہ ہو عشق و نیاز و بے بسی
 کیون نہ ہو خوئے تواضع و مبدم
 کیون قضاے یا سے ہوں لنگار
 کس لیے ہو شوق و ذوق یا رکم
 کیون نہ جاری چشم سے ہو جے آب
 اے ہمایون دل کہ آن بریان اوست

<p> کیون لمانگ سے بڑھارتہ سوا حاکمی و ہتھری و سروری ورنہ آزادی کہاں خود ہر اسیر توقیت سب پر ہے کیون متا زہر درد دل اور عشق ہے انسان کی جان جان جان سے پھرنے ہو کیون آگہی پھرنے کیون یہ خاک کا پتلا ہو نور خوب ہی عطار نے اس جا کہا فارغ ہم از کبر و کینہ و زہوا ہاں مگر دے پھونک کوئی کان میں طالب صادق مگر ہے جان عشق ہے کہاں جسکی طلب ہے جا بجا ابتدا کس سے تھی کس پر انتہا خود ز خود آیات خود را باز یاب ہر دو عالم خود توئی بگردے ہم توئی و باز جو از خود نشان ان کو وہ سمجھے جو خود ہو را زوان </p>	<p> افضل کیون انسان کو حیوان پر ہوا آدم خاکی کو کب ہے برتری صرف جب ہو عقل کامل و سنگیر کیون ضعیف الخلق ہی پر ناز ہے فضل کی موجب ہے ان عرفان کی شان درد دل سے ہوا اگر ربط قوی ہو جو الا انسان سہری کا ظہور جان جانان سے ہو پھر کیا اجرا من خدایم من خدایم من خدا ہے وہ کیا جو کچھ نہیں انسان میں پھونکنے والا ہے کیا سلطان عشق جان عشق لے جان جان تیرے سوا کس کو کھویا کس کو پایا کیا بلا و حقیقت خود توئی اُم الکتاب تو نے جان جملہ عالمے انچہ مطلوب جہان شد در جہان جان جان کے ہیں یہ اسرار نہان </p>
--	--

چو نہوں کہنے کی باتیں کیا کہیں
 خوشتر آن باشد کہ سیر دلبران
 در و جس دل میں نہوا انسان نہیں
 جسم گردل ہو تو جان مانند درد
 جسم بے جان ایک مشت خاک ہو
 جب کہیں باقی نہیں کس کا مکان
 جان بے معنی درین تن بے خلافت
 تا خلافت اندر بود باقیمت است
 درد کا انسان کامل نام ہو
 درد دل خود ہو حیات جاودان
 درد دل پر زندگی کا انحصار
 درد دل اول بھی ہو آخر بھی ہو
 ساقیا خون جگر در جام کن
 عشق را دردے بیاید پرده سوز
 ذرہ عشق از ہمہ آفاق بہ
 ہین مدان خود را کہ ہستی جملہ تن * تو ہمہ جاتی لباس شست تن * این لباس عارضی

عاری بود * کے از چشم وفاداری بود * ۱۲

<p> عشق مغز کائنات آمد مدام قدسیان را عشق هست و نیست لفظ انسان کا نہ جو مفہوم ہو آدمی دیدست باقی پوست ست بدتر از حیوان ہوا انسان نام کا کام ہو دیوانگی و درد سے درد دل سے بقراری سے ہو کام کام ہو عرفان سے ایقان سے صورت نقش اکہی خود توئی ہم ملک ہم نہ ملک بشتختی خود شناسی پر موجب دار و مدار کیون نہ شبلی کی طرح اک اسم ذات جب کہ سجانی کا ہو نعرہ بلند پھر کہان یقین رقبہ پروانیاں عشق مطلق رہ گیا بازی کہان گرچہ خاک تر تن منصور تھا </p>	<p> ایک عشق آمد نہ بے دردے تمام در در اجزا آدمی در خورد نیست ہو غلط اطلاق پھر کیا دھوم ہو دید آنست آنکہ دید دوست ست نام نامی ہی وہی جو کام کا دمبدم ہو کام آہ سرد سے سوز الفت آہ وزاری سے ہو کام یعنی اپنی جان کی پہچان سے عارف اشیا کما ہی خود توئی اگر بجنہ خوشن رہ یافتی کیون نہ ہو شورانا منصور دار ہو زبان پر اور مٹ جائیں صفات پھر کہان یہ لاؤالا کی گند پھر کہان یہ عشق بازو بازیان سحر کامل ہو گیا سازی کہان تھی انا الحق کی مگر جاری صدا </p>
---	---

۱۲۰ چون نیستی و شدت حق ۲۰ آئید ہم نعرہ انا الحق ۱۲۰

<p> اب انا کس کی فقط حق ہی رہا جانب جان باختن بشتا فقیم اسکا مٹنا ہر دلیل فتح باب ایک رشتہ توڑنا اک جوڑنا کس کو چھوڑا کس سے آخر مل گیا کس کی شہ تھی کس کی تھی یہ بد و تہا کس کا ارادہ کون تھا نہ جہن پڑا ابتدا کیا تھی ہوئی کیا انتہا کس سے طوائف جدائی کس سے تھی کا لہذا زجان پذیر و نیک و بد کیون صلح و جنگ کا چرچا ہے چون تو بر خیزی نشیند حق بجات کیون نہ آئین جسم میں وحی خواہ رابطہ کیسا کہان کا واسطہ اپنی بے خبری کی بھی گم ہو خبر پھر کہان یہ وسوسہ دروسوسہ پھر کہان رمل و جہر ہیئت کی دھوم </p>	<p> دل جلاوان آکے اک کہنے لگا ما بہاؤ و خنہ ہا را یا فقیم جسم خاکی کا ہی یہ سارا حجاب ہی یہی مٹنا خودی کا چھوڑنا توڑنا اور جوڑنا کس سے ہوا کس نے تھی آخر بچائی یہ بساط کون فرزین تھا پیادہ کون تھا کون ہا را کون جیتا کیا ہوا صلح کس سے ہو لڑائی کس سے تھی اوچو جان ست و جہان چون کا لہ جب جہان و جان کا جھگڑا ہے قانی خود شو کہ تائیا بی نجات جب معطل ہوں یہ ظاہر کے حواس جسم و جان سے پھر کہان کا تفرقہ ہو یہ مرگ اختیار کی کا اثر پھر کہان یہ قیل و قال مدرسہ پھر کہان یہ منطق و طب و نجوم </p>
---	--

پھر کہان یہ بخ و راحت عیش و غم	پھر کہان یہ بخ و راحت عیش و غم
عقل جزئی سے ہو کیوں رنج و فصول	عقل جزئی سے ہو کیوں رنج و فصول
انقلاب و ہر سے کیوں ہو ملال	انقلاب و ہر سے کیوں ہو ملال
کیوں نہ ہر حالت کی حالت ایک ہو	کیوں نہ ہر حالت کی حالت ایک ہو
ایک صورت جبکہ ہر صورت میں ہو	ایک صورت جبکہ ہر صورت میں ہو
ہاں مگر ہو آج تم تو اسے یہ حال	ہاں مگر ہو آج تم تو اسے یہ حال
ہو یہی مرنا عزیز جانِ جان	ہو یہی مرنا عزیز جانِ جان
ہو اسی مرنے میں روحانی حیات	ہو اسی مرنے میں روحانی حیات
کیوں نہ اس مرنے کا جینا نام ہو	کیوں نہ اس مرنے کا جینا نام ہو
کیوں نہ مردوں کو کہیں زندہ ہیں یہ	کیوں نہ مردوں کو کہیں زندہ ہیں یہ
جینے والے مرنے والوں سے عیان	جینے والے مرنے والوں سے عیان
بہر این گفت آن رسول خوش پیام	بہر این گفت آن رسول خوش پیام
بے حس و بے گوش و بے فکر و شوید	بے حس و بے گوش و بے فکر و شوید
جان بے گندی و اندر پردہ	جان بے گندی و اندر پردہ
تا میری نیست جان کنن تمام	تا میری نیست جان کنن تمام
چون مردی گشت جان کنن دراز	چون مردی گشت جان کنن دراز

لَا يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْمُحْيِيَّةُ ۝ اُدْعِي إِلَى سَابِكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ۝ ۱۲

<p> اے حیات عاشقان درودگی غرق عشقے شو کہ غرق ست اندرین گل شئی یر جمع مشہور رہی المدد لے عشق ہمت کم نہو کم نہو بیتابی وجوش جنون کم نہو یہ بے خودی مستانگی کم نہو یہ آہ و زاری یکسی ہو کہان حب وطن کی یاد کم بشنواز فرچون حکایت می کند کز نیستان تا مرا بریدہ اند ہر کسے کو دور انداز صل خویش ہین ملائک اور حیوان کی بہم گویا معجون مرکب ہے بشر جب ہوئی غالب بہائم کی خصال بڑھ گیا حیوان پہ غالب آ گیا یعنی انسان نام کا باقی رہا ایسا حیوان پھر نہ کیون مغرور ہو </p>	<p> دل نیابی جز دل درودگی عشقہاے اولین و آخرین تھک گئے ہیں اور جانا دور ہر درود دل سوز محبت کم نہو کم نہو دل کی تڑپ سوز درون کم نہو شہریدگی دیوانگی کم نہو یہ عاجزی و بے بسی کیون نہا لے لب پر آئین مہدم وزجد ایہا شکایت می کند از نفیر مرد وزن نالیدہ اند باز جوید روزگار وصل خویش خصلتین اس آدمی میں بیش و کم پھر نہ کیون برپا ہو اس سے شور و شر اسکو پھر پھڑپھڑے کوئی کس کی مجال کیسا بڑھنا تھا کہ خود کھویا گیا کام حیوانی ہوئے حیوان ہوا جو صفت انسان سے کوسوں دور ہو </p>
--	---

سمجھے جواب نے کو سب کچھ۔ کچھ نہیں
 جب سمجھ اٹھی ہوئی سمجھائے کون
 عقل جزئی نے کیا رسوا کر
 خود پسندی زشت خوئی پھر کہاں
 پھر کہاں یہ ماؤ تو کی گفتگو
 عقل کلی نے اضافت دی مٹا
 پھر کہاں کا درد سر جب سر نہ ہو
 اپنے ہونے میں ہی یہ سب قیل وقال
 آپ ہی اپنے لیے ہن عیش و غم
 آپ ہی دل شاد تھے ناشاد ہن
 آپ ہی سب سے الگ سب سے تھے دور
 جب مسبب ہو عیان کیسیا سبب
 حلقہ ماتم نہ ہی بزم طرب
 نسبتیں جاتی رہیں پھر کیا رہا
 روح مے پڑ سوئے چرخ برین
 این جہان خود جلس جانہای شہاست
 ہی تصوف صرف مٹ جانے کا نام

بے سمجھ ہی نہ سمجھ سمجھا کہ میں
 ایسے بے اُکھل کی اُکھل پائے کون
 یہ اگر جائے کہاں پھر شور و شر
 عیب بینی عیب جوئی پھر کہاں
 پھر کہاں یہ ساقی و جام و سبو
 اب یہ پتلا خاک کا نوری ہوا
 کس کی جنگ زرگری جو زرنہ ہو
 جب نہ ہونا ہو تو کیا جنگ و جال
 آپ ہی اپنے لیے رنج و الم
 آپ ہی آباد تھے برباد میں
 آپ ہی تھے نور نور و نور نور
 عیش و عشرت کیا ہو کیا رنج و تعب
 عیش و غم و نون سے آزادی ہو اب
 ناقص و کامل کا جھگڑا مٹ گیا
 سوئے آب و گل شدی درافلین
 ہین دوید آن سو کہ صحراے شہاست
 کھو گئے خود ہو گیا پالنے کا نام

<p>اس سے کیا حاصل یہ ہر حیل الجال ہو گئی شہرت تری نزدیک دور تجھ کو سب قطب نام کہنے لگے میں تھے حلقے میں سب شاہ وزیر نفس نے تیرے بچھایا جال ہے اس ہجوم خلق نے رسوا کیا ہوا لگ سا لوسی و تدبیر سے کیا ہوا اس میں اگر کامل ہوا پی شراب بے خودی مخمور ہو دل جلا اُس جان جان سے کو لگا مثل سبزہ دم بدم پامال ہو لے مزا تو داد کا بیدار میں بھول جانے کی مگر باقی ہے یاد داد ہو کس کی کہاں فریاد ہو کون پھر کس کی سنے کس سے کہے ہوا اسی کا نام تصحیح خیال</p>	<p>اگر ہوا کشف و کرامت میں کمال یہ ملا روشن ضمیری سے ضرور تجھ کو سب شیخ جہان کہنے لگے میں ارادت میں تری برناؤ پیر فقیری کچھ نہیں ججال ہے کس طرف جاتا تھا کس جا رہا گیا دور بھاگ اس شہرت و تزیور سے شعبہ بازی پہ کیوں مائل ہوا شیخی و سجادگی سے دور ہو شعبہ بازی میں کیوں ہر مبتلا شوق و ذوقِ یار میں بیجاں ہو کسی بھولے ہوئے کی یاد میں اب الگ تجھ سے ہے یہ بیدار داد جب نہویہ یاد پھر کیا یاد ہو یاد کی بھی یاد جب جاتی رہے کہنا سننا کچھ نہویہ ہے کمال</p>
--	---

خود خیال اپنا ہوا اپنا کمال خود خیالات سے خواہست این جهان روفا شو تمانی ہیچ تو کار عالم پر فنا پر ہیچ دان ہیچ پر ہیچ ست این عالم تمام جب خیال یا رہو دل میں جا ہو فنا اقوال میں افعال میں جبکہ وجہ اسد کا ہی ہر جا ظہور سخن اقریب سے ہر جب قرب عیان کیا کہیں اپنے میں ہی یا غیر میں کیا کہیں یہ خود نمائی کس کی ہی کیا کہیں کس سے ہی کس کا ظہور کیا کہیں کس سے ہوا کس کا نیاز راز داری کس کی تھی کیا راز تھا شمع محفل کون ہی پروانہ کون	خود ملال اپنا ہوا اپنا وبال اگر کنی تحقیق ہیچ از ہیچ دان وار ہی زین کار ہیچا ہیچ تو عاقبت حاصل ہمہ را ہیچ دان بس سخن کوتاہ باید والسلام پھر نہ ہو کس طرح سے لازم فنا ہو فنا احوال میں ہر حال میں پاس اب کس کے رہا کس سے ہو دور پھر عیان کیسے نہو کیوں ہونہاں کیا کہیں کعبے میں ہی یا دیر میں آئینے میں یہ صفائی کس کی ہی کیا کہیں یہ ناز کیا ہی کیا ہی نور ماز تھا کس کا کیا کس سے یہ ناز کون تھا کس سے یہ سوز و ساز تھا دلربائی کس کی ہی دیوانہ کون
---	--

۱۱ فَاَيُّهَا تَوَلَّوْا فَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ ط ۱۲ وَتَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۱۳
۱۴ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفْلا تَبْصُرُوْنَ ۱۵ وَهُوَ مَعَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ مَعَ ۱۶

کس کے حُسن و ناز کا شہرہ ہوا
 چال سے کس کی ہو محشر بیا
 ہر یہ یفعل ^{لے} یا یشار ^{لے} میں کس کا زور
 ہر ہوا الاؤل ہوا آخر یہ کون
 ہر وہی جوئے مرکب نے بسیط
 ہر وہی جو عرض سے جوہر سے دور
 نور او درین و سیر و تحت و فوق
 بر کشا از نور پاک شہ نظر
 یہ بصارت آپ ہر اپنا نقاب
 جب بصیرت آگئی پھر کیا رہا
 کس سے پھر پردہ ہو سکی پردگی
 پردگی بے پردگی کا نام کیا
 مرنے والے پھر بھی مرتے ہیں کہیں
 جب ہوئی ظاہر سے غیرت بہین
 کس کا ظاہر کس کا باطن کون تھا
 تو حجاب و پردہ خود خود بدی

س نے جان دی کون کھان ہو گیا
 کس نگاہ ناز نے جادو کیا
 ہر میت مار میت کس کا شور
 ہر ہوا الباطن ہوا ظاہر یہ کون
 ہر وہی جو سب کے اوپر ہر محیط
 نور نور و نور نور و نور نور
 بر سر و بر گردنم مانند طوق
 تانہ پنداری تو چون کوتہ ^{لے} نذر
 اس سے اکھین بند ہون پھر کیا چا
 بے حجابی میں کہاں پر دار رہا
 کون پھر مردہ ہو کیسی زندگی
 زندگی و موت سے پھر کام کیا
 لایو تو ن اس پہ کیا شاہ نہیں
 ہو گئی باطن سے عنیت ہمیں
 کس کا پردہ اٹھ گیا کس کا رہا
 چون بجائے خود رسیدی خود شری

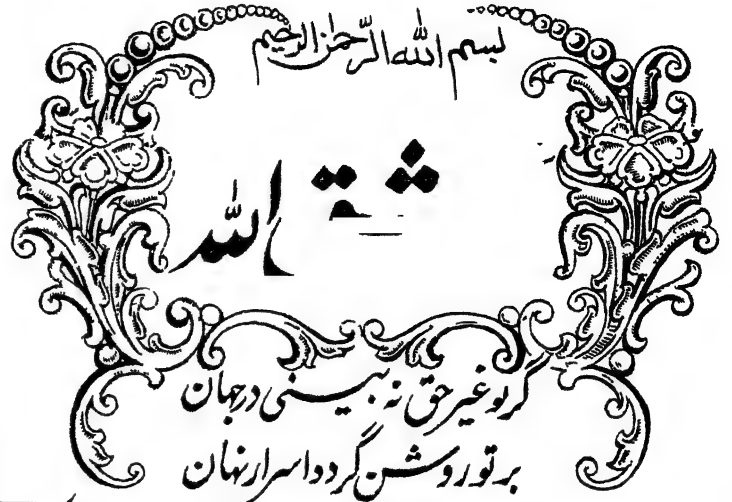
۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱
 ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱
 ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

جب کہ ہو توحید تنزیہی پیہ	پھر کمان رہ جائے گیت مشنید
آپ قائل آپ ہی مقول ہیں	آپ سائل آپ ہی مسئلہ ہیں
خود ہی اپنی بھول خود اپنی ہی یاد	آپ ہی اپنے سے تھی فریاد و داد
آپ ہی مخمور ہیں مسرور ہیں	آپ ہی رنجور ہیں مجبور ہیں
آپ ہی ہر حال میں شادان ہے	آپ ہی ہر رنگ میں کیسان ہے
آپ شاہ آپ ہی مشہود ہیں	آپ ساجد آپ ہی مسجود ہیں
آپ ہیں اپنے لیے آہ و بکا	آپ ہیں اپنے لیے راہ و وفا
خود طبیب اپنے ہوئے اور خود دوا	خود مرض اپنے ہوئے اور خود شفا
ہیں یہ نیرنگی کی نیرنگ سازیان	یا کہ شبیہی کی دھوکے بازیان
اسمین کیون طال اللسان کم ہوش	کیون نہ ہو ہر دم نیا جوش و خروش
ہوئے مثل شمع کیون سوز و گداز	کیون نہ گاہے ناز ہو گاہے نیاز
گنگ تنزیہی میں ہی لیکن زبان	خود شناسی نے کیا کل اللسان
کیا کہیں کسی کہیں کس سے کہیں	گو نگے بھرے ہو گئے چپ ہو رہیں

صورت از بے صورتی آمد برون

باز شد کانا الیہ راجعون

الحمد للہ علی رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ اندک عارفان کما نہ صوفت عارفان صحبت لکھت صم کم عی در گفتند
صفت الکافرون فقال الکافر صم عن سلع الحق کم عن قول الحق عی عن رویتہ الحق والعارفون صم
کم عی عن غیر الحق - ۱۲ (از مکتوبات جوابی)



یعنی سمجھے عشق کو اسد کیون
کیون نہوا اسد پر عشق اے سلیم
جو کہ راہ عشق سے آگاہ ہو
اللہ اللہ عشق کی تکرار ہو
اسد اسد عشق سے باہر ہوا
عشق ہی پر عشق کی ہوا انتہا
عشق پر ہو عشق کا قصہ تمام
آپ کہتا آپ ہی سنتا ہو عشق
عشق خود ہو جان عالم جان
اور مقید اک بیان عشق ہو

عشق سے ہوتی ہو بسم اسد کیون
عشق کے ہیں نام رحمن و رحیم
عشق اسد اسکی بسم اسد ہو
اللہ اللہ عشق کا اظہار ہو
اسد اسد عشق سے ظاہر ہوا
عشق ہی کے نام سے ہو ابتدا
عشق ہی سے عشق کرتا ہو کلام
داستان عشق خود کہتا ہو عشق
عشق خود ہو بے نشانی کا نشان
ذات مطلق صرف شان عشق ہو

<p> ہستی ہو ہو مہین کیا قیل و قال ہو وہی قیوم ہو جس کو دوام رہتا ہو معدوم بھی باقی کہین اتفاق صرف کا کیا ہو قوام موجود و موجودین کیوں یہ فتور اپنے ہاتھوں آپ ہی ضیق کیوں فائدہ کیا ایسے بند و بست سے عشق کا کیوں ذکر دل سے دور ہو وصل کس کا کس سے ہو رہی ہے اور یہ پانا اور کھونا کچھ نہیں خلق را در دام وہم انداختند ہو حکایت صرف صبح و شام کی دیکھتے کت تک نظر آئین یہ خواب آنکھ کے کھلتے ہی ہو شرمندگی پھر کہاں آئے نظر واجب وجود جب بُرا آغاز ہوا انجام کیا یہ اگر جاہلین تو جائے درد سر </p>	<p> ہو غلط خود یہ بیان خود یہ خیال کب رہا قائم نہ ہو جس میں قیام ہو وہی موجود جو فانی نہیں مادی آلات سے کب ہو نظام منتشر ذرات سے کیسا ظہور موجود و موجودین تفریق کیوں نہیت کو نسبت کہاں ہو بہت سے مرنے جینے کا عبث مذکور ہو جب نہویہ دور کیا دوری ہے یہ نہونا اور ہونا کچھ نہیں لا والا ہر دو لفظ ساختند یہ صفاتی نسبتیں ہیں نام کی رات دن کے ہیں یہ سائے انقلاب خواب کی گویا حکایت زندگی جب کہ ہم نابود کو سمجھے ہیں بود اس یقین و شک سے نکلے کام کیا یہ یقین و شک ہیں ضد یکدگر </p>
---	---

در دسریہ رنج و راحت عیش و غم	در دسریہ جوش و غش عشق و الم
در دسریہ یہ فراق اور یہ وصال	در دسریہ یہ کمال اور یہ زوال
در دسریہ کمال گنجی و سروری	در دسریہ آنا دگی و چاکری
در دسریہ بے دلی فرخندگی	در دسریہ خوش دلی افسردگی
در دسریہ خوف و رجا امید و بیم	در دسریہ طبع زبون و عقل سلیم
دین و دنیا کفر و ایمان در دسریہ	شوق جنت خوف نیران در دسریہ
در دسریہ یہ حیات اور یہ ممات	در دسریہ یہ تعین یہ نجات
اس یقین و شک کا ٹٹنا خوب ہی	اس دو عمل سے کلنا خوب ہی
بند ہا بگسل برو مردانہ باش	ہم قلندر مشرب و دیوانہ باش
بنیوایانِ جهان را ہم بہ بین	بے یقین بے شک بے کفر و دین
اپنی ہستی پر نہ وجب اعتماد	پھر کہاں یہ آب و آتش خاک و باد
پھر کہاں افسانہ تا بود و بود	پھر کہاں یہ جسم فانی یہ وجود
پھر کہاں یہ اختلال و اعتدال	پھر کہاں یہ عرض و جوہر کا خیال
یہ خیال خام گر جاتا رہے	عشق کا جلوہ نظر آتا رہے
ناؤ تو سے پھر نہ رہ جائے گا کام	یقین و شک مٹے گا لا کلام
ہو خرابی اس دوئی سے سرسبز	ہو وہ عارف اس سے جوہر دور تر

۱۔ در عشق نہ شک و نہ یقین مست بہنے خوف و رجا نہ کفر و دین مست +

دور رہتے ہیں وہی جو پاس ہیں وسوسہ مٹنا ہے آنا عشق کا عشق ہی مقصود ہر موجود ہے عشق ہی کہ ہیں یہ نقش و نگا چون مانند نقشہ اندر مینا باتو گویم سرا سر انہاں عشق ہی اول بھی ہے آخر بھی ہے ہستی مطلق فقط اک نام عشق ابتدا میں آپ تھا اپنے سے راز ابتدا میں آپ ہی تھے دور دور ابتدا اپنی ہوئی خود بے طلب اول و آخر کی نسبت ایک ہے بند آنکھیں ہوں تو کھل جائے یہ راز مشرّب توحید میں تثلیث کیا عشق کی تکرار یہ توحید ہے	پاس والے دور و بے وسواس ہیں سب کا کھوجانا ہے پانا عشق کا عشق خود موجود ہے مقصود ہے عشق ہی ہے خود خزان اور خدہا آن زمان نقاش راہینی عینا اے برادر نقش را نقاش دان عشق ہی باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے صرف خود رہ جانا ٹھہرا کام عشق انتہا میں بھی وہی ہو سوز و ساز انتہا میں بھی وہی رہ جائے نور انتہا میں بھی نہ رہ جائے سبب ظاہر و باطن کی قربت ایک ہے ناز کیا ہے سوز کیا ہے کیا ہے ساز عشق ہو خود عشق ہے اور عشق تھا عشق کی خود عشق ہی سے دید ہے
--	---

۱۔ زمین میں نکتہ را اے دوست بشنو کہ یکے دان و یکے بین و یکے شنو سفر اندر وجود

خویش می کن کہ راہ وحدت ستی گیر و میر و ۱۲۰

عشق اسد عاشقین	عشق اسد عاشقین
عشق اسد عاشقوں سے کہتے ہیں	عشق اسد عاشقوں سے کہتے ہیں
عشق اسد نجد کے صحرا فور	عشق اسد بے ستون کے گوشگیر
عشق اسد عاشقوں کے زندہ پیر	عشق اسد شیخ صنعانی تجھ
عشق اسد پیر کنگانی تجھ	عشق اسد اے ایاز بنیاز
عشق اسد شاہ غزنی پاکباز	عشق اسد رومی و عطار سے
عشق اسد ہر حسین دار سے	عشق اسد شمس تبریزی سے ہو
عشق اسد پستون سے کہو	عشق اسد بنوایانِ جان
عشق اسد اے قلندر مشربان	عشق اسد بلبل شوریدہ حال
عشق اسد ہر ہدف خندہ فال	در زمان ہفت آسمان اٹے کئی
مرکب حرص و ہوا را پے کئی	و مبدم روشن کئی در دل چراغ
سہ نفس از عشق سازی سینہ دل	عشق سے خالی ہو کب کوں مکان
عشق کا جلوہ ہر سو بیگان	بے لگان و وہم ہر جا عشق ہر
ظاہر و باطن ہو یا عشق ہر	عشق اسد ہو زبان عشق سے
اور بیان عشق جان عشق سے	

اگر عشق نازدار کینش نہ نامش ہو ز آفرینش نہ از عشق نہ ہیچ ذرہ خالیت نہ خود شید

فضا سے لایزالیت نہ از پر تو نور عشق میدان نہ ہستی نہ جاد و حیوان ۱۲

<p>اللہ اللہ عشق پر ہوا انتہا عشق اللہ عشق اللہ والسلام غیر حق آخر چہ باشد یسچ یسچ</p>	<p>اللہ اللہ عشق سے تھی ابتدا ابتدا کو انتہا سب لاکلام عشق میداند ہمہ باز می و پیچ</p>
--	--

صورتے از پرودہ آمد عیان
باز اندر پرودہ خواہد شد نہان

۱۲ چون عشق چراغ بر فروزد و اول پر جہیل سوزد و ۱۲





وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ حَبَّةً مِّنْهُ

کروں تا محبت کا مضمون رقم
محبت سے عالم ہوا آشکار
ملائک گرے ہو کے سر در وجود
محبت نے خود کی ہی پیدا دوئی
دوئی کیون نہ پھر کی سے قریب
محمد پہ بھیجا درود اور سلام
زمین عرب عرش منزل ہوئی
محبت ائمہ کی ہی منزلت

محبت سے پہلے اٹھاؤن قلم
محبت کی جنبش ہوئی بار بار
محبت سے آدم نے پایا وجود
محبت سے ساری خدائی ہوئی
ایکی نے دوئی کو بنایا حبیب
محمد رکھا ہی محبت نے نام
محبت سے معراج حاصل ہوئی
محبت صحابہ کی ہی منتقبت

محبت کا فرمان ہے نامہ پیام
 محبت سے مخدوم اہل ولا
 محبت میں شیطان راندہ گیا
 محبت سے کرتا ہے خود دل میں جا
 محبت و جاہت ہے انسان کی
 تو اس دل کا بس آب و رگل ہے زہام
 محبت سے تابندہ ہیں ماہ و مہر
 محبت ہے پس اور کچھ بھی نہیں
 تو وہ اللہ اللہ اللہ کرے
 محبت کی اسد پر انتہا
 یہ گبر و مسلمان کا چرچا نہیں
 کہ سب بھولے اسد بھی جائے بھول
 یہ اس کی خبر اور نہ اپنی خبر
 اگر پاک بھی ہو تو ناپاک ہے
 ہو اسب جب اپنے سے باہر ہوا
 وہیں کا وہیں ہے کہیں کچھ نہیں
 سنبھل اور محبت کے میدان میں چل

محبت سے نعمان ہیں عظم امام
 محبت کے محکوم شاہ و گدا
 محبت کے نازک ہیں ناز و ادا
 محبت سے پھرتا ہے گھر گھر خدا
 محبت علامت ہے ایمان کی
 محبت سے بوجہ دل ہے خالی تمام
 محبت کا ذرہ ہے ہر مہر سپر
 محبت ہے خود آسمان زمین
 جو چاہے محبت کو پیدا کرے
 محبت کی اسد سے استرا
 محبت میں کچھ کلا والا نہیں
 محبت میں درکار ہے یہ ذہول
 محبت کا آخر سے آخر اثر
 تجھے تیرا جب تک کہ ادراک ہے
 جو ادراک جائے تو طاہر ہوا
 جو اپنے سے باہر نہیں کچھ نہیں
 جو چاہے کہ کچھ ہو تو باہر نکل

<p> محبت کا میدان ہر ہو کا مقام فروعات سب اصل کا ذکر کیا نکرا ایک آواز ہر پُر اثر سنا جوہ محبت کی آواز ہر محبت سے پروانہ ہر سوختہ محبت سے ہر چاک دامن گل محبت سے لیلیٰ کی صورت ہوئی محبت کا ہر جاز لا ہر ڈھنگ محبت ہی باعث ہر ایجاد کی محبت کے ہرین ام ہر جان بچھے محبت کی پھیلی ہر ہر جان کند محبت ہی تجا نے مین ہر صنم محبت جو آئی تو سب آ گیا محبت مین پڑنا کچھ آسان نہیں محبت ہی سے وصل کا ہو گا محبت عرب سے بخارا گئی محبت کا بغداد ہر اک مقام </p>	<p> انسان ہن ان اور نہ حیوان کا نام سوا ہجرت کے وصل کا ذکر کیا چلے جاتے ہن سب اس آواز پر جو دیکھا محبت کا انداز ہر محبت سے ہر شمع افروختہ محبت سے بلبل کا ہر شور و غل محبت سے مجنون کی شہرت ہوئی محبت نے ہر جا جایا ہر رنگ محبت ہر تلوین و تلمین بھی محبت کے پھندے ہن ہر جا لگے محبت مین جکڑے ہن ہر بند بند محبت عرب مین ہوئی ہر حرم محبت گئی تو غضب آ گیا محبت نہو گر تو ایمان نہیں محبت ہی سے ہر کراہی دوز بخارا سے اٹھ ہندین چا گئی محبت کا ہر سہرورد و اژدہام </p>
--	--

محبت کا ہر جانبی اثر
 تو اٹھ اور کسی شکل پر جان دے
 کہ ہو تیغ ابرو کا گھائل ابھی
 تو دیدے خدا را انہو منحل
 تو جا دام کیسو ہی میں قید ہو
 تو اک خال ہندو کا ہو جا غلام
 گرا سر پہ لے اپنے بجلی کوئی
 تو جا چاہ غیب میں غرقاب ہو
 تو دستِ حسائی ہو مد نظر
 تو کرو رد موئے کمر کا بھجن
 ہمیں جھوٹ کہنے سے کیا کام ہے
 تو چل جا سبے جام سے پوچھ لے
 کہ دل سارے جھگڑوں سے آزاد رکھ
 کہ پیدا ہو دل میں تے دوسوہ
 اُدھر نشہ عشق میں چور چور

محبت ہوئی چشت میں جلوہ گر
 محبت اگر تجھ کو مطلوب ہے
 کسی ماہر و پیر ہو مائل ابھی
 کوئی مانگ ہی تجھے مانگے جودل
 نہ تیر مرثہ کا اگر صید ہو
 اٹھیں گرنہ یہ ناز خوبان تمام
 چمک اور دمک دیکھ دندان کی
 جو سوز محبت سے بیتاب ہو
 شہادت کی ہے دور منزل اگر
 اگر زندگی میں ہے مرنا کٹھن
 خدا خوبصورت ہی کا نام ہے
 سخن میرا کہ ہو نہ باور نہ تجھے
 گمراہات اک اور بھی یاد رکھ
 نہ بھولے سے جانا کبھی مدرسہ
 ادھر زاہد خشک سے دور دور

قدوری کا ہرگز نہ لینا سبق
 اُلٹ جائے گا تیرا سار اطبق

تیرا کام فشر آن پڑھنا نہیں
جو تو صومعہ میں معطی نہ نہیں
تجھے بس ہر اک جام پیر میغان
تماشا محبت کا چاہئے اگر
ادب سے تو لے جام کو ہاتھ میں
وہ مادہ مئے دلکش نوش کر
کہ معلوم ہو فشر پیر میغان
جو دن میں نہو کام تجھ سے بھلا
ستاروں سے ڈے آنکھ اپنی لڑا
اگر ہر گناہوں کا کچھ اثر دام
جو کچھ کام کروہ محبت سے کر
کہ ہر بے محبت اندھیرا بھی
محبت کا مضمون ہر بے انتہا
نکل جائے پہلو سے جب دل کہیں

قرآن پڑھ کے کافروں کو کہیں
تو بھائی ترا میں کدہ کم نہیں
تجھے بس ہر اک جلسہ مہر خان
تو میخانے میں ایک دن کر گزر
صراحی اُتھا جام کے ساتھ میں
تو بیہوش ہو ہو کے پھر پوش گہ
کھلے میکدے کی جو ہر عزو شان
تو فے رات کی نیند ہی کو اڑا
کہ خورشید کی دل میں آئے فضا
تو آنسو کا دریا بہا دے تمام
کہ تو جائے گاہے محبت کدھر
اندھیرے میں کب اہ سوچھے کوئی
کہ ہر انتہا اس کی خود ابتدا
تو مضمون محبت کا ہو دلشیں

۱۰ یُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾ قرآن کا ادب بخوفانہ رکھنا غلط سلطاطوں کی طرح رشنا
یا دکر کے بھلا دینا لایروائی کرتا۔ کتاب اللہ کو دام تزیوہ بنانا۔ نہ ترتیل کا خیال نہ عمل سے واسطہ دینا و اس کی
سے رابطہ نہ کرنا قرآن میں غلط خوانی، بیبری اور حق مسلمانی، بیچارہ و مجذوب شیعہ انوش کی گویہ
حافظ نامی خود رو ہندی کن و خوش باش دے دام تزیوہ میں چون و کران قرآن را ۱۲ منہ

محبت کا مضمون افسون ہے
 محبت کے مضمون کا یہ اثر
 برابر ہے تو جبر و تاویل سے
 نہ ہر اس میں اغلاق بندش کہیں
 یہ تعمیق غور اور نہ تدقیق و فکر
 نہ آمد نہ آور و نہ کچھ خیال
 نہ غم قافیے کا نہ فکر ردیف
 محبت میں سکتہ ہو حسن کلام
 محبت کی بندش میں ہر پختیاب
 نہ معلول کی اور نہ علت کی بحث
 نہ منقول و معقول کا ماجرا
 محبت کے مضمون میں حجت کہان
 محبت سے اخلاص کا ضبط ہے
 محبت کی ہر بات رکھتی اثر
 محبت کہان اور بناوٹ کہان
 محبت سے رہتہ میں ہر روز تر
 اسے نیک بند سے سروکار کیا

بھلاتا یہ سب اور مضمون ہے
 کہ اُسکے سوا کچھ نہ آئے نظر
 منزہ ہے تشبیہ و تمثیل سے
 نہ اغراق کی کچھ تراوش کہیں
 نہ ہرگز کہیں ہے تکلف کا ذکر
 نہ کچھ شاعرانہ کہیں چال ڈھال
 نہ ہر حرف پر خوف حرف حریت
 محبت میں حرف روی و تمام
 فحولن فحولن کی مٹی خراب
 نہ عزت کی بحث اور نہ ذلت کی بحث
 نہ نعمان کا ذکر اور نہ لقراط کا
 عداوت کہان اور کدورت کہان
 خلوص اور محبت میں خود ربط ہے
 کہ جب دل سے نکلی کیا دل میں گھر
 محبت میں طرز لگاوٹ کہان
 ریا و حسد مکرو تلبیس و شر
 اسے یا رکھا اور اغیار کیا

محبت کے ہیں اہل سب پاک طبع
 کسی لوٹ سے وہ ملوث نہیں
 بدی دیکھ کر وہ کرین نیکیاں
 دعا دین اُسے جو کہ دُشنام دے
 ملین اس سے خود جو ہوائے جدا
 ہر دشمن کو کھانا کھلانے سے کام
 وہ اور دن کی خاطر مصیبت سہین
 اگر کوئی سائل ہو کھانے میں آ
 اُسے دے کے خود اسطرح سوہین
 مددگار ہوں بکیوں کے تمام
 وہ ہمدرد سب ناتوانوں کے ہوں
 برابر اُنھیں اپنا نفع و ضرر
 بشر ہیں مگر لین ملائک سبق
 اُنھیں ہر محبت سے فرصت کہان
 کسی خوب رو سے وہ ہیں ہمکنار
 کبھی دل سے ہو آہ آتش فشان
 کبھی سلسلہ اشکبار می کا ہو

ہر اک فرد ہے اُن کا لولاک طبع
 مذکر ہیں اصلا مونث نہیں
 بُرائی کے بدلے بھلائی ہریان
 بھلائی سے اُن کو غرض کام ہر
 کرین اُسکو خوش جو ہو اُسے خفا
 ہر قاتل کو شربت پلانے سے کام
 مصیبت سہین اور اذیت سہین
 تو کھانا اُسے سب کا سب بن اٹھا
 کہ قصہ نہ اسکا کسی سے کہیں
 کرین کام بیوون کا شل غلام
 حمایت میں پر اور جوانوں کے ہوں
 تجھے کیا خبر ہیں وہ کیسے بشر
 اُلٹتے ہیں جبریل آ کر ورق
 بکھیرتوں میں پڑنے کی مہلت کہان
 کبھی ہیں وہ پیچود۔ کبھی بقیار
 کبھی سوز ہجران جلاتا ہر جان
 کبھی شغل اختر شماری کا ہو

<p> بکھی دل سے خودوستان کا گلہ بکھی یاس و حیاں سے ہائے ہوئے بکھی غم بکھی دل کی اُبھن اُنھین اُنھین کوئی دیکھے تو بیتاب ہو بستی نگاہوں سے حسرت ہریان مجت نے پھونکا ہو کچھ کان میں وہ ایسے ہیں دنیا میں گویا نہیں ہو خلوت اُنھین یا کہ ہوا بچھن گذر اُنکی خلوت میں کب غیر کا نہ پہچانیں وہ آپ اپنے سوا وہ خلوت میں بھی آپ ہوتے نہیں اُنھین ایک سے کام ہو ہر گھڑی وہ خود اٹھ گئے جب تعلوت کہاں یہ راز محبت نہ جانے کوئی وہ جانیں کہ جو کچھ نہیں جانتے وہ جانے گا جو درد رکھتا ہو دل وہ جانے جو ہی زخم کھائے ہوئے </p>	<p> بکھی دل سے جان سے جان کا گلہ بکھی وہ تغافل کے مائے ہوئے بکھی سوز ہجران کی بکھن اُنھین نہ بیتاب ہو بے خور و خواب ہو تمنا کی صورت ہو رخ سے عیاں کہ بھاتی نہیں دین و دنیا اُنھین نظر آتے ہیں یاں گرہیں کہیں ہر اک جا ہو اُن کا نیرالا چلن رہے اُنکی صحبت میں کیا دوسرا نہ جانیں وہ کچھ دوسرا تیسرا خیال اُنکا ہو دور اُن سے کہیں اُنھین دوسرے سے بھلا کیا پڑی ہوئی بات کس سے محبت کہاں وہ جانے کہ ہو دو جس سے دوئی مگر خود ہوں اپنے کو پہچانتے خمیر محبت ہو جو آب و گل محبت کا صدمہ اٹھائے ہوئے </p>
--	---

وہ جانے جو ہو جان بھوئے ہوئے	محبت میں دل کو ڈبوئے ہوئے
وہ جانے۔ لگا جسکے تیر مڑہ	چکھا ہو محبت کا جس نے مڑا
وہ جانے ڈسا جسکو گیسو نے ہو	کیا قتل اُسے تیغ ابرو نے ہو
وہ جانے جسے عشق سے کام ہو	محبت میں ناکام و بدنام ہو
وہ جانے جسے دیکھ طفلانِ اہ	کرین چور پتھر سے اور بے گناہ
وہ جانے جو خود ہو ہوا سے بری	بجازی کرے اُسکی پر وہ دری
وہ جانے جو اک سو تصور کرے	نہ ناظرہ منظور کا دم بھرے
وہ جانے جسے خود نمائی نہیں	خودی بھی نہیں اور خدائی نہیں
انا الحق انا لیلیٰ کس نے کہا	زبان کس کی تھی کون گویا ہوا
محبت میں ہر بحث لفظی کہان	جو معنے کو لو تو ہین معنی عیان
طریق ہین محبت کے گویشمار	یہ آخر میں ہر ایک ہی رہ گزار
فنا کے سوا اور حاصل نہیں	فنا ہو تو پھر حد حاصل نہیں
ہو بے کیف ہو وصل اے جانجان	تو پھر این آن کا یہ جھگڑا کہان
حقیقی مجازی کا پھر ذکر کیا	رہا اُنک محبت ہی کا تذکرہ
محبت ہی کے بُو سے غنچہ دہن	کرین قتل عشاق کو بے سخن
محبت سے زر گس کو ہر ٹٹٹکی	نہ جانے کہان آنکھ اُسکی لگی
محبت ہے انتظام جہان	محبت نہ تو کہان جسم و جان

محبت ہر انسان و حیوان میں	محبت شجر اور حجر بھی رکھیں
محبت میں ہر بیت لاری تمام	محبت میں ہوتا ہر سونا حرام
محبت میں ہر ایک ایسا مزا	کہ دیتا ہر وہ سب مزون کو بھلا
محبت کے اوصاف سب غب تر	محبت کے اخلاق سب پُر اثر
محبت کا کچھ کہنا تک بیان	کہ ہر وصف میں اُسکے قاصر زبان
محبت سے مضمون کی تھی ابتدا	محبت ہی کے ساتھ ہوا انتہا

محبت سے بالآخر ہو خاتمہ
بحق حسین و حسن فاطمہؑ

اشعار مناسب موقع درجہ متقارب مثنیٰ سالم

ترا سوز سازانتا ہر محبت	ترا در دلذت فزا ہر محبت
یہ کیا پوچھتے ہو کہ کیا ہر محبت	بس اک گوہر بے بہا ہر محبت
کہیں ساتھی مہ لقا ہر محبت	کہیں بادہ جان فزا ہر محبت
کہیں ہر کسی شوخ کی ترچھی چتون	کہیں بانچہ کی ادا ہر محبت
کہیں چشم قنار میں قنن کی صورت	کہیں رخ کی تاب ضیا ہر محبت
کہیں ناز میں بے نیازی کا نقشہ	کہیں جاںستان دلیرا ہر محبت
کہیں غنچہ دہنی کہیں خوشخرامی	کہیں خوب رو خوش ادا ہر محبت

<p> تو آنکھوں میں گویا حیا ہے محبت کہ دل میں مرے تیری جا ہے محبت غریبوں کی حاجت ہے وہاں محبت کہ تو خود مرض خود دوا ہے محبت ترے نام میں بھی شفا ہے محبت نہ بوئے ریا۔ بے ریا ہے محبت تو ان میں نرالی صد ہے محبت ترا شور ہر جا بپا ہے محبت تو فتاق میں پارسا ہے محبت کوئی شان ہو کب جدا ہے محبت ترا رنگ سب سے جدا ہے محبت وہ کیا ہے جو تیرے سوا ہے محبت یہ تیرا ہی سب ماجرا ہے محبت کہ اک چلتا جا دو ہے۔ یا ہے محبت نہ سمجھو کہ بے دست و پا ہے محبت </p>	<p> دہن اور رخ میں ہے گر غنچہ و گل میں بیٹھا ہوں سینے سے دل کو لگا مراد اس سے پاتے ہیں عشاق مسکین کسی سے نہ اچھا ہو بیا ر تیرا ترے نام کا کیوں نہ ہو درد ہر دم محبت میں کب بویا ہے ریا ہے نہ بے درد سمجھیں گے مصمون تیرا کشت اور کلیسا ہو یا دیر و مسجد تو ہر آپ عشاق پر اپنے شیدا محبت ہی مطلوب طالب میں کیسا ترے رنگ میں رنگ بیزنگ پیلا یہ شہ اور کاشی عرض اور جوہر عیان اور نہان ہستی و نیستی میں محبت کے افسون تہہ سے یہ پوچھو محبت کے پھندے کب کوئی نکلا </p>
---	--

کرشمے محبت کے ہر جانے نہیں
 کہ خود درد و درد آشنا ہے محبت

اللهم حرق قلبي بنار عشقك وارزوني ازدياد محبتك حتى

لا يبقى شيء غيرك آمين آمين

ان الله ثم ان الله

صورت از بے صورتی آمد عیان

باز اندر پرده خواہ شد نہان

فقط





<p>دل پہ کیوں چھایا ہوا ہوا بر غم کشتی دل کیوں یہ طوفانی ہوئی کیوں کسی پہلو نہیں دل کو قرار درد کیوں اٹھ اٹھ کے بیٹھانے لگا اور مسرت ہو گئی کیوں کو سون و اپنے بیگانے سے کیوں محبت ہوئی کیوں ہوا کنج خمولی کا خیال</p>	<p>آج کیا ہو کیوں ہوا جو شش الم کیوں سرشک غم کی طغیانی ہوئی سوز غم سے کیوں ہر سینہ داغدار دل کی بچپنی نے کیوں مضطر کیا کیوں ہوا بیت الحزن بیت السور کیوں یہ تنہائی سے انسیت ہوئی صحبت اجاب سے کیوں ہر ملال</p>
--	--

۱۔ اس نظم دو آئینہ میں بعض جگہ افراق سے محض فراق (خود وصال یا فراق عارضی) اور اکثر جگہوں میں فراق دائمی (موت) مراد ہے مثالیں عام ہیں اور مراد خاص گو تمہید میں مذکور ہے کہ نتیجہ صاف ورنہایت صاف ہے ۱۲ منہ

کیا کسی کے چھوٹ جانے کا غم
 بیوقوفائی کا کسی کی یا خیال
 یا کسی بے رحم نے نالان کیا
 یا جدائی ہو کسی کی دل پر شاق
 اے فراق دوست تجھے الحذر
 اے فراق دوست تو آیا بہان
 آگ تیری پھونک دیتی ہے جگر
 تیرا جس دل میں ٹھکانا ہو گیا
 مہر کی جیسپر پڑے تیری نگاہ
 تو نے جس سے آشنائی ٹھکان لی
 موت کا آنا ہوا آنا تر ا
 عقل والے تجھے بھولے قیل و قال
 باپ کو بیٹے کا غم تو نے دیا
 داغ مان کا تو کبھی لڑکون کو دے
 بھائیوں کو دے کبھی بہنوں کا غم
 ننھے بچوں کو بنائے تو یتیم
 کچھ ترس تجھ کو نہ آئے وہ ہو تو

یا اکیلے چھوڑ جانے کا الم
 یا کسی کی سرد مہری سے ملال
 یا دل بیمار نے گریان کیا
 کیون زبان پر آ رہا ہو الفراق
 الحذر ثم الحذر ثم الحذر
 پھر رہا یہ خشک و تر باقی کہاں
 اور جلا دیتی ہے سینہ سرسبز
 تیرے غم کا وہ نشان ہو گیا
 رات و دن کرتا رہے وہ آہ آہ
 مال و دھن بھی لے لیا اور جان لی
 جان کا جانا ہوا جانا تر ا
 صوفیوں کا بھی بگاڑا تو نے حال
 مان ہوئی بیوہ اگر تو آ گیا
 اور کبھی تو مان کو دکھیا ری کرے
 اور کبھی بہنوں کو بھائی کا الم
 دوستوں کی تجھ سے ہو حالت یتیم
 دھوم تیری ہو رہی ہو چار سو

<p> سکڑون جانیں ہوئیں تجھے ہلاک اپنی چالوں میں تو سب سے فروہر فتنہ ایام و آشوب جہان از تو چشم اہل دران خون فشان روحیوں کو دے محبت کا سبق خیر مقدم تیرا روحانی کریں تیرے دو پہلو ہیں امید اور بیم پختگی امید کی صورت دکھائے پختگی یعنی کہ نصیح خیال ایک صورت جبکہ ہر صورت میں ہے دل کے عکسوں کا تفاوت ہر نقطہ شکل بھونڈی آئینہ بدنام ہے ہاں فراق دوست پھر ہو گفتگو سب ہنر تجھ میں ہیں لیکن اے عزیز صاحب باطن تجھے پہچان لیں دل ہی بوہن میں مانے گا کون ہاں وہی جانے گا جسکو اے فراق </p>	<p> تو نے لاکھوں کو چھپا یا زیر خاک فتنہ دوران بھی تجھ سے گرد ہے خانہ سوز صد چمن بے خانمان کوہ و صحرا ہم بہ خون دامن کشان جسم والوں کا کلیجہ تجھ سے شق اور نفرت تجھ سے جسمانی کریں فرق اسمی ہے جو ہو قلب سلیم اور خامی خوف سے ہر دم ڈرے جس سے کوسوں دور ہے رنج و ملال پھر نہیں کیا غم میں جو راحت میں ہے اپنے ہاتھوں یہ مصیبت ہو فقط کیسا اُلٹا اس جہان کا کام ہے دل بہلتا ہے جو تو ہو روبرو ہم ہیں جسمانی کہاں تیری تیز ہم سے ظاہر ہیں بھلا کیوں ہاں لیں ایک حال بیدلان جانے گا کون تجھے ملنے کا ہوا ہوا اتفاق </p>
---	--

اضطرابی امر میں کیا اختیار
ہاں کسی بھولے ہوئے کی یاد میں
لے فراق دوست یہ تیرا کرم
سینہ بریان چشم گریان تجھے ہے
بیقراری بیداری افسردگی
تجھ سے کیا کیا لے سخی ہکھولا
خواب و غور تجھ سے ہوا ہم پر حرم
ہم ہی اک تجھ سے نہیں ہیں دوست
حضرت یعقوب کیوں گریان رہے
سلطنت مصر کی کیوں تھے اُداس
تھیں زلیخا کس لیے لیل و نہار
کس لیے دی قیس نے جان حنین
کیوں ہوا فرما دیتے سے ہلاک
نل و من کی کس سے یہ شہرت ہوئی
شیخ صنعا کیوں ہوئے زنا روار
کیوں ہے زین العبا آرزو جان
تیرے افسانے ہیں خود مشہور عام

بیقراری میں کہاں آئے قرار
کچھ مزار ابل جاتا ہو فریاد میں
ہم سے محتاجوں کو جو دے وہ ہو کم
وحشت دل آہ سوز ان تجھے ہے
سینہ کا وی جان کنی آرزو گی
مرحبا صدمہ صدمہ مرحبا
لے تو زندہ باشی تا یوم القیام
سب ہیں تیرے کچھ نہ کچھ احساند
کسکی یوسف چاہ میں جو یان ہے
اور قیص خاص بھیجا کس کے پاس
بادل غمناک و چشم اشکبار
کس لیے لیلی ہوئی محل نشین
کس نے شیریں کو دیا یازیر خاک
واق و عذرا کی کیا حالت ہوئی
یاد کسکی لے گئی صبر و قرار
لے فراق دوست تجھ سے الامان
من چہ گویم من چہ باشم و سلام

روح جب نکلی ہو امرنے کا نام جسم و جان کا واسطہ جاتا رہا ہی یہی جاتا نہ آنے کی خبر جانے والوں کو نہیں آنے سے کام آنے والوں سے کروا بل کو شا انگوشت بھولو کہ مرنا ہی تھیں دوسروں کی موت سے تم بوسبق روتاب از جسم و جان اشا دکن پھر کہاں ہو مرنے جینے کی خبر جب ہو کیسویں دوئی کا نام کیا تہنیت کسکی ہو کسکی تفریت سج و غم عیش و طرب سبے الگ وصل کیسکا اور کس سے ہو فراق ایسی حالت میں کہاں پھر ہو کلام	روتے دھوتے رہ گئے ہر خاص عام رابطہ اور ضابطہ جاتا رہا رونے دھونے کا کہاں اُن پر اثر آنے والوں کا رکھو اب کوئی تمام جانے والوں کی نگر دل میں ہو یاد اور اسی جانب گزرنا ہر تھیں اور اثر ایسا ہو دل ہو جائے شق موطن اصلی خود ریا دکن پھر کہاں رہ جائے یہ نفع و ضرر مرنے جینے سے ہے پھر کام کیا انسیت کس سے ہو کس سے غیریت آہ و اشور و شغب سبے الگ ایک حالت ہو نہ رہ جائے نفاق بس سخن کوتاہ باید و السلام
---	--

صورت از بھویوئے آد برون

باز شد انا الیہ راجون

تمام شد

